ناول

ساتواں پھیرا

واجدہ تبسم

www.taemeernews.com

ان افسانوں کے تمام کردار، مقامات، واقعات اور ادارے فرضی ہیں، اور ان کا کسی شخص، جگہ، واقعہ یا ادارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی فرد، مقام یا ادارے سے مطابقت قطعی اتفاقیہ ہے اور اس کے لئے مصنف یا پبلشرز کسی طرح کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتے۔

ساتواں پھیرا

(ایک ناول)

واجدہ تبسم

شمع بک ڈپو، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

قیمت : تیس روپے (Rs.30/-)

© جملہ حقوق طبع و نقل و ترجمہ بحقِ پبلشرز محفوظ ہیں۔ کسی طرح بھی اس کے کسی حصہ کی اشاعت، ترجمہ یا کسی طرح استعمال سے پہلے پبلشرز کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ صرف نقاد حضرات تنقید میں کچھ حصہ نقل کر سکتے ہیں۔

شمع بک ڈپو ایڈیشن

پہلی بار : دو ہزار اگست ۱۹۸۶ لاہوتی فائن آرٹ پریس، دہلی

www.taemeernews.com

"بھئی واہ! ایسی شادی تو کبھی دیکھی نہ سُنی۔"

تقریباً ہر براتی کے مُونہہ پر یہی ایک جملہ تھا۔ اور جو خاموش تھے، وہ اپنی آنکھوں میں بے پناہ حیرت اور حسرت لئے ہوئے تھے۔

یہاں سے وہاں تک جو ہو کے اس شان دار بنگلے کے خوب صورت اور لمبے چوڑے لان میں سُرخ مخمل کا زرّیں کام دار شامیانہ تنا ہوا تھا۔ گوٹے اور چمکی کی جھلملاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہوئی جارہی تھیں ـــــ کمپاؤنڈ میں جتنے بھی درخت تھے اور درختوں پر جتنے بھی پتے تھے تقریباً اتنے ہی رنگین قمقمے جگمگا رہے تھے۔ شان دار بنگلے کے اوپر سے نیچے تک قمقموں کی لڑیاں دمک رہی تھیں۔ لال پیلے، ہرے، فیروزی، عنابی، ہر رنگ کے چھوٹے چھوٹے بلبوں سے سارا ماحول جگمگا رہا تھا۔

ہرے بھرے کچھواڑے میں حلوائی بیٹھے طرح طرح کی مٹھائیاں اور کھانے تیار کر رہے تھے۔ دونوں ہی طرح کے لوگ مدعو تھے: سبزی کھانے والے بھی اور مرغ، مچھلی، گوشت کے رسیا بھی۔ سفید سفید اُجلی چادروں سے ڈھکی ہوئی دو خوب بڑی بڑی میزیں سامنے ہی سجی ہوئی تھیں، جن پر خوب صورت کراکری، نیپکنس اور کاغذی رومال خوبصورتی سے سجا کر رکھے گئے تھے۔

براتیوں کی لمبی لمبی، امپورٹیڈ کاریں، دیسی کاریں ایک ایک کر کے رُکتیں اور بینڈ

www.taemeernews.com

باجے والے معزز مہمانوں کے لئے زور زور سے فلمی دھنیں بجا کر استقبال کی نئی فضا پیدا کر دیتے ——

شامیانے کے اندر ایک جگہ بے حد خوب صورت ڈائس بنایا گیا تھا۔ جہاں دولہا دلہن کے لئے زرکار کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ دو طرفہ سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، تاکہ مبارکباد دینے والے ایک طرف سے چڑھیں، دولہا دلہن کے ساتھ تصویریں کھنچوائیں، تحفے اور نذرانے دیں، ویڈیو فلم کے کردار بنیں اور دوسری طرف سے اتر جائیں۔

ڈائس سے ہٹ کر ایک طرف چھوٹا سا حسین تو منڈپ بنایا گیا تھا، جہاں بیچوں بیچ اگنی جلا کر رکھی گئی تھی —— لگن کے لئے استعمال ہونے والی سامگری، اصلی گھی، خوشبوئیں سب چاندی سونے کے برتنوں میں سلیقے سے رکھی گئی تھیں۔ پھیرے کرانے والے پنڈت کے لئے چاندی کی تھالی میں قیمتی کپڑے، ایک تھیلی بھر کے روپے اور قیمتی شال رکھی ہوئی تھی۔

اندر ڈھیر ساری مہمان عورتیں ٹھاٹھ سے بھری ہوئی تھیں۔ سونے، ہیرے موتیوں سے لدی پھندی عورتوں کے صرف چہرے نظر آ رہے تھے۔ زیورات نے، جگمگ کرتے بنارسی، کامدانی اور بھاری زری کے کپڑوں اور ساڑیوں نے انہیں پورا پورا چھپا رکھا تھا۔ نئے زمانے کی ماڈرن لڑکیاں فیشن ایبل لباسوں میں اپنی ہی عمر کے لڑکوں سے، بڑوں سے نظریں بچا کر ٹھٹھول مذاق کر رہی تھیں۔

اندر بڑے سے کمرے میں دلہن کو بہت سی لڑکیاں اور عورتیں گھیرے بیٹھی تھیں —— ہنسی مذاق بھی چل رہا تھا اور جاسوسی بھی۔

"ارے بھئی، شادی تو دلہن کے گھر ہوتی ہے، یہ نرالا دستور دیکھا۔ دلہن کو شادی سے پہلے ہی دولہا کے گھر اٹھا لائے!"

"بڑے لوگوں کی بڑی باتیں،" کوئی عورت ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔ انیل کو یہ غریب گھر کی خوب صورت لڑکی ایسی پسند آئی کہ اس نے ماں باپ کی ایک نہ سنی، راضی کر کے ہی چھوڑا۔

www.taemeernews.com

"تو کبھی شادی تو دلہن کے گھر سے ہی ہوتی نا" کوئی اور عورت بول اٹھی۔

"نا بھیا نا ـــ لڑکی والے غریب لوگ ہیں ـــ معمولی سی کالونی میں چھوٹے سے فلیٹ میں وہ لوگ رہتے ہیں۔ اتنے بڑے سسرالیوں کی بے عزتی نہ ہوتی، لوگ تھو تھو کرتے کہ واہ اپنا بڑا خاندان دیکھو اور دلہن کہاں سے اٹھا لاتے ہیں!"

"پھر کیا ہوا ـــ؟"

"پھر کیا ہوا ـــ؟ یہ اچھا سوال پوچھا! ارے دولہا والوں نے کہا کہ شادی ہمارے ہی گھر سے ہوگی۔ اور ویسے بھی شادی کے بعد تو بیاہ کر سسرال ہمارے گھر ہی آتی۔ چلو، نیچے منڈپ سے وداع کر کے اوپری فلور پر پہنچا دینا۔ سمجھ لینا، ماں باپ کے گھر سے ساس سسر کے گھر پہنچ گئی۔"

"لڑکی والے مگر مانے کیسے؟"

"ارے بابا، پیسے میں بڑی طاقت ہے ـــ پھر ایسی غریب لڑکی کو کروڑپتی لڑکا مل جائے تو ماں باپ بھی غیرت کو اٹھا کر کونے میں رکھ دیتے ہیں۔"

"لیکن لڑکی کو سسرال والے برابری کا درجہ دینے پر راضی ہو جائیں گے؟"

"اری بہنا، فلموں جیسی باتیں ہیں اس گھرانے کی ـــ کپڑے کی بڑی بڑی چار ملیں ہیں ـــ لڑکے نے لڑکی کو کالج میں دیکھا، پسند کیا، دل سے چاہا ـــ بس ماں باپ کے سر ہو گیا کہ شادی کروں گا تو اسی سے، ورنہ جان دے دوں گا ـــ ماں باپ نے کہا بھی کہ برابر کی حیثیت نہیں ہے۔ تو لڑکا بولا "ہماری دھن دولت، جائداد روپیہ پیسہ اور کس دن کے لئے ہے؟ یہاں آکر تو لڑکی خود بھی امیر ہو ہی جائے گی۔ رہے دنیا والے، تو بکنے والے بکتے ہی رہتے ہیں۔"

کوئی ناک چڑھی بولی "لیکن اسٹیٹس بھی دنیا میں ایک چیز ہے۔ اب وواہ کے بعد کیا دلہن والے ایک ڈنر بھی نہیں دیں گے، اور دیں گے تو اسی سڑیل فلیٹ میں نا؟ اتنے چھوٹے سے دو بیڈ روم والے فلیٹ کا حال بھی سوچ لو۔ سب لوگ اس میں سما بھی نہیں پائیں گے ـــ"

www.taemeernews.com

"ارے، انیل نے تو ساس سسر کو نیا، بڑا سا فلیٹ خرید کر پریزنٹ کرنے کی بات بھی کہی تھی، لیکن عقل سے کورے بڑھے بڈھی نے کہا کہ نہیں بیٹا، جہاں ساری زندگی گذری، موت بھی وہیں آئے تو بھگوان کا شکر ہے ___ تم بیٹی لے جاؤ ___ ہمیں اپنا یہ چھوٹا سا گھر ہی پیارا ہے ___ ویسے شادی میں سارے میکے والے آتے ہیں۔ وہ دیکھو ماں باپ وہ بیٹھے ہیں ___ کاسنی رنگ کی معمولی سی ساڑی میں وہ جو سفید کالے مکسڈ بالوں والی ادھیڑ عمر کی عورت بیٹھی ہے نا ___ وہ ماں ہے دلہن کی۔ اور وہ جو ذرا ہٹ کے مردوں میں سفید پینٹ شرٹ میں بوڑھا سا آدمی ہے نا ___ وہ باپ ہے۔ کسی بینک میں مینیجر ہے شاید ___"

"کیا نصیبے والے ماں باپ ہیں کہ اتنی معمولی حیثیت اور چھپا پا مارا کروڑپتی داماد پر ___!"

"چھاپا وہ کیا مارتے؟ تم نے دلہن نہیں دیکھی؟ اپسرا ہے، پرلوک کی اپسرا وہ بچپن میں تم نے پوئٹری نہیں پڑھی تھی؟ ارے وہی! MY FACE IS MY FORTUNE (میرا چہرہ ہی میری قسمت ہے) ___ بس وہی بات ہو گئی، ورنہ کالج میں کیا ایک سے ایک امیر، اور اونچے گھرانے کی لڑکی پڑھنے نہیں آتی؟ لیکن انیل کی نگاہیں پڑیں تو صرف ورشا پر . . . . ."

ورشا گھٹنے پر ٹھوڑی ٹکاتے اداس اداس سی بیٹھی تھی۔ بیوٹی پارلر سے آئی ہوئی بیوٹیشین سامنے ٹرے میں ڈھیر سارا میک اپ کا سامان رکھے اس کا میک اپ کر رہی تھی ___ ناخنوں پر نیل پالش لگاتے لگاتے اس نے آس پاس لڑکیوں کے جھمگٹے پر نظر ڈالی اور ہنس کر بولی: "سچ بات تو یہ ہے کہ ورشا جیسا بیوٹی فل گرل کو میک اپ کا ضرورت ہی نہیں ہے ___ دیکھو روژ کے بنا ہی اس کا گال کیسا سیب کا مانک دکھتا ہے ___"

کچھ لڑکیاں بور ہو گئیں، کچھ مسکرا دیں۔

www.taemeernews.com

"ہم سچ بولتا ہے، ہم کو بڑا بڑا اسیٹھ لوگ کے گھر جانا پڑتا ہے۔ اتنا بیوٹی فل لہن ہم اپنا لائف میں نہیں دیکھا ——"

میک اَپ کے بعد ورشا کا حسن کچھ اور بھی قاتل ہو گیا —— بڑی بڑی آنکھیں باداموں کی طرح کٹیلی، مسکارا اور گھر یلو کاجل سے دو آتشہ ہو گئیں۔ گالوں کے گلاب مہک اٹھے۔ لپ اسٹک نے یاقوتی ہونٹوں کو اور بھی جان لیوا بنا دیا —— لمبے اور گھنے بالوں کو سیمشاد شوار تھا، بڑی مشکل سے سامنے ہیر پن لگا کر امریکی اسٹائل دے کر بیوٹی شین نے ڈھیلی چوٹی باندھی —— گلابی گلابی رنگت میک اَپ کے ہلکے سے ٹچ سے لَو دے اٹھی۔ پوروں پور ہیرے موتی اور جگر مگر کرتے زیور۔ سُرخ ستاروں سے جڑی ساڑی۔ سچے ہیروں والی نتھ —— سانچے موتی جڑے سُرخ سُرخ باؤز میں اس کا سراپا سُلگ اٹھا۔

کالج کی سہیلیوں کا ایک جھرمٹ اس کے ارد گرد تھا۔

"ہے ہے، ایتل تو گیا کام سے!" نینا بولی۔

"ارے کام سے تو وہ اسی دن چلا گیا تھا جب پہلی بار دیکھا تھا۔" ریٹا مسکرائی۔

"ارے۔ یہ چہرہ دیکھ کر تو ایک شعر یاد آگیا۔" سلمیٰ ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی۔

خدا نے چاند ستارے بھلا بنائے کیوں
کیا آپ کم تھے زمانے میں روشنی کے لئے!

واہ وا کا ایک شور اٹھا اور ورشا نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"اری چلو، اس کا یہ گھونگھٹ باری باری ہم سب اپنے اپنے سروں پر ڈالتے ہیں تاکہ اس کا جیسا نصیبہ ہمارا بھی ہو جاتے ——" انیتا پاس پڑا اس کا بنارسی سُرخ کرن ٹنکا گھونگھٹ اٹھا کر اپنے اور سب لڑکیوں کے سر سے چھوانے لگی۔

باہر سے شور سا اٹھا۔

"ارے ارے خاموش! ورشا کی ساس آ رہی ہے۔"

سر سے پاؤں تک سونے میں لدی، تن جوفی سلک کی بھرواں کام دار ساڑی میں لپٹی ساس اندر آئیں —— چند لمحے چپ کھڑی رہیں، پھر ذرا مسکرا کر پیار سے بولیں: "یہ کیا

www.taemeernews.com

جھنجھٹ لگا رکھا ہے یہاں ؟ کچھ کرنا نہ کرانا — مٹی کٹی، ٹھاٹھا لگا رکھی ہے بس — پھیروں کا ٹائم ہوگیا ہے۔ مہورت نکل جائے گا۔ ایک گھڑی بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہونا چاہیے :" انہوں نے پاس بیٹھی بڑی عمر کی عورتوں کو پھٹکارا : "شاستروں میں لکھا ہے لگن کا مہورت جس گھڑی نکلا ہو، وہ گھڑی ٹلنا نہیں چاہیے، ورنہ سب اشبھ ہو جاتا ہے "

"باپ رے —!" کوئی لڑکی دھیرے سے بولی ۔ بڑے پرانے وچاروں کی بڑھیا ہے —"

ساس نے آگے بڑھ کر، بہت قریب آکے ٹھوڑی اونچی کرکے بہو کا چہرہ دیکھا پھر ایک دم اسے پیار سے گلے لگا کر بولیں : "ناری کو اتنا سُندر کبھی نہیں ہونا چاہیے کہ پُرش کا سارا من اسی میں لگا رہے —" پھر ہنس کر پیار بھرے غصے سے بیوٹی شین کی طرف مڑ کر کہنے لگیں : "تم نے اسے اتنا رُوپ کیوں دیا ؟"

"ماں جی، ہم نے نہیں، خود بھگوان نے دیا ہے — ابھی تم اس کا مونہہ دُھلوا کے دیکھ لو — وہ سادی بھی اتنی ہی سُندر ہے —"

"یہ لڑکا کچھ کام بھی کرے گا یا اسے ہی نہارتا رہے گا ؟" وہ مسکرائیں ۔ پھر لڑکیوں سے بولیں "دلہن کو منڈپ میں لے کر آؤ —"

دُلہن کے منڈپ میں پہنچتے ہی براتیوں اور مہمانوں میں ایک کھلبلی سی مچ گئی — سب دُلہن کا چاند سا چہرہ دیکھنے کو ٹوٹے پڑ رہے تھے — کھڑی ہو کر تو وہ اور بھی قیامت نظر آئی — تراشیدہ جسم — پتلی کمر — متناسب قد و قامت — گھٹنوں تک لٹکتی ہوئی چوٹی — گورے گورے ہاتھ پاؤں ۔ گھبرا گھبرا کر، شرما شرما کر جدھر بھی دیکھ لیتی جس پر بھی نظر ڈال دیتی، وہ ہائے — اُف کرکے رہ جاتا ۔

"کیا واقعی میں اس اپسرا کے لائق تھا ؟" انیل نے دل ہی دل میں سوچا ۔
پھر جب وہ منتروں اور اشلوکوں کے ساتھ پھیرے لینے لگے تو ہر پھیرے پر مرد ہونے کے باوجود انیل کا دل دھڑکنے لگتا ۔

www.taemeernews.com

"ہے بھگوان، یہ پہلا پھیرا ـــــ میری ورشا کی لمبی زندگی کے لئے"
"یہ دوسرا پھیرا اس کی سُندرتا کی سلامتی کے لئے"
"یہ تیسرا پھیرا اس کی گود بھرنے کے لئے ـــــ"
"یہ چوتھا پھیرا اس کے دل میں میری محبت قائم رکھنے کے لئے ـــــ"
"یہ پانچواں پھیرا، اس کے حصّے کے سارے دُکھ میرے نصیب میں ڈھل جانے کے لئے ـــــ"
"یہ چھٹا پھیرا اس کی ہنسی ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ـــــ"
"اور دھیرے دھیرے قدموں کے ساتھ یہ ساتواں پھیرا ـــــ سدا اس کا سہاگ بنائے رکھنے کے لئے۔ ہے بھگوان، سات پھیروں میں میں نے جو سات دعائیں مانگی ہیں، وہ سب پوری کرنا۔ ایک بھی مت ٹالنا، ہے بھگوان ـــــ کیا مندر میں جا کر تیری مُورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر، گھنٹیاں بجا کر ہی تجھے مخاطب کیا جا سکتا ہے؟ تُو تو ہر جگہ ہے ـــــ ذرّے ذرّے میں ہے ـــــ ہر جگہ ہے۔ ہر دل میں ہے۔ آج تو صرف میرے دل میں ہے۔ پڑھ لکھ کر لوگ دھرم سے اور بھگوان سے ہی پھر جاتے ہیں، لیکن میں نے جتنا جتنا پڑھا، اُتنا اُتنا تجھ پر وشواس بڑھتا گیا ـــــ میں آج تجھ سے ساری کی ساری خوشیاں مانگتا ہوں ـــــ اپنے لئے نہیں، اپنی ورشا کے لئے ـــــ"

نئی زندگی جو سسرال میں آ کر ورشا کو ملی، بالکل قصّے کہانیوں کی طرح ملی ـــــ شادی سے پہلے وہ انیل سے بار ہا ملی تھی ـــــ ایک ہی کالج میں جو پڑھتے تھے لیکن وہ اس کے گھر کبھی نہیں گئی تھی ـــــ انیل جس ٹھاٹ باٹ سے، جتنی لمبی چمکیلی اور بڑھیا کار میں آتا تھا، جیسے اعلیٰ کپڑے پہنتا تھا، اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کیا تھا ـــــ اور جس طرح کالج کی آدھی سے زیادہ لڑکیاں مکھیاں بنیں انیل کے گرد منڈلاتی رہتی تھیں اس سے وہ سمجھتی تھی کہ انیل مقناطیس ہے۔ لیکن ورشا بے پناہ حُسن اور الگ تھلگ رہنے کی ادا ہی انیل کو اس کی طرف مائل کرنے کا سامان بن گئی۔

www.taemeernews.com

پہلے پہل تو انیل نے اسے اپنی بے پناہ دولت سے رجھانا چاہا ـــــ ہزاروں روپے کی پارٹیاں دے ڈالیں۔ کینٹین کی ہر ہر چیز ختم ہو جاتی۔ لڑکے لڑکیاں ٹھنڈی بوتلوں سے لے کر اسنیکس تک سب ختم کر ڈالتے۔ پھر جن لڑکوں کو ڈرائیونگ آتی، وہ ان کے ساتھ امپورٹیڈ گاڑیوں میں فُل ٹنکیاں پٹرول کی بھروا کر فضول کی پکنکیں مناتا پھرتا۔ مگر ورشا کبھی پارٹی، کسی پکنک میں کبھی شامل نہ ہوئی۔ انیل نے ایک دو بار التجا بھی کی، لیکن وہ سادگی سے معافی چاہ لیتی۔

"دیکھئے انیل صاحب، ممی گھر پر اکیلی ہوں گی ـــــ کالج سے گھر جا کر مجھے کام میں ان کا ہاتھ بھی بٹانا ہے ـــــ"

یا کبھی کہہ دیتی: "میں آپ سے سچ کہہ رہی ہوں، مجھے پارٹیز اور پکنکس کا ذرا بھی شوق نہیں ہے ـــــ"

اس کا ہر بار کا انکار اور پیچھے ہٹنا، انیل کے دل میں ورشا کی محبت کو مزید استوار کرتا گیا ـــــ ایک دن خلافِ توقع اچانک وہ ورشا کے گھر میں اس کے ماں باپ کے بیچ میں بیٹھا چائے سپ کر رہا تھا جب ورشا کالج سے گھر لوٹی۔

چھوٹے سے فلیٹ کے چھوٹے سے ہال میں داخل ہوتے ہی وہ انیل کو دیکھ کر مسکرا دی: "آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی، کیوں کہ آپ کی گاڑی جو باہر کھڑی ہوئی ہے ـــــ"

پھر وہ ہنسا "آپ کو میرا آپ کے گھر آنا بُرا تو نہیں لگا نا ـــــ؟"

ورشا نے ہنس کر ماں باپ کی طرف دیکھا ـــــ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں ـــــ

"ب ـــــ ب ـــــ بیٹی ـــــ" باپ ہکلا کر بولا "یہ انیل صاحب تیرا ہاتھ مانگنے آئے ہیں ـــــ"

ورشا خوب زور سے ہنسی اور اسی لمحے وہ انیل کو اتنی خوب صورت لگی کہ اس نے سوچا "صرف اس ایک ہنسی پر ہی میں اپنی ساری زندگی وار سکتا ہوں۔"

لیکن پیاری سی ہنسی ہنسنے کے بعد وہ کچھ کہہ بھی رہی تھی : "انیل صاحب، میں آپ کو بتاؤں، میرے پاس کُل چار ساڑیاں ہیں۔ ادل بدل کر بار بار میں وہی پہنتی ہوں ـــــ اور میرے خیال میں آپ کے پاس چار ملیں ہیں، جن میں اتنی ساڑیاں بُنی جاتی ہیں کہ بمبئی کی ہر عورت کو آپ چار چار ساڑیاں ہر مہینے پہنا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ میرے پاپا دمہ کی وجہ سے وقت سے پہلے ریٹائرمنٹ لے چکے ہیں۔ ہم لوگ ہفتہ میں پانچ دن دال اور دو دن سبزی کھا کر اپنے آپ کو بھاگیہ وان سمجھتے ہیں ـــــ شکر ہے بھگوان کا کہ گھر ڈانی ہے، ورنہ پتہ نہیں کیا ہوتا ـــــ اب میں بی اے کر لوں تو کہیں جاب کر لوں گی تاکہ ممی پاپا کو کچھ آرام دے سکوں۔ کیا آپ ان کے بڑھاپے کا یہ سہارا چھیننے آئے ہیں ـــــ ؟"

کافی دیر تک بوجھل سی خاموشی رہی ـــــ پھر انیل کھڑا ہو کر مضبوط لہجے میں بولا : "اسے فلمی ڈائیلاگ نہ سمجھو ورشا تو ایک بات کہوں۔ میں آج کل جس راہ پر بھی چلتا ہوں وہ راہ تمہارے ہی دروازے تک لا کر مجھے چھوڑتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ساری دنیا سمٹ کر تم میں محدود ہو گئی ہے۔ اور یہ بات میں چوری چھپے نہیں ورشا، تمہارے ممی اور پاپا کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ بعض لوگ پوجا کے لئے مندروں میں جانا پسند کرتے ہیں لیکن میں پوجا کے لئے گھر ہی میں دیوی لانا پسند کروں گا ـــــ سُن رہی ہو نا تم ؟ میں اپنے گھر میں دیوی کی استھاپنا کروں گا ـــــ اور وہ دیوی تم ہو ورشا، تم !"

بھگوان ہی جانے انیل نے اپنے کروڑپتی باپ اور جاہل ماں کو کیسے رام کیا ہوگا، لیکن آج وہ سر سے پاؤں تک انیل کی تھی اور انیل کے بے پناہ شان دار بنگلے کے شان دار ایر کنڈیشنڈ کمرے کے شان دار بستر پر مخمل اور کم خواب کے گدیلوں پر انیل کی ترسی ہوئی باہنوں کے حلقے میں تھی۔

شادی کے بعد کے دن پر لگا کر اُڑنے لگے ـــــ راتوں کو رت جگے اور دن چڑھے سوتے پڑے رہنا ـــــ اور جب باہر جانا تو خوب فاسٹ ڈرائیونگ کرنا۔

"انیل، تجھ سے کتنی بار کہا ہے۔ گھر کے اندر ہی مندر ہے، کبھی تو ماتھا ٹیکا دیا کر ـــــ" انیل کی ممی غصّے سے کہتیں۔

جواب میں انیل شرارت سے ورشا کو آنکھ مار کر کہتا: "ارے ممی، آپ کو پتہ نہیں، میں تو دِن رات دیوی ہی کی پوجا کرتا ہوں ـــــ"

"کون سی دیوی کی؟" ممی سچ مچ حیرت سے پوچھتیں۔

"جیسے اپنی سنتوشی ماں، ویشنو دیوی ماں ـــ دیوی ہیں نا ـــ ایسی ہی ایک دیوی ہے، ممی ـــ" وہ مسکراتا۔ "لیکن اس وقت اس کا نام یاد نہیں آرہا ہے اس لئے کہ اس کا سراپا اتنا گڑبڑا دینے والا ہے کہ بس میں اسی میں کھو کر رہ جاتا ہوں"

"جنے کیا کیا بکتا رہتا ہے ـــ!" ممی بڑبڑ کرتی چلی جاتیں۔ گھر پریوار پران ہی کا راج تھا ـــ وہ پڑھی لکھی نہیں تھیں ـــ پرانے وچاروں کی، کچے عقیدوں کی استری تھیں۔

شادی کے دو تین مہینے کے بعد سے ہی انہوں نے ورشا کا آگا پیچھا تاکنا شروع کر دیا "بہو، اچار کو دِل چاہتا ہے تیرا؟"

"بہو کھٹی میٹھی چیز پکواؤں تیرے لئے؟"

کبھی وقت بے وقت ورشا لیٹ جاتی تو خوشی سے بے حال ہو جاتیں۔

"اے بہو، تیرا جی ماندہ لگ رہا ہے۔ دائی کو بلاؤں؟ وہ سب بتا دے گی"

ورشا ہنستے ہنستے سب انیل کو جا سُناتی۔

"آپ کو بس ـــ کیا کہوں ـــ" وہ شرما جاتی، مگر بتاتی۔

"ارے یار، ابھی شادی کو دِن ہی کتنے ہوتے ہیں ـــ ادھر سے سالا بچہ۔ نو ـــ نو ـــ ابھی ہم کچھ مہینے فلرٹ کرے گا ـــ اس کے بعد پھر بچہ پیدا کرنے کا سوچے گا ـــ" اُس دن وہ موڈ میں تھا۔

ورشا ہنسنے لگی ـــ اور وہ ممبیا لہجے میں بولنے لگا: "ارے بابا، ہم سچ بولتا ہے ـــ" وہ اِترانے لگا۔

"یہ بھارت کا ناری لوگ بچہ پیدا کرنے میں ایک دم آگے ہے۔ ایک بچہ ہوتے ہی تم لین ڈوری باندھ دے گا ـــــ ایک گود میں، ایک پیٹ میں، ایک آگے، ایک پیچھے ایک باپ کا پاس ایک ماں کا پاس ـــــ ذرا گنو تو کِتّا ہوگیا؟ اَپن کو یہ سب ابھی نئیں مانگتا۔ ابھی اپن موسمی، سیب کا جیسا جُوس نِکال کر پیتا ہے نا ـــــ ویسا تمہارا پورا پورا جُوس پئے گا، تب بچہ کے بارے میں سوچے گا ـــــ" اس نے قہقہہ لگا کر ورشا کو گود میں اٹھا کر زور سے بھینچ لیا۔

"ارے میری جان، یہ زندگی پھر بار بار ملے گی کیا؟ یہ دِن، یہ سُہانی راتیں یہ شہد بھرے لمحات ـــــ تم کیا جانو تم کیا ہو ـــــ"

"ارے یار، ہم تو گئے کام سے ـــــ وہ تو بھگوان کی دَیا سے مِل کے مالک ہیں ـــــ کبھی مزدور ہوتے تو گئے تھے نوکری سے ـــــ ایسے نکھٹو کو کون رکھتا جو گھر میں پڑا پڑا بیوی کا رس... ..."

"چھی ـــــ چھی ـــــ" ورشا اُس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیتی ـــــ "کتنی گندی گندی باتیں کرتے ہیں آپ!"

"ارے یار، ہم صرف گندی باتیں ہی نہیں کرتے، اچھی اچھی دُعائیں بھی مانگا کرتے ہیں ـــــ پتہ ہے ہر ہر پھیرے پر ہم نے کیا کیا دُعائیں مانگی ہیں؟"

وہ کئی بار ورشا کو یہ بات سُنا چکا تھا۔

"سوامی، جانتے ہیں آپ نے ساتویں پھیرے میں سب سے خوب صورت دعا مانگی ہے!" وہ لاڈ میں آکر اُسے 'سوامی' کہتی۔

وہ جان کر انجان بنتا: "کون سی بھلا؟"

"یہی، میرا سُہاگ قائم رکھنے کی ـــــ سچ انیل، آپ ہیں تو میری زندگی کا سارا سُکھ، ساری خوشیاں، ساری بہاریں ہیں۔ یہ سب کچھ جو اتنا ہرا بھرا لگتا ہے تو صرف اِس لئے کہ آپ میرے ساتھ ہیں ـــــ آپ ذرا دیر کو باہر بھی چلے جاتے ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ کچھ ہے ہی نہیں، سب کچھ کھو سا گیا ہے ـــــ"

"اور جو کبھی میں مر گیا تو... ..."

اُس کی بات کاٹ کر ورشا سچ مچ خفا ہو جاتی ـــــ "اگر آئندہ آپ نے ایسی بات کی نا تو میں سچ مچ زہر کھا لوں گی ـــــ" وہ اُس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیتی۔

انیل شرارت سے اُس کی انگلیاں کاٹنے لگتا ـــــ

"واہ وا! کیا میٹھی میٹھی انگلیاں بھگوان نے بنائی ہیں ـــــ یقیناً ہونٹ تو اِس سے بھی کچھ زیادہ ہی میٹھے ہوں گے ـــــ" اور وہ شرارت سے سر کھجانے لگتا۔

"میں ایک دن آپ کو مار بیٹھوں گی ـــــ"

"آپ کی مرضی صاحب ـــــ ہم شوق سے مر جائیں گے ـــــ" وہ لمبا لمبا لیٹ گیا ـــــ

"دیکھئے ـــــ" وہ غصہ سے بولی ـــــ "بڑے بوڑھے کہتے ہیں، نئے نئے شادی شدہ لوگوں کو سدا مونہہ سے شبھ شبھ بول نکالنے چاہئیں۔ یہ آپ کیسی بے ہودہ باتیں کرتے رہتے ہیں، جب دیکھو تب ـــــ" وہ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو پیتے ہوئے بولی "آپ کو پتہ ہے، مذاق میں آپ کتنی بھیانک باتیں کر جاتے ہیں۔"

"اے لے یار، کیا بھیانک ـــــ بس یہ ہے کہ ہم مر جائیں گے ـــــ آپ کو سفید ساڑیاں پہننی پڑیں گی ـــــ اور یہ لپ اسٹک۔ پرفیوم وغیرہ لگا کر جو آپ اور قاتل نظر آتی ہیں نا، یہ سب چھوٹ جائے گا ـــــ اور یہ سہاگ کی بندی جو ہے نا..."

"انیل ـــــ!" ورشا اتنی زور سے چیخی کہ انیل واقعی ڈر گیا "مت کیجئے ایسی بھیانک باتیں ـــــ بھگوان کے لئے ـــــ ویسے ہی آپ کی فاسٹ ڈرائیونگ ہمارے ڈالتی ہے ـــــ"

انیل پھر بھی مذاق کئے گیا ـــــ "لیکن بھائی۔ آپ یہ پرانی رسم تازہ مت کر دیجیو ـــــ مزے سے دوسری شادی کر لینا ـــــ ساری جائداد اور دولت تو ہم آپ کے نام لکھ ہی جائیں گے نا ـــــ"

ورشا ہچکیاں لے لے کر رونے لگی تو انیل ہڑبڑا گیا۔

"ارے یار، ایسی باتوں سے محبت پختہ ہوتی ہے ــــ پختہ مجھتی ہو نا ــــ ؟
ایک دَم پکی ــــ اور یار ایسی باتیں کرنے سے ہی تو پتہ چلتا ہے کہ تم ہمیں اتنا چاہتی ہو۔ اور اِس چاہت ہی میں تو زندگی کا سارا مزہ چھپا ہے۔ ویسے ایک بات بتا دوں جان ــــ ساتویں پھیرے میں جو دعا مانگی تھی نا ــــ وہ آنکھ دبا کر بولا :" اُس میں تمہارے ساتھ اپنی بھی بھلائی مانگی تھی ــــ اب تم سوچو کہ ایک پتی اپنی پتنی کے سہاگ کی دعا مانگے تو کیا وہ خود اپنے لئے دعا نہیں مانگ رہا ہے ؟ اور یار، ہم نے تو اِس قدر گڑگڑا کر اپنے بھگوان سے اپنی سلامتی کی دعا مانگی تھی کہ آتنا وشواس ہے کہ اگلے ۵۰ سال تک مرنے کا کوئی چانس ہی نہیں ــــ"

دُعائیں مانگنا اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، لیکن دُعاؤں کا پورا ہونا یا نہ ہونا بھی ایک حقیقت ہے اور بڑی اٹل حقیقت! کیوں کہ اِس دھرتی پر آکر جس انسان نے بھی سانس لیا ہے، اپنے بھاگیہ کا لیکھ بھی ساتھ ہی لکھا کر لایا ہے۔ اور بھگوان نے جس کے بھی نصیب میں جو سُکھ لکھ دئے ہیں، وہ مل کر رہیں گے اور جو بھی دُکھ لکھ دئے ہیں وہ بھوگنے ہی پڑیں گے ــــ"

اور وہ جس نے تڑپ تڑپ کر اپنے لئے، اپنی ورشا کے لئے ساتویں پھیرے میں دعائیں مانگی تھیں، اور جسے پورا وشواس تھا کہ اگلے پچاس سال تک جس کے مرنے کا کوئی چانس ہی نہیں، تیز گاڑی چلانے کی خطا میں جیون سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
گاڑی تیز چلاتے چلاتے وہ بہت دُور نکل گیا۔
ورشا پاگل نہ ہو سکی ــ اور یہی سب سے بڑا دُکھ تھا کہ وہ ہوش و حواس میں تھی ــــ پاگل ہو جاتی تو شاید یہ سب کچھ سہنا آسان ہو جاتا۔
بیوگی نے اُس پر نئے نئے ظلموں کے دروازے کھول دئے ــــ

شادی کے بعد کے یہ چار پانچ مہینے تو خوشبوؤں بھرے جھونکوں کی طرح پر لگا کر اُڑ گئے تھے —— ایسے سہانے دنوں میں اسے تو سسرالیوں کو اچھی طرح دیکھنے پرکھنے کا موقع بھی نہ ملا تھا کہ سسرال میں اتنے بڑے محل جیسے بنگلے میں کون کون رہتا ہے —— کیسی کیسی عادتیں ہیں —— لیکن اب جب کہ اس کا انیل اس سے بچھڑ کر ایسی جگہ چلا گیا تھا جہاں سے واپسی کی کوئی امید نہیں رہتی تو اسے پتہ چلا کہ وہ کیسے لوگوں کے بیچ میں رہ رہی تھی ——

ایک بوڑھی ممتا بھری ساس تھیں، جو ماں کا ہی ایک روپ تھیں۔ بیٹے کی ضد کے آگے انہوں نے زبردستی سر نہیں جھکایا تھا —— پڑھی لکھی نہیں تھیں، پرانے وچاروں کی تھیں لیکن ضدی نہیں تھیں —— جب بیٹے نے سمجھایا تھا: "ممی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب لوگوں کے پاس خود بھی دولت ہوتی ہے تو وہ اپنے سے اور امیر گھر کیوں ڈھونڈتے ہیں؟ کیا شادی کے بعد لڑکا لڑکی ایک نہیں ہو جاتے پھر امیری غریبی کا سوال ہی کہاں باقی رہ جاتا ہے؟ اور ممی، ہمیں تو بھگوان نے اتنا کچھ دیا ہے کہ پتا جی ڈھیر لگا لگا کر دولت پھینکنی بھی شروع کریں تو اس میں برسوں نکل جائیں ——" تو انہوں نے بیٹے کو گلے لگا کر اس کی بات مان لی تھی اور کبھی

ورثہ کو یہ احساس تک نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ غریب گھر کی بیٹی ہے۔ بیٹے کی جوان دِل ہلا دینے والی موت نے بھی ان کے رویہ میں کوئی فرق نہیں ڈالا تھا — انہوں نے کبھی اُسے منحوس کہہ کے نہیں پکارا۔ یہ تو ان کے اپنے بھاگوں کا لیکھ تھا جو وِدھاتا نے لکھا تھا اور انہیں اس دُکھ کو بھوگنا اور سمیٹنا تھا — بس ایک غم انہیں کھائے جاتا — اگر بیٹے کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتیں، چتا پر اپنے سامنے آگ کی لپٹوں کے ساتھ اسے بھسم ہوتے دیکھ لیتیں تو کلیجے میں یہ کلپ نہ ہوتی — لیکن انیل کی گاڑی تو ایسے حادثے سے دوچار ہوئی تھی کہ لاش کا کہیں پتہ نہ ملا — گاڑی گہرے کھڈوں اور کھائیوں میں پچکی پچکائی مِل گئی تھی، لیکن بھگوان جانے انیل کی لاش نالوں میں بہہ گئی تھی، سمندر میں ڈوب گئی تھی یا جنگلی جانوروں نے کھا ڈالی تھی۔ پولیس کئی دنوں تک تلاش کرتی رہی، لیکن ناکام رہی۔

بوڑھے سسر سارا کاروبار دونوں بیٹوں کے حوالے کر ہی چکے تھے، اب زیادہ تر پوجا پاٹ اور پڑھنے پڑھانے میں اپنا وقت گزارتے تھے۔ اس جان لیوا حادثے سے وہ ایسے ٹوٹے، ایسے بکھرے کہ نروس بریک ڈاؤن کا حملہ ہوا اور وہ بستر سے لگ گئے — اب وہ خود دوسروں کے محتاج تھے۔ ایک نرس رات کی ڈیوٹی پر، ایک دن کی ڈیوٹی پر مستقل ان کی سیوا کے لئے مامور تھیں۔

دیور بی، اے فائنل میں پڑھتا تھا — دونوں بھائی، بھائی نہیں، دوست تھے — دن رات ہنسی مذاق — وہ بھی جیسے گم صم ہو کر رہ گیا —

گھر میں چاچا اور چاچی بھی تھیں — چاچا بھائی اور بھتیجوں کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے — بالکل ایسے ہی چچا تھا، جیسے قصے کہانیاں میں ہوتے ہیں — پیسے کے لالچی — چاچی تھیں تو وہ بھی زہر کی پُڑیا تھیں — اب ماں جی کے ڈھیر ہو جانے کی وجہ سے سارے میں ان ہی کا حکم چل رہا تھا۔ ان ہی کی اولادیں راج کر رہی تھیں اور نئے نئے ظلم ایجاد کرنے میں ماں کا ساتھ دے رہی تھیں۔

"کل موہنی! منحوس! بکھرے پڑے گھر کی بہار کو کھا گئی —!" چچی نے حادثے

کی خبر سنتے ہی انیل کو یاد کرنے کی بجائے ورث کو پکڑا ــــ" میں تو پہلے ہی کہتی تھی، اتنے لمبے بالوں والی کو بیاہ کر لاتے ہیں۔ گھر میں جھاڑو پھر جائے گی ــــ"

بیٹی نے اپنے کٹے ہوئے بالوں کو جھلا کر پوچھا "ہاں ماں، لمبے بال منحوس ہوتے ہیں ــــ؟"

"اور کیا؟ لمبے بال جھاڑو کے سمان ہوتے ہیں، جس سے صفائی کی جاتی ہے۔ اسی لئے تو میں نے کبھی تم لوگوں کے بال بالشت بھر سے زیادہ نہیں رکھے ــ بڑے بوڑھے کیا غلط کہتے ہیں؟ صفایا ہو جاتا ہے سارا۔ اور پھر اس کی آنکھیں دیکھو ــــ توبہ توبہ! ناگن کی طرح ہیں ــــ ایسی چمک! کبھی اس سے نظر ملا کر بات تو نہیں کی جا سکتی۔ پکڑ لیتی ہے جیسے ــــ"

چاچی کے ہی کہنے پر اسے نوکروں والی کوٹھریوں میں سے ایک کوٹھری دے دی گئی ــــ بستر اٹھوا لیا گیا ــــ چارپائی ہٹا دی گئی ــــ چپلیں چھین لی گئیں ــــ سر مونڈنے کا وقت آیا تو وہ نہ روئی نہ چلائی۔

لمبی ساری چوٹی کو ہاتھ میں لے کر چاچی نے ہاتھ تولا ہی تھا کہ غصہ سے سنیل پھنکارتا ہوا آ گیا اور ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر سخت لہجے میں بولا "چاچی ہر بات کی حد ہوتی ہے ــــ بھابھی کے بال نہیں کٹیں گے ــــ"

"ہے ہے! تو کون بھابھی کا رکھوالا آ گیا؟ کالے مونہہ کی کُتیا بھرے پُرے گھر کو چاٹ گئی اور کہتا ہے بال نہیں کٹیں گے ــــ!"

"کالے مونہہ کی کُتیائیں ہوں گی آپ کی بیٹیاں ــــ کبھی غور سے بھابھی کا روپ دیکھا ہے ــــ؟"

"ہاں ہاں ــــ" چاچی ہاتھ نچا کر بولیں "تو تو تھام لے نا اس کا ہاتھ۔ عمر میں بھی چھوٹی ہی ہے تجھ سے ــــ"

سنیل نے ہوا میں ہاتھ لہرایا ــــ پھر سنبھل گیا۔

"چاچی، عورتوں پر ہاتھ اٹھانا اس گھرانے کی ریت نہیں ہے، ورنہ آج..."

پھر وہ ورشا سے مخاطب ہو کر بولا : "بھابھی، آپ اپنے ہی کمرے میں چلئے۔" اس کے بعد نفرت سے چاچی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا : "اور آئندہ بھابھی کو ابلی ہوئی سبزیوں اور سوکھے ٹکڑوں والا کھانا نہیں جائے گا۔ سمجھ گئیں آپ ؟ ورنہ آپ کی بیٹیوں کو بھی یہی کھانا اپنے سامنے بٹھا کر کھلواؤں گا —— اور یہ یاد رکھئے کہ سنیل جو کہتا ہے، کر بھی دکھاتا ہے ——"

اس طرف داری نے چاچی کی زبان کو ایک نئی راہ دے دی۔

"موئی کلٹا! بدچلن! آوارہ! دیور کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ارے یہ سب لچھن دیکھ دیکھ کر ہی انیل نے آتم ہتیا کر لی —— ارے ایکسیڈنٹ ویکسیڈنٹ کچھ بھی نہیں ہوا اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھا نہ گیا ہوگا تو بے چارے نے جان ہی دے دی، ارے اس سے اچھا تو یہ تھا ایسی بدچلن کو گولی مار دیتا —— خود تو جان سے نہ جاتا ——"

نت نئے طعنوں سے ورشا کا سینہ چھلنی ہو جاتا۔ اس کی پناہ گاہ صرف آنسو تھے، جو دن رات بہتے، پھر بھی اس کے جی کا بوجھ ہلکا نہ ہوتا۔

اس کے اپنے ماں باپ اسے لینے کے لئے آئے تو بے حال ساس نے بڑی اپنائیت سے کہا : "بہن، جو بھاگیہ کا لکھا تھا، ہو گیا۔ آپ بہو کو لے بھی جائیں گے تو اس کے بھاگیہ تو اس کے ساتھ ہی جائیں گے۔ وہ وہاں بھی روتی رہے گی، یہاں بھی رو ہی رہی ہے ——" پھر آنسو پونچھ کر بولیں : "وہ میرے انیل کی آتی جاتی سانس تھی — میں اسے پہلے بہو سمجھتی تھی۔ اب وہ میری بیٹی ہے — اسے میرے ہی پاس رہنے دیجئے۔"

میکے میں رہتی یا سسرال میں، اس کے نصیب میں غم ہی غم تھے۔ پھر چاچی نے آوارگی کے طعنے دے دے کر جینا اور بھی مشکل کر دیا تھا۔ سنیل کب تک اس کے لئے ڈھال بنا رہتا ؟

کیا ایسی زندگی سے موت اچھی نہیں —— ؟

اتنے بڑے بنگلے سے، گورکھوں اور چوکیداروں کی موجودگی میں باہر نکلنا بھی

آسان نہ تھا ——

"سنیل بھیّا، میں شام کو مندر جاؤں گی ——"

"پوچھنے کی کیا بات ہے بھابی —— میں خود آپ کو گاڑی میں لے چلوں گا ——"

"نہیں نہیں سنیل بھیّا ——" وہ اپنے ننگے پیروں کو دیکھتے ہوئے بولی —— "گاڑی میں پاؤں رکھنے کے لئے مخمل بچھا ہوا ہے —— اب میں مخمل پر پاؤں نہیں رکھ سکتی نا... ..."

سنیل نے اس کے ننگے پیروں کو دیکھا —— ایک دم وہ غصے سے چیخ اٹھا ——

"بھابھی —— ! چاچی نے پھر آپ کی چپلیں اٹھوالیں ——؟"

"دیکھئے سنیل بھیّا ——" وہ لجاجت سے بولی: "ان ریتوں رواجوں سے نبٹنا آپ کے، میرے بس کی بات نہیں —— میں منحوس ہوں۔ سچ بات بھی تو یہی ہے کہ میرا سایہ بھی جس ہرے بھرے پودے پر پڑ جائے، وہ جھلس جائے گا۔ بس آپ اتنی دیا کریں کہ میں باہر جانے لگوں تو چوکیدار سے کہہ دیں کہ مجھے روکے نہیں ——"

وہ سسکیاں لے کر بولی: "آپ اگر مجھے مندر کبھی نہیں جانے دیں گے تو میں کس کے آگے اپنا دل کھولوں گی —— ایک بھگوان ہی تو ہے جو دِلوں کی سُنتا ہے"

وہ آنسو پونچھ کر بولی: "میں آپ کے ساتھ گاڑی میں گئی تو گھر والے اور باتیں بنائیں گے —— آپ مجھے اور دکھی دیکھنا پسند کریں گے، سنیل بھیّا ——؟"

اس نے اتنی لجاجت اور درد بھرے لہجے میں یہ سوال کیا کہ سنیل کا دِل رو اٹھا —— وہ مونہہ دوسری طرف پھیر کر بولا: "اچھا بھابھی، جیسی آپ کی اِچھا —— لیکن سُندری یا موہنی کو ساتھ ضرور لے لیجئے گا۔ کوئی نوکرانی تو کم سے کم ساتھ جائے۔ اور بھگوان کے لئے، ننگے پاؤں نہ جائیے گا۔ کانٹا واٹا چبھ گیا تو ——؟"

"یہاں تو سارا دل کانٹوں سے لہولہان ہے سنیل بھیّا —— آپ کون سے کانٹے کی بات کرتے ہیں؟" اس نے کہنا چاہا، لیکن آنسوؤں نے کہنے نہ دیا۔

اس نے کھلے آسمان کی طرف دیکھا ـــــ کتنا وسیع، کتنا کھلا کھلا، کتنا روشن تھا ـــــ اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ انیل کے ساتھ آسمان کو تکتے رہنے میں بھی کتنا مزہ تھا ـــــ مگر آج ؟ آج کچھ بھی نہیں ـــــ زندگی کا کوئی مطلب ہی نہیں۔

نیچے کھلا سمندر تھا۔ مندر جانے کا بہانہ کر کے وہ اسی لئے آ گئی تھی کہ جس جگہ اس نے اور انیل نے گھنٹوں خوشیوں بھرے لمحات بتائے تھے، آج اسی جگہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

وہ کتنی ہی دیر تک کھڑی رہی۔ بہت دیر تک پرانے دنوں کو یاد کرتی رہی ـــــ وہ دن جو کبھی پرانے نہیں ہو سکتے تھے ـــــ انیل کے بعد کے یہ چار مہینے...

اس نے لرز کر سوچا "میں چار مہینے سے زندہ ہوں۔؟ آخر کیوں ـــــ ؟ کس لئے ـــــ ؟ کس کے لئے ـــــ ؟"

اس نے چھلانگ لگانے کے لئے اپنے آپ کو تولا، لیکن چھلانگ لگانے سے پہلے ہی کسی نے پیچھے سے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

اس نے گھبرا کر پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔

"سوامی ـــــ آپ!" وہ بڑبڑائی "انیل ـــــ آپ!"

پھر وہ ایک دم اس اجنبی کی باہوں میں بے ہوش ہو کر جھول گئی ۔

گیروے لباس میں ملبوس پیچھے سے ایک آدمی آگے بڑھ کر بولا : "کیا بات ہے وِجے ؟ کون عورت ہے یہ ــــ ؟"

وِجے پریشان سا ہو کر بولا : "پتہ نہیں یار ــــ ایسا لگتا ہے، خودکشی کرنے کے ارادے سے آئی تھی ۔ کوئی وِدھوا لگتی ہے، کیوں کہ سفید کپڑوں میں ہے ۔ چپل بھی نہیں ہیں ۔ بالوں میں دھول مٹی بھی ہے جو گھر والے وِدھواؤں کی مانگ میں روز سیندور کی بجائے بھر دیتے ہیں، بال روکھے ہیں ــــ کلائیاں سونی ہیں، آنکھوں میں کاجل بھی نہیں ہے ۔"

"تو اب کیا ارادے ہیں ــــ ؟" دوسرا آدمی بولا ۔

"ارادے کیا ہوتے ؟ اگر امیر ہوتی ۔ جسم پر گہنے وغیرہ ہوتے تو ایک بات بھی تھی ۔ کچھ کام آجاتی ــــ"

"تو پھر اس کو چھوڑ ــــ چل، اڈے پر چلتے ہیں ــــ اپنے دوسرے ساتھی آچکے ہوں گے ــــ"

"نہیں لال جی، یہ بات غلط ہو گی ــــ عورت کام کی معلوم ہوتی ہے پھر بے ہوش بھی ہے ــــ اور ایک خاص بات ــــ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے مجھے دیکھ کر "سوامی ۔ آپ !" کہا ــــ پھر بے ہوش ہونے سے پہلے "انیل، آپ !" بھی کہا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا شوہر انیل ہو گا، جو مر چکا ہے اور اس کی شکل یقیناً مجھ سے حد درجہ ملتی ہو گی، اس لئے وہ شاک کے مارے بے ہوش ہو گئی ــــ"

"ان سب باتوں کا مطلب ــــ ؟" لال جی پریشان ہو کر بولا "ہمیں اس سے کیا لینا دینا ــــ ؟"

"دینا نہیں ــــ لینا ــــ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے ہیں

پتہ کرتے ہیں کہ یہ چکر کیا تھا۔ اس نے مجھے سوامی کیوں کہا، انیل کیوں کہا ——
ارے یار سوچ —— اگر یہ بہت امیر گھر کی نکلی تو یوں سادھو بن کر ہمارے ٹولے
کو در در گھر گھر بھٹک کر لوگوں کو ٹھگنے اور بھیک مانگنے کی کیا ضرورت ؟ ایک ہی پلے میں
اتنا مال مل جائے گا کہ راج کریں گے پھر ——"

"اور جو یہ غریب گھر کی نکلی —— تو ؟"

"تو —— ؟ وہ بعد کی بات ہے ——"

"اچھا۔ یہ سوچ ——" لال جی اور بھی اُلجھ کر بولا "فرض کر یہ امیر نکلتی ہے
اور تیری شکل واقعی اس کے مرے ہوئے شوہر سے ملتی بھی ہے تو بھی تو کیا تیر مارے
گا ؟ کیا اس کا پتی بن کر اس کے گھر میں آسن جمالے گا ؟ پھر یہ کہ تیری چال ڈھال، اٹھنا
بیٹھنا، عادتیں کیا اسے اور دوسرے گھر والوں پر تیرا بھید نہ کھول دیں گی ؟ تو کیسے
اس ماحول میں اپنے آپ کو اڈجسٹ کر پائے گا —— کیا پتہ انیل کی آواز کیسی ہو
بات کرنے کا اسٹائل کیسا ہو —— ؟"

"بیٹا لال جی ——" وجے ہنس کر بولا "لگتا ہے اب تم مجھ سے اس لئے
جلنے لگے ہو کہ ایسی اپسرا جیسی لڑکی کا پتی بننے کا سوبھاگیہ مجھے پراپت ہونے والا ہے"۔

لال جی مسکاری سے بولا : "ایک بات تو طے ہے —— اکیلے اکیلے تم
کچھ ہڑپ کرا ہی نہیں سکو گے —— تم میں اور ہم میں برابر کی ساجھے داری ہے
چاہے وہ دولت ہو یا استری ——"

وجے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ لڑکی کو دیکھے گیا۔ اس نے
لڑکی کو زمین پر لٹا دیا تھا اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھے ایک ٹک اسے دیکھے
جا رہا تھا ——

لال جی بولا : "لڑکی ہے سُندر —— اتنی سندر کہ دیوتاؤں کا دل بھی
بھٹک جائے، چوروں ڈاکوؤں کی تو بات ہی کیا ہے ——"

وجے نے سنی اَن سُنی کر کے کہا "پہلے ہمیں اسے ہوش میں لانے کی ترکیب کرنی چاہیئے ـــــ ممکن ہے ہوش میں آکر یہ کچھ ایسی باتیں بتا سکے جو آگے چل کر ہمارے کام آئیں ـــــ"

وجے نے اس کا سر اٹھا کر دھیرے سے زمین پر رکھا اور دوڑ کر اپنا گیروے رنگ کا انگوچھا پانی میں بھگو لایا ـــــ پانی کے چھینٹے مونہہ پر پڑتے ہی ورشا نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے قریب بیٹھے ہوئے، گیروے رنگ کے لباس والے شخص کو دیکھ کر وہ اِک دَم اُٹھ بیٹھی ـــــ وجے نے لال جی کو آنکھ کے اشارے سے ہٹ جانے کا کہا اور خود ورشا کے قریب کھسک آیا۔

"انیل ـــــ انیل ـــــ کہیں میں سپنا تو نہیں دیکھ رہی ہوں ؟"

'انیل' صرف ہلکے سے مُسکرا دیا۔

"اور آپ نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے ـــــ اس طرح جوگی کیوں بن گئے؟"

وجے پھر بھی مسکراتا رہا ـــــ

ورشا نے اپنی کلائی کو اپنے ہی دانتوں سے زور سے کاٹا ـــــ اس کے مونہہ سے "سی" کی زوردار آواز نکلی۔

"کیا میں پاگل ہو گئی ہوں ـــــ یا واقعی ہوش میں ہوں ـــــ یا یہ سورگ ہے جہاں میں نے اپنے مرے ہوئے پتی کو زندہ پا لیا ہے ؟"

وجے پھر بھی مسکراتا رہا۔

"بھگوان کے لئے آپ کچھ بولئے، ورنہ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی"

وجے چاہ رہا تھا کہ اس کی خاموشی سے اُبل کر وہ کچھ ایسی باتیں دہرانے لگے جن سے اس کے اور اس کے پتی کے ماضی کی کچھ باتوں کا سُراغ مل سکے ـــ اس لئے وہ پھر بھی مسکراتا ہی رہا۔

"انیل ـــــ پتہ ہے کار ایکسیڈنٹ کے بعد آپ کی مرتیو ہو گئی تھی ـــ کار تو کچلی کچلائی حالت میں مل گئی تھی، لیکن آپ کی لاش کا کچھ پتہ نہیں چلا تھا ـــــ

انیل، چار مہینے سے ہم سب لوگ پاگلوں جیسی زندگی بسر کر رہے ہیں ـــــ پاپا بستر سے لگ گئے ہیں۔ زندہ ہیں، مگر مردوں سے بدتر ـــــ ممی دن رات روتی رہتی ہیں ـــــ بے چارہ سنیل دن بھر بھاگی بھاگی کر کے میری دل جوئی کرتا رہتا ہے لیکن اس کی ہمدردی سے چاچی غلط مطلب نکال کر زہر اگلتی رہتی ہیں۔ ان کی بیٹیاں بھی ماں کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ چاچا نے سارا کاروبار سنبھال لیا ہے، کیوں کہ سنیل تو آپ کے غم میں ادھ مرا ہو گیا ہے اور پاپا ـــــ" وہ سسکیاں لینے لگی " پاپا کا حال تو پوچھو ہی مت ـــــ ہائے انیل کیسی بہاروں بھری زندگی تھی ہماری! اور اب کیسی خزاں رسیدہ ہو گئی ہے! سچ ہے، دل ہی خوش نہ ہو تو کروڑوں کی دولت بھی بے کار لگنے لگتی ہے ـــــ"

وجے مسکراتے مسکراتے چونک اٹھا ـــــ یعنی یہ لڑکی جو انیل کی پتنی ہے، کروڑوں کی مالک ہے اور انیل، جس کا کار کے حادثے میں چار ماہ پہلے دیہانت ہو چکا تھا، اس جائداد کا بڑا وارث ہے، کیوں کہ جیسا کہ یہ لڑکی بتا رہی ہے، سنیل، انیل کا چھوٹا بھائی ہے۔ اور یہ کہ کار کے حادثے میں انیل کی لاش کا پتہ نہیں چلا ـــــ پورا چانس ہے یار ـــــ بہت بڑا چانس ـــــ زندگی کا سب سے بڑا چانس ـــــ ماں باپ بوڑھے ہیں، غم سے پاگل ہیں ـــــ اگر میں انیل کا اتنا ہم شکل نہ ہوتا تو یہ جو اس کی پتنی ہے، کیسے دھوکا کھا جاتی؟'

"آپ خاموش کیوں ہیں، انیل؟ کچھ تو بولئے، کچھ تو کہئے۔"

وجے چونک اٹھا ـــــ پتہ نہیں انیل اسے کیا کہہ کر مخاطب کرتا ہوگا مجھے اس کا نام بھی تو نہیں معلوم۔ اور یہ ہے کہ مجھے اپنا پتی مان بیٹھی ہے۔ ٹھیک ہے میں اسے فی الوقت ڈارلنگ، یا ڈیر کہہ کر مخاطب کروں گا ـــــ لیکن کیا پتہ انیل کی آواز کیسی ہو ـــــ ٹھیک ہے، میں کوئی بہانہ بنا لوں گا... ..."

درشا پھر بول اٹھی: "کیا بات ہے، انیل؟ پہلے تو آپ درشا، درشا کر کے مجھے بات کرنے کا موقع تک نہیں دیا کرتے تھے اور اب اس طرح خاموش ہیں

جیسے ناراض ہوں ——"

وجے دل ہی دل میں چہک اٹھا —— ارے، تو اِس کا نام ورشا ہے۔ چلو یہ مصیبت بھی حل ہوئی —— وہ کچھ مسکرا کر، کچھ اُداسی سے ورشا سے کہنے لگا "میری جان ورشا —— اصل میں اِس وقت میں اِس قدر خوش اور ٹینس ہو گیا ہوں بیک وقت کہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کیا بات کروں ——"

" ارے! آپ کی آواز کو کیا ہو گیا انیل؟ اِس طرح بھاری کیوں ہو گئی؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی۔؟"

وہ سنبھل کر بولا: "پچھلے چار پانچ دن سے زکام ہے —— گلا بھی خراب ہو گیا ہے اور بخار بھی تھا ——"

ورشا بے چینی سے اس کی بات کاٹ کر بول اُٹھی: "ارے تو آپ نے علاج کیوں نہیں کرایا؟ آپ کی سدا سے یہی عادت ہے کہ بس بیماری کو پالتے رہتے ہیں —— ڈاکٹر کے پاس جانے کے نام سے ہی آپ کو وحشت سی ہوتی ہے۔"

ٹھیک ہے میری مینا، اِسی طرح پٹر پٹر بولتی جاؤ اور انیل کی عادتوں، فطرت اور دن رات کے معمولات کے بارے میں مجھے معلومات دیتی جاؤ کہ وہ الو کا پٹھا تھا کیسا —— تاکہ مجھے تم پر قابو پانے اور تمہاری کروڑوں کی جائداد ہتھیانے کا پورا موقع مل سکے —— وہ دِل ہی دِل میں خوش ہو ہو کر سوچ رہا تھا۔

" ٹھیک ہے ڈیر، ڈاکٹر کے ہاں بھی چلے چلیں گے، مگر پہلے تمہیں جی بھر کے دیکھ تو لیں —— آنکھوں ہی آنکھوں میں تمہیں پیار تو کر لیں ——"

ورشا شرما گئی۔ پھر ہنس کر بولی: "میں تو خوشی سے بے حال ہو رہی ہوں سوچ سوچ کے کہ ممی پاپا آپ کو دیکھ کر کس قدر خوش ہوں گے —— سنیل کتنا پاگل ہو کر رہ گیا ہے —— اُس کی خوشی کے مارے کیا حالت ہو گی ——" پھر ذرا رُک رُک کر بولی: "اور جلنے والوں کے سینے پر تو بے شک سانپ لوٹ لوٹ جائیں گے۔"

وجے نے اُسے غور سے دیکھا تو وہ بولی: "میرا مطلب ہے چاچا جی، چاچی

اُن کی بیٹیاں —— میں سچ کہہ رہی ہوں انیل —— آپ تو میری نیچر سے بخوبی واقف ہیں، میری بُرائی اور غیبت کرنے کی عادت ہی نہیں، لیکن وہ لوگ اِس ناگہانی حادثے سے ذرا بھی ملول نہیں؛ بلکہ خوش ہیں اور ساری جائداد ہتھیانے کی فکر میں ہیں —— کیوں کہ سارا کاروبار تو آپ ہی دیکھتے تھے —— سنیل تو ویسے بھی ابھی اسٹوڈنٹ ہے۔

وہ تو بس یوں ہی آپ کا ہاتھ بٹا دیا کرتا تھا۔ اصل کرتا دھرتا تو آپ ہی تھے —— اگر آپ نہ آگئے ہوتے تو کروڑوں کی جائداد، کوٹھی سب کچھ چاچا چاچی ہڑپ کر جاتے —— بے بھگوان، اگر میرا سارا تن بھی زبان بن جائے تو میں تیرا شکر ادا کرتے کرتے نہ تھکوں۔

ایک دَم وہ رُکی، پھر کچھ غصّے سے بولی: "لیکن انیل، آپ یہ تو بتائیں کہ چار مہینے سے آپ لوٹے کیوں نہیں اور یہ جوگی کا سوانگ کیوں رچا رکھا ہے؟"

یہ جوگی کا سوانگ اِس لئے رچا رکھا ہے میری جان کہ میں تمہارا انیل نہیں، وجے ہوں —— میری چار پانچ بہاوُنڈ سادھوؤں کی ٹولی ہے۔ ہم گھر گھر جا کر سُراغ لگاتے ہیں کہ پورٹیکو میں کتنی کاریں کھڑی ہیں، بنگلے میں کتنے نوکر ہیں، اندازے سے کتنی دولت اِس گھر میں ہوگی —— پھر تم تو جانتی ہو کہ عورتیں زیادہ وہمی، زیادہ شکّی اور زیادہ دین دھرم والی ہوتی ہیں۔ یہ موقع تاک کر کہ گھر کے مرد کہیں باہر گئے ہوئے ہوں ہم پانچوں میں سے دو تین اُس گھر میں ڈیرا ڈال لیتے ہیں۔ جیوتش وِدیا سے اَلل ٹپ باتیں بتاتے ہیں —— ایسی باتیں جو زیادہ پیچیدہ نہیں ہوتیں، جیسے کسی بھی عورت سے یہ کہہ دو کہ آپ بڑے میٹھے سبھاؤ والی ہیں، لیکن آپ کی ساس آپ سے اچھا سلوک نہیں کرتی —— دیورانی جیٹھانی آپ سے بے حد جلتی ہیں، کیوں کہ آپ سُندر بھی ہیں سوشیل بھی —— آپ کے ہاتھ میں ہڈّی نہیں، بس دینے دلانے میں سارا دھیان لگا رہتا ہے —— لوگ آپ کو نہارتے رہتے ہیں، اِس لئے ساری سسرال آپ سے جلتی ہے —— تو کوئی بھی عورت خواہ مخواہ اچھی بھلی ساس میں بھی سوچ سوچ کر چند کیڑے پیدا کر ہی لیتی ہے —— دیورانیوں جیٹھانیوں کی ویسے بھی آپس میں کبھی نہیں بنتی۔ ہر عورت سُندر ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا رہتی ہے —— یہ ساری باتیں اُسے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں

کہ واقعی بڑے پہنچے ہوئے سادھو مہاراج ہیں۔

پھر دان پُن کا سوال ہی مت اُٹھاؤ ــــ یہ ہمارا اصول ہے۔ وہ کچھ دینا بھی چاہے تو ہم کہتے ہیں: اے کنیا، ہم تو صرف آشیرواد اور وردان دیتے پھرتے ہیں۔ کچھ لینا ہمارے دھرم میں گھور پاپ ہے۔

اِس پر وہ اور موم ہو جاتی ہے، پھر ہم کسی بھی عورت کو کبھی مائی نہیں کہتے کہ یہ بہت غصہ دلانے والا شبد ہے، کیوں کہ عورت کتنی بھی بوڑھی ہو مائی کہنے سے بور ہوتی ہی ہے ــــ کنیا کی گولی سیدھی اُس کے دل پر لگتی ہے ــــ ایسی گولی جس سے وہ مرتی نہیں، جی اُٹھتی ہے۔ جب شکاریوں ڈھیر ہو جائے تو ہم دھیرے سے خاص سادھو والے انداز میں کہتے ہیں: بات کہنی تو نہیں چاہئے، لیکن کنیا تیرے ماتھے کی لکیریں کہہ رہی ہیں کہ تو پریشان ہے، کیوں کہ تیرے پتی کا دھیان آج کل کسی اور استری کی طرف لگا ہوا ہے۔

یہ ایک ایسا تجربہ، ایسا تیر ہے جس سے کوئی عورت بچ نہیں سکتی، اِس لئے کہ خوب صورت سے خوب صورت عورت، چاہے وہ کتنی بھی تعلیم یافتہ اور باشعور کیوں نہ ہو، ہمیشہ اپنے پتی کے چال چلن کے بارے میں مشکوک رہتی ہی ہے۔ اُس کی اُس وقت کی بے چینی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے ــــ وہ فوراً سوال کرتی ہے: مہاراج، اِس کا کوئی اُپائے ہے؟

ہم جھٹ کہتے ہیں: ہاں بچہ ــــ دنیا میں بھگوان نے ہر بیماری کا علاج اور ہر سمسیا کا اپائے رکھا ہے ــــ تو اکیاون برہمنوں کو بھوجن کرا ــــ کچھ انہیں دان پُن بھی کر ــــ مگر یہ کام سوئم تو ہی کرانا ــــ ہم تو چلے۔

وہ پیچھے لپکتی ہے اور کہتی ہے: مہاراج، میں کس بہانے سے اتنا بڑا کاج کراؤں گی ــــ آپ خود ہی کرا دیں ــــ بڑی مہربانی ہو گی۔ اُس موئی نکٹا ناری کا ستیاناس آپ ہی کرا دیں۔

پھر ہمارے نہ نہ کرتے کرتے بھی وہ موٹے اور کرارے نوٹوں کی گڈی

ہمیں تھما دیتی ہے ـــــ دان پُن کرنے کے لئے الگ نوٹ یا زیور یا چاندی کے برتن ـــــ

'اور جہاں یہ حربے اور چالاکیاں نہ چلیں تو ہم کچھ دوسرے سوانگ رچاتے ہیں ڈیر کہ بس لقد نارائن ہمارے گھر آتے رہیں ـــــ سمجھیں؟'

ایک دم اُس نے ہڑبڑا کر اپنے ہونٹوں پر اُنگلیاں رکھ دیں ـ ہے مالک! ہے بھگوان! تیرا شکر ہی شکر ہے کہ یہ سب کچھ میں من ہی من سوچ رہا تھا، زبان چپ ہی تھی ـــــ ورنہ... ...' اور اِس ورنہ کے آگے وہ سوچ نہ سکا۔ اُس کے ماتھے سے اچانک پسینہ پھوٹ پڑا۔

"ارے آپ تو پسینہ پسینہ ہوتے جا رہے ہیں، حالانکہ اِس قدر پیاری ہوائیں چل رہی ہیں، اِس قدر ٹھنڈک بھرا ماحول ہے ـــــ اور میرے سوال کے جواب میں آپ کتنی دیر سے بس خاموش ہی ہیں ـــــ میں نے آپ سے یہ پوچھا ہے کہ چار مہینے سے آپ کہاں رہے، کیا کرتے رہے اور یہ جوگیانہ کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں ـــــ؟ ڈاڑھی بھی بڑھالی ہے ـــــ وہ تو یوں کہئے کہ آپ میرے رُوم رُوم میں رچے بسے ہوئے ہیں، ورنہ کوئی اور تو شاید ہی آپ کو پہچان پاتا۔"

'میری جان، تم نے پہچان لیا، بس یہی کافی ہے اور اِسی کی ضرورت بھی تھی ـــــ دُنیا مجھے پہچانے نہ پہچانے، اِس سے مجھے کیا غرض! وہ معنیٰ خیز انداز میں ہنس کر بولا:

"ارے واہ! دنیا کیوں نہ پہچانے؟ سینکڑوں آپ کے چاہنے والے ملنے جلنے والے ہیں۔ سب ابھی تک آپ کو یاد کرتے ہیں۔"

گھبراہٹ کی ایک تیز رَو وجے کے وجود میں دوڑ گئی ـــــ 'چلو پتنی، ماں، باپ، بھائی، چاچا، چاچی کو میں اگر بتا بھی دوں، لیکن ساری دنیا کو کیسے سمجھاؤں گا کہ میں ہی اسپیشل ہوں؟'

پھر اُس کے دل نے سمجھایا: ارے دھوکے باز! تُو سادھو بن کر اتنے دن

سے ایک دنیا کو اتو بنا رہا ہے تو اِن چند لوگوں کی کیا حقیقت ہے؟
"چلئے نا گھر ——" اُس کے خیالات کی رَو کو ورشا کی آواز نے توڑ دیا۔
"گھر —— گھگ —— گھر ——؟" وہ ہڑبڑا کر بولا۔
"ارے آپ کیسے بچہ گئے۔ انیل؟ آتے جاتے تو آپ ممّی کی گردن میں بچوں کی طرح باہیں ڈال کر جھولا جھولا کرتے تھے —— اب آپ کو ممّی کی یاد نہیں آ رہی ہے؟ اُن سے ملنے کو من نہیں کر رہا ہے؟"
"اصل میں بات یہ ہے ورشا ——" اب اُس کے حواس نے اُس کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ "کہ جب کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تو مجھے کچھ بھی یاد نہیں کہ ہُوا کیا —— میں شاید —— نہیں یقیناً بے ہوش ہو گیا تھا —— پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں کسی خیراتی ہاسپٹل میں تھا —— جانے کتنے دن بیت گئے۔ ایک دِن کسی پرانے اخبار میں اپنی موت کی خبر دیکھی۔ دل کو دھچکا سا لگا کہ اب تو میں سورگ باسی ہو گیا —— میرا تو کریا کرم بھی ہو چکا ہو گا —— اب اگر میں گھر لوٹا تو گھر والے ہی مجھے بھوت پریت سمجھیں گے —— کیا فائدہ ایسی ڈراؤنی زندگی سے کہ اپنے ہی ڈریں —— سو میں جوگیوں کی ایک ٹولی میں شامل ہو گیا۔ بس یوں ہی زندگی گزر رہی تھی ——" وہ ہاتھ سے لال جی کی طرف اشارہ کر کے بولا: "دیکھو وہ ٹیلے پر جو گیرُوے کپڑے پہنے ایک سادھو بیٹھا ہے نا —— میری ہی ٹولی کا ہے —— ہم بھگتی کے بھجن گاتے۔ پربھو کے گُن گان کرتے دوار دوار پھرتے ہیں —— نہیں نہیں، ہم سونا چاندی، روپیہ پیسہ نہیں مانگتے —— بس آشیرواد اور دان دیتے ہیں۔ ہاں پانی پیٹ کے لئے اَن تو ضروری ہے نا، تو اناج ضرور لے لیتے ہیں، وہ بھی اگر کوئی خوش دِلی سے دے دے تو —— ورنہ جو دے اس کا بھلا جو نہ دے اُس کا اُس سے بھی زیادہ بھلا ——"
ورشا کی آنکھیں ٹپ ٹپ آنسو برسا رہی تھیں۔
"ارے رے رے! یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ تم کیوں رو رہی ہو؟" وہ بناوٹی

گھبراہٹ سے بولا۔

"میں ـــ میں ـــ" وہ سسکتے ہوئے بولی: "میں یہ سوچ رہی ہوں انیل کہ آپ کے پاس کروڑوں کی دولت اور جائداد ہوتے ہوئے، آپ کیسے فقیر سنیاسی بن گئے کہ لوگوں کا دیا کھاتے ہیں، جب کہ ممی ہر شنی وار کو کتنے ہی غریبوں کو بھوجن کرا دیتی ہیں ـــ"

تھوڑی دیر خاموشی رہی، پھر ورشا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "دیکھئے، گھر چلنے سے پہلے مندر چلنا ہے۔"

"کیوں ـــ؟" وہ کچھ گھبرا کر بولا۔

"ارے!" وہ ہنسی ـــ آپ اتنے دن سے جوگی سادھو بنے بھگوان کا ورودان اور آشیرواد لوگوں کو دیتے پھر رہے ہیں اور ایک پانچ منٹ کے لئے مندر جانے سے گھبرا رہے ہیں ـــ یہ کیوں؟"

وہ سنبھل کر بولا: "میں گھبرایا کب؟ کیا میں گھبرایا ہوا لگ رہا ہوں؟"

"آپ ہمیشہ سے ہی مندر جانے سے کتراتے ہیں۔" وہ ناز سے اس کا ہاتھ کھینچ کر بولی: "سدا یہی کہتے رہے ہیں کہ دیوی میرے گھر میں موجود ہے تو میں مندر جانے کا کشٹ کیوں اٹھاؤں؟"

"ہاں ہاں، وہ تو ہے ـــ" وہ خوش ہو کر بولا: "میں تو ہمیشہ سے یہی کہتا ہوں اور آج بھی یہی کہتا ہوں کہ تم سے ملنے ہو تو مندر کی کیا ضرورت ہے؟"

"ضرورت ہے ـــ" وہ ہنس کر اور شرما کر بولی "میری مانگ میں سیندور بھرنے کے لئے ـــ"

"ارے باپ رے ـــ!" وہ زور سے اپنی جگہ سے اچھلا، جیسے کسی نے بم چھوڑ دیا ہو ـــ

"م ـــ م ـــ مگر ـــ کیوں ـــ ارے بھائی، یہ سیندور ویندور کا کیا جھگڑا ہے؟" وہ ہکلایا۔

وہ اُداس ہو کر بولی: "دیکھئے نا، چاچی روزانہ میری مانگ میں دُھول مٹّی بھرتی رہی ہیں —— کہتی ہیں، شاستروں میں یہی لکھا ہے کہ وِدھوا کے رُوپ کو مٹّی کا رُوپ دے دینا چاہیئے کہ کوئی بُری نظر سے اسے نہ دیکھے —— اُبلا ہوا بن نمک مرچ کا بھوجن اسے کھلانا چاہیئے کہ من میں بُرے بُرے وچار نہ آئیں —— سفید موٹی دھوتی پہنانی چاہیئے کہ انگ نہ چھلکے —— دیکھئے نا، کتنی موٹی ساڑی ہے۔ ایسی تو میں نے اپنی غریبی کے کنوارپن کے دنوں میں کبھی نہیں پہنی تھی —— اب گھر چلئے —— میں خوب سجوں گی، اپنے آپ کو خوب سنواروں گی۔ گوٹے کناری والے جھم جھماتے کپڑے پہنوں گی —— گاؤں گی، ناچوں گی —— سارے میں لال گلال بکھیر دوں گی —— ہولی دیوالی سے بڑھ کر رنگ اور دیپ سارے میں سجا دوں گی —— آج سے بڑھ کر خوشی کا دِن میری زندگی میں کبھی آ سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے ——" وہ جے دل ہی دل میں اسکیم بناتے ہوئے بولا "ٹھیک ہے ورشا، جو بھی تم سوچو، کرو —— میں راضی ہوں، خوش ہوں —— لیکن میرے وچار سے اگر تم اِس سفید موٹی ساڑی پر، مانگ میں سیندور سجا بھی لو تو مزہ نہیں آئے گا۔"

پھر وہ بناوٹی شرارت سے بولا: "ایسا کرتے ہیں، گھر چلتے ہیں، کچھ کرتے ہیں۔ پھر نہلاتے ہیں۔ اس کے بعد سیندور بھی تمہاری مانگ میں سجا دیتے ہیں ——"

"کچھ کرتے ہیں ——" اُس نے جس انداز سے کہا، ورشا شرما بھی گئی، کِھل بھی گئی؛ —— "بیٹے بھی، آپ بالکل نہیں بدلے ——"

"ارے، ہم کیا بدلیں گے جان؟ ہم سدا ایسے ہی رہیں گے —— لُوٹنے والے" وہ معنی خیز انداز سے بولا۔

"اچھا اچھا، ٹھیک ہے بابا —— جیسی آپ کی اِچھا —— آخر کو پتی دیو مہاراج ہیں نا —— ؟" وہ انگلی اٹھا کر ناز سے بولی "لیکن یہ اپنی ڈاڑھی شیو کر کے صاف کرنی پڑے گی آپ کو —— پتہ نہیں اُس تل کی میں کتنی دیوانی ہوں جو آپ کی ٹھوڑی کے نچلے حصّے میں گردن سے اوپر ہے —— یہ تل تو آپ کو تو نظر آ نہیں سکتا۔ اُس وقت کے

جب آپ خوب اونچا سر کر کے دیکھیں ـــــ مگر مجھے بہت پیارا لگتا ہے ـــــ سچ آپ اتنے ہینڈسم ہیں نا، اِسی لئے بھگوان نے خود ہی آپ کو بخریٹو لگا کر دنیا میں بھیجا تھا۔

وجے کا دل بیٹھ گیا ـــــ ہے بھگوان' بیں تِل کہاں سے لاؤں گا؟ اور کیا شیو کرنا بھی ضروری ہے؟ ـــــ ہاں، شاید سنیل بھی اصرار کرے ـــــ نہیں نہیں، ڈاڑھی تو منڈوانی ہی پڑے گی، ورنہ لوگ اسے اشتبھ مانیں گے، کیوں کہ یہ تو بیتا کے دنوں کی انہیں یاد دلاتی رہے گی ـــــ ٹھیک ہے۔ میں ذہنی طور پر بلیڈ سے اتنا حصہ ہی چھیل ڈالوں گا جہاں یہ پاگل تِل کا نشان بتا رہی ہے۔ بعد کی بات بعد میں سوچتے ہیں۔

وہ زور سے بولا: "ٹھیک ہے جاناں، جیسا آپ حکم کریں۔ ویسے ایک منٹ ـــــ میں اپنے سادھو ساتھی سے بات کر آؤں، ورنہ وہ فیل کرے گا۔"

ورشا وہیں ایک ٹیلے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی ـــــ وہ سادھو اِن دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا ـــــ

"کیا ہو رہا ہے اُستاد؟" لال جی اُسے دیکھتے ہی آگے بڑھا "راز و نیاز میں کافی وقت لگا دیا؟"

"ارے بڑے مزے ہیں یار۔ چکر یہ ہے ـــــ میں خلاصہ کر کے سناتا ہوں ـــــ اُس پٹاخہ کا پتی چار مہینے پہلے ایک کار ایکسیڈنٹ میں مر گیا ـــــ کروڑوں کی جائداد کا مالک ـــــ جو اِس قدر میرا ہم شکل تھا کہ اتنی دیر سے یہ پاگل مجھ سے باتیں کر رہی ہے اور اسے شک تک نہیں ہوا کہ میں انیل نہیں، کوئی اور ہوں ـــــ اب چکر یہ ہے کہ گھر میں ماں باپ، بھائی، چاچا، چاچی، ان کی بیٹیاں ہیں۔ کتنی ہیں ابھی اندازہ نہیں ہوا ـــــ بہرحال یہ پاگل مجھے اپنا پتی اور ان بڈھے بڈھی کا بیٹا سمجھ کر گھر لے جا رہی ہے ـــــ اب مجھے اُس کے پتی اور اُن کے بیٹے کا رول ادا کر کے سب کی عقلوں کو چونا لگا کر وہ ساری دولت ہڑپ کرنی ہے ـــــ"

"تو پھر ملاؤ ہاتھ۔ ٹھاٹ ہیں یار اپن سب کے ـــــ"

"وہ تو ہے، لیکن یہ پاگل پریم دیوانی، میرے ہاتھ سے اپنی مانگ میں سیندور بھروانے مندر چلنے کو کہہ رہی تھی ——— بڑی مشکل سے ٹالا۔"

"پاگل تو تو ہے ——— بھر دیتا سیندور ——— پورا شگھار ہی کر دیتا ——— مالا بھی پہنا دیتا ———"

"ابے گدھے، تجھے پتہ ہے سیندور بھرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے ——؟ اگر کوئی مرد کسی عورت کی مانگ میں سیندور بھر کر بھگوان کے سامنے مالا پہنا دے تو وہ پتی پتنی ہو جاتے ہیں بشاستروں میں یہی لکھا ہے ———"

"ابے جا بے ——— اپنے شاستر میں تو یہ لکھا ہے کہ جو بھی موقع ملے، اُس سے فائدہ اٹھالو ——— ویسے ایک چٹکی بھر سیندور بھرنے سے تیرا کیا بگڑ جاتا؟ کہیں اُسے شک وک ہو گیا تو ——— ؟"

"ارے، کیا میں اتنے زمانے سے کچی گولیاں کھیلتا رہا ہوں؟ ذرا دیکھتا جا، میں اِس ڈرامے میں اپنا پارٹ کِس خوبی سے ادا کرتا ہوں۔"

نیلن ایک چٹکی بھر سیندور . . . . ."

وجے، لال جی کی بات کاٹ کر ذرا چلّا کر غصّے سے بولا "ابے یہ کیا چٹکی بھر سیندور، چٹکی بھر سیندور کی رٹ لگا رکھی ہے ——— ارے ہم ڈھونگی ہیں پاکھنڈی ہیں، کیسے بھی ہیں، مگر اپنی بھی ایک آتما ہے ——— ایسے کیسے کسی بدھوا کی مانگ میں سیندور بھر دیں ——— پھر تو وہ پتنی ہو جائے گی ——— اور اپنے کو پتنی ونی کا چکر نہیں پالنا ہے۔

"ٹھیک ہے پھر ——— آتہ پتہ دیتے رہنا۔ اپنی منڈلی اور اپنے اڈّے کو بھول نہ جانا ———"

"ابے ظاہر ہے مال پہنچانے تو اڈّے پر آنا ہی پڑا کرے گا نا۔"

گوُر کھے نے سفید ساڑی میں ملبوس ایک عورت کو اندر آتے دیکھا،

اُس کے ساتھ ایک سادھو بھی تھا ـــــ جوان ـــــ ڈاڑھی بڑھی ہوئی ـــــ گیروا لباس ـــــ اُن کے نزدیک آنے پر اُس نے پھاٹک کھول دیا ـ

"بہو رانی ـــــ آپ اِس سمے ...."

"ہاں، جب میں گئی تھی تو پھاٹک پر دوسرا چوکیدار تھا ـــــ" ورشا مُسکرا کر بولی: "مندر سے لَوٹنے میں ذرا دیر ہو گئی ...."

لیکن گورکھا اُس کی بات نہیں سُن رہا تھا ـــــ وہ حیرت سے سادھو کو دیکھ رہا تھا ـــــ ایک دَم وہ چِلّا کر اندر کی طرف بھاگا ـ

"مالکن ـــــ مالکن! دیکھئے، کون آیا ہے ـــــ بڑے صاحب ـــــ بڑے صاحب!"

سنیل چھوٹے صاحب کہلاتا تھا ـــــ اور اِن دونوں کے پاپا مالک کہلاتے تھے ـ

گورکھے کے چِلّانے پر اندر پہلے تو کوئی ہلچل ہی نہیں ہوئی، اِس کے بعد بوکھلائے ہوئے چاچا جی سب سے پہلے نمودار ہوئے ـــــ پھر ایک ایک کر کے سب لوگ پورٹیکو والے برآمدے میں جمع ہونے لگے ـ

سب سے بعد میں مالکن نظر آئیں ـــــ بے تابی اور پاگل پن سے بھیڑ کو چیرتی، گرتی پڑتی، ساڑی کو سنبھالتی، وحشت زدہ ـ

سامنے مسکراتی ہوئی ورشا 'انیل' کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی ـ

"ممی، دیکھئے ہماری پرارتھنائیں بے کار نہیں گئیں ـــــ بھگوان کتنا بڑا ہے ممی ـــــ کتنا مہان ـــــ دیکھئے، انیل لوٹ آتے ہیں ـــــ ممی میرے منہ میں خاک، یہ مرے نہیں تھے، بے ہوش ہو گئے تھے ـــــ کسی رحم دِل نے دیا تھا کر ہسپتال میں بھرتی کرا دیا تھا ـــــ وہیں اخبار میں اپنی موت کی خبر سنی تو سوچا کہ اب واپس جاؤں گا تو سب بھوت پریت سمجھ کر ڈریں گے، اِس لئے جوگی کا بھیس لے لیا ـــــ ممی دیکھئے نا جوگی بن کر بھی یہ اُتنے ہی سُندر اور پیارے ہیں نا ؟"

لیکن ممّی کچھ نہیں سن رہی تھیں۔ وہ بے ہوش ہو کر کسی کی باہنوں میں جھول گئی تھیں ——

"ارے ڈاکٹر کو فون کرو ——"

"ارے ڈاکٹر کو بلاؤ ——"

"ارے عطر یا کوئی تیز خوشبو لاؤ ——"

"ارے، نہیں تو کارڈن سے پھول ہی لے آؤ ——"

"کسی پنڈت کو بھی بلوالو —— ارے اتنا شبھ اور سر بھگوان نے دیا۔ پوجا بھی ہو گی ——"

"پھول مالائیں بھی منگوا بھیجو —— سوا گتم ہو گا ——"

"ارے بڑے مالک کا پلنگ بھی یہیں اٹھوا لاؤ، بیٹے کا درشن کرتے ہی چنگے ہو جائیں گے ——"

"ارے ہٹو —— رستہ دو —— ڈاکٹر صاحب آ گئے ——"

بڑے سے شان دار ڈرائنگ روم میں ہی ایک صوفے پر ممّی کو لٹا دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے ایک انجکشن دیا، ہتھیلیوں اور تلوؤں کی مالش کرائی۔ انہوں نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں۔

سامنے جگر مگر اجالوں میں اُن کا اپنا کھویا ہوا لال سب سے بڑا اُجالا بنا کھڑا ہوا تھا۔

انہوں نے اپنی کانپتی لرزتی باہنیں آگے پھیلا دیں۔

"میرے لال —— میرے دِل کے ٹکڑے —— آ میرے سینے سے لگ جا —— کیسی سزا دی تھی رے تو نے اپنی ماں کو تو —— تو اتنا نردئی کیسے ہو گیا تھا رے انیل؟" اور اُن کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو ٹپکنے لگے۔

وجے ایک عجیب سے جذبے سے تھرّا سا گیا —— لیکن اُس نے اپنے آپ کو

سنبھالا۔ نہیں وجے نہیں ـــــ یہ وقت جذباتی ہونے کا نہیں ہے، اداکاری کرنے کا ہے ـــ تم جتنی سچی اداکاری کرو گے، اتنے ہی مالا مال ہو جاؤ گے ـــ کم آن مائی بوائے ـــ اُس نے اپنے آپ کی ہمت بندھائی ـــ

"اوہ ماں جی ـــ!" وہ لپک کر آگے بڑھا اور ماں کے چرنوں میں ڈھیر ہو گیا۔

نہ جانے اُن میں کہاں سے طاقت آ گئی ـــ وہ ایک دم اُٹھ بیٹھیں۔ اُسے اپنے کلیجے سے بھینچتے ہوئے وہ پوری کی پوری کانپ رہی تھیں۔

"ہے بھگوان! میں کیسے تیرا شکر ادا کروں ـــ مجھ پاپن کی کون سی ادا تجھے بھا گئی جو یوں خوشیوں سے مجھے لاد دیا ـــ ارے کوئی اِس کے پتا جی کو تو اٹھا کر لائے ـــ"

"نہیں ماں جی، میں خود پتا جی کے پاس جاؤں گا ـــ میں انہیں سہارا دوں گا ـــ ایسا سہارا کہ وہ خود اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے ـــ"

سارا قافلہ جب بڑے مالک کے کمرے میں پہنچا تو واقعی بھگوان نے اپنا چمتکار دکھا دیا کہ وہ جو چار مہینوں سے ہل جُل بھی نہیں سکتے تھے، انیل کے آنے کا شور شرابہ سُن کر، اور اب خود عین اپنی آنکھوں کے سامنے اسے پا کر جیسے دوبارہ زندہ ہو اُٹھے۔ بچوں کی سی پھرتی سے اٹھ کر وہ ایک دم کھڑے ہو گئے۔

"میرے بچے! میرے انیل!"

بس یہی چار شبد اُن کے مونہہ سے نکلے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

وجے نے انہیں اپنی باہنوں میں بچے کی طرح بھر لیا۔

"میں کتنا بھاگیہ شالی ہوں پتا جی ـــ آج مجھے میرے کھوئے ہوئے ماں باپ مل گئے، میرا گھر بار مل گیا ـــ کاش میں اپنے ہی بنائے ہوئے وسوسوں کے جال میں قید نہ رہتا اور ایک مہینے ہسپتال میں پڑا بھی رہا تو صحت پاتے ہی سیدھا اِن مہان چرنوں میں لوٹ آتا ـــ وہ سر جھکا کر رونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"ممی ـــ" ورشا دھیرے سے بولی: "انہیں اب آرام کرنے دیں ـــ ویسے بھی

ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، دیکھئے آواز کتنی بھاری ہو گئی ہے، بتا رہے تھے گلے میں درد ہے ـــــ اب سب اتنے سوالات کریں گے کہ اور تھک جائیں گے اِس لئے ... ..."

"ٹھیک ہے، بیٹی۔ لیکن پہلے پھیرے ہو جانے چاہئیں ـــــ پھول مالائیں۔ سیندور، سب سامان یہیں منگوا لو اور پنڈت کو بھی یہیں بلوا لو۔ انیل سے کہو جلدی سے نہا دھو کر آ جائے۔"

وجے کھڑے کھڑے لڑکھڑا گیا۔

"م ـــــ م ـــــ ماں جی ـــــ لیکن یہ سب کیوں ـــــ؟" پھر سنبھل کر ہنستے ہوئے بولا "کیا ہمارا بیاہ نہیں ہو چکا ہے ـــــ؟"

"ہو تو چکا ہے، بیٹے ـــــ" ممتا اور پیار سے بولیں: "لیکن بیٹا شاستروں میں لکھا ہے کہ پتی پتنی میں سو دن سے زیادہ کی جدائی پڑ جائے تو نئے سرے سے پھیرے کرانے چاہئیں، نہیں تو پاپ لگتا ہے ـــــ"

"م ـــــ م ـــــ مگر ماں جی ... ..."

"اگر نہ مگر ـــــ اب تو جلدی سے جا کر نہا لے اور دیکھ وہی اپنا شادی والا جوڑا پہننا ـــــ صافہ وہیں تیری الماری میں رکھا ہے ـــــ"

"پنڈت جی جو اتنے میں آ چکے تھے اور ہاتھ جوڑے سامنے ہی کھڑے تھے، بولے: "لیکن مہورت تو آپ نے نکلوایا ہی نہیں ماں جی ـــــ"

"دوسری بار کے پھیروں میں مہورت کی ضرورت نہیں پڑتی، پنڈت جی ـــــ آپ وِدوان ہو کر یہ بات کہہ رہے ہیں!"

پنڈت جی شرمندہ سے ہو گئے۔ وہ پھر بولیں "میں پڑھی لکھی تو ہوں نہیں، لیکن دھرم اور شاستروں کی موٹی موٹی باتیں تو جانتی ہی ہوں۔"

پھر وہ سارے نوکروں کو الگ الگ احکام جاری کرنے لگیں۔

بڑے مالک اچانک خوشی کی طاقت سے اٹھ تو کھڑے ہوئے تھے،

لیکن اب دوہری خوشیوں کی مارے کمزور سے ہو کر پھر پلنگ پر پڑ گئے تھے۔ وہ اُن کے قریب جا کر پیار سے بولیں: "اب دیکھئے! آپ کتنی جلدی ٹھیک ہو جائیں گے ــــ بھگوان ہماری بہو کا سہاگ امر کرے ــــ" اور اُن کی آنکھیں پھر چھل چھل برسنے لگیں ــــ

اندر کمرے میں ۹ بجے اور ورشا میں سخت تکرار چل رہی تھی۔

"ورشا یہ سارا تماشہ مجھ سے نہیں ہوگا ــــ کوئی بات ہے بھلا؟ اب خاک میں دولہا بنوں گا ــــ وہ بھی دوسری بار ــــ"

"تو کیا ہو گیا ــــ؟ تین بار تو ویسے ہی بن چکے ہیں ــــ چلئے، چوتھی بار بھی سہی ــــ"

وہ اپنی رَو میں بک گیا ــــ "کب کب بنا تھا میں ــــ؟"

"ارے رے!" وہ ہنس کر بولی "بھول گئے؟ بڑے پھوپا جی کی بیٹی انّو دیدی کی شادی میں آپ نے یہی جوڑا سب کے کہنے پر پہنا تھا یا نہیں؟ پھر اپنے دوست رتن کی شادی پر ــــ اب چوتھی بار پر کیوں اعتراض ہے سرکار کو ــــ؟"

وہ یوں ہی گھونسٹھ بنا کھڑا رہا تو ورشا بولی: "چار مہینے میں آپ کچھ نہ کچھ بدلے تو ضرور ہیں ــــ کچھ ضدی بھی ہو گئے ہیں ــــ پھر سادھوؤں کی سنگت صحبت میں بات چیت پر بھی اثر پڑا ہے ــــ پہلے ممی، پاپا کو ممی پاپا کہتے تھے، اب ماں جی اور پتاجی کہہ رہے ہیں ــــ" وہ ہنسی ــــ "کہیں مجھے بہو رانی کہنا شروع نہ کر دیں نوکروں کی طرح ــــ"

ساماں ــــ

"انیل، جب سے آپ گئے، تب سے یہ کمرہ، یہ باتھ روم جوں کے توں ہیں ــــ کسی نے یوز نہیں کیا انہیں ــــ سب چیزیں مل گئیں نا؟ دیکھئے، ہینڈل کے پاس کھونٹی پر آپ کا بیڈنگ گاؤن بھی ہے ــــ نیلے مخمل کا ــــ" باہر

سے ورشا کی آواز آئی۔

وجے آخر جوان تھا ـــــ شرارت جاگی :

"سب چیزیں ہیں یہاں، بس تمہاری کمی ہے ـــــ قسم سے مزہ آجائے گا!"

وجے دہل سا گیا ـــــ ابھی تو پتہ نہیں کتنی غلطیاں اور ہوں گی، لیکن ٹھیک ہے، ورشا نے خود ہی جواز ڈھونڈھ لیا کہ سادھوؤں کی سنگت میں زبان پر بھی اثر پڑا ہے ـــــ اُس نے لرز کر دیکھا، ورشا ایک بڑی سی شان دار الماری کھول رہی تھی ـــــ

" لیجئے سرکار، اپنی شادی کا جوڑا اٹھا لیجئے ـــــ اور یہ رہا سر کا پٹکا صافہ ـــــ اور یہ رہا سچے موتیوں والا سہرا ـــــ" وہ ہنسی ـــــ "لیکن قسم سے انیل، مجھے بہت شرم آرہی ہے۔"

" تو مرو ـــــ" اُس کے ہونٹوں تک بات آئی، لیکن وہ پی گیا۔ وہاں تو سمندر کنارے ورشا نے صرف مندر چل کر سیندور مانگ میں بھرنے کی بات کہی تھی تو وہ ہڑبڑا گیا تھا ـــــ یہاں تو سات پھیروں کے ساتھ پورا وِواہ کا بندھن اُسے باندھنے جا رہا تھا ـــــ

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ـــــ اُس نے اپنے آپ کو پھر تسلی دی ـــــ 'مال دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد میں اگر اِسے چھوڑ کر بھاگ بھی گیا تو یہ لوگ میرا کیا بگاڑ لیں گے ـــــ؟ اور رہی شادی، تو یہ فلموں میں جو ہیرو لوگ اتنی شادیاں کرتے ہیں تو کیا وہ سچی ہو جاتی ہیں ـــــ؟ وجے بیٹا، یہ بھی ایک فلم ہی ہے اور تم صرف اداکاری کے جوہر دکھا رہے ہو ـــــ اِس لئے بیٹا رام کا نام لے اور چڑھ جا سولی پر ـــــ:

بے حد شان دار، عالی شان باتھ روم میں جا کر تو وجے کے حواس ہی اُڑ گئے ـــــ سالا یہ باتھ روم ہے یا محل؟ ایسا آئینوں سے سجا ہوا تھا کہ ہر طرف

خود کو وہی وہ نظر آ رہا تھا ـــــ بہت بڑا سنگِ مرمر کا ٹب۔ سفید ہی سنک۔ ایک طرف ٹوائیلٹ ـــــ ٹاول راڈ پر تولئے ٹنگے ہوتے ـــــ خوشبودار شیمپو ـــــ طرح طرح کے باڈی صابن ـــــ ایک سفید خوب صورت سے اسٹینڈ پر شیونگ کا وہ اندر سے چلا کر بولا۔

"چپ بھی رہو۔ شرم نہیں آتی ـــــ؟"

"پہلے آ رہی تھی، اِس وقت بالکل نہیں آ رہی ہے ـــــ"

"شیو کیا یا نہیں ـــــ؟" اُس نے باہر سے پکارا ـــــ

ایک دم وجے کا دل دھڑ دھڑا اُٹھا ـــــ اُس نے ڈری ہوئی آواز میں جواب دیا: "کر رہا ہوں بھائی، کر رہا ہوں ـــــ بہت بور کر رہی ہو تم ـــــ ایک تو اتنے اچھے باتھ روم میں اکیلا نہانا پڑ رہا ہے ـــــ اوپر سے تنگ بھی کئے جا رہی ہو ـــــ"

اُس نے بھگوان کا نام لے کر ڈاڑھی پر شیور چلا دیا ـــــ ایک دم وہ پاگلوں کی طرح اپنے آپ اکیلے ہی ہنسنے لگا 'ارے واہ رے بھگوان واہ! تیری لیلا اپرم پارا ـــــ کیا واقعی میں انیل کا جڑواں بھائی تھا؟ یہ گردن کے اوپری سرے پر اور ٹھوڑی کے نیچے تل تک ویسا ہی بنا دیا! بس بس، میں سمجھ گیا بھگوان ـــــ تو خود مجھ پر مہربان ہے اور تلا ہوا ہے کہ مجھے کروڑ پتی بنا کر چھوڑے ـــــ"

گہرے نیلے مخمل کا بیڈنگ گاؤن پہن کر، تہا دھو کر، شیو کر کے جب وہ باتھ روم سے کمرے میں آیا تو ڈریسنگ ٹیبل کے قدِ آدم آئینے میں خود کو دیکھ کر واقعی حیران رہ گیا ـــــ

"یار، میں کافی ہینڈسم آدمی ہوں ـــــ آج پتہ چلا ـــــ کیوں ورشا رانی، کیا خیال ہے؟"

وہ پلٹا، مگر کمرہ خالی تھا۔ وہ دروازے تک آیا تو دیکھا سامنے ہی

ماں جی کھڑی تھیں ـــــ وہ خود کو 'ماں جی' کہنے سے بمشکل روک سکا ـــــ اُس نے بڑی خوش دلی سے پوچھا : "ارے ممّی آپ ! ورشا کدھر چلی گئی ـــــ"

"بیٹا، میں نے اُسے دوسرے کمرے میں کپڑے بدلنے، دُلہن بننے کو بھیج دیا ہے ـــــ ابھی پھیرے نہیں ہوئے نا ؟ اتنے دلوں کے بچھڑے ملے ہونا ـــــ کوئی اونچ نیچ نہ ہو جاتے ـــــ" انہوں نے بند بند شبدوں میں بات سمجھا دی ـــــ

"اوہ ممّی ! آپ بھی بس کمال کرتی ہیں ـــــ !"

باہر بڑے سے بنگلے میں ایک ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ اتنی جلدی اتنی ساری تیاریاں ہو چکی تھیں کہ وہ دنگ رہ گیا کہ واہ رے پیسے تجھ میں بھی کتنی شکتی ہے۔ آنکھ جھپکتے میں ایک شادی کا سا سماں بنا دیا گیا ـــــ شاید کوئی جلدی میں ویڈیو کیمرہ بھی لے آیا تھا۔

چاچا جی نے آکر اُس کے سر پر پٹکا باندھنے میں مدد دی، لیکن وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اُن کا موڈ کچھ بگڑا بگڑا سا ہے۔

"چاچا جی، آپ کی طبیعت تو کچھ گڑبڑ نہیں ـــــ ؟" وہ بے حد اپنائیت سے بولا ـــــ

انہوں نے کوئی خاص جواب نہ دیا، بس صافے کے پیچ کستے رہے۔

"آپ میرے آنے سے کتنے خوش ہیں، چاچا جی ؟" وہ جان بوجھ کر انہیں ستا رہا تھا۔

"جتنے سب ہوتے اتنا ہی ـــــ" وہ کچھ رُکھائی سے بولے۔

"اور چاچی ـــــ ؟ انہوں نے تو ورشا کی مانگ میں مٹی بھر بھر کے اُس کی مت مار دی ـــــ اتنی مٹی بھری کہ اگر کٹورے میتھی کے بیج ڈال کر ذرا سا پانی بھی ڈالتی رہتیں تو آج مجھے ہری ہری بھاجی کھانے کو مل جاتی ـــــ"

"دیکھو انیل بیٹے ـــــ" وہ غصّہ دبا کر بولے ـــــ "سہرا ٹھیک بندھا

ہے نا ــــ ؟"

چار پانچ لڑکیوں کے جھرمٹ میں سامنے سے ورشا چلی آرہی تھی۔ وجے کی نظر اٹھی تو بس ہٹنا ہی بھول گئی ــــ چند منٹ پہلے سفید ساڑی میں اُجڑی اجڑی سی جو لڑکی اُسے بے حد اچھی لگی تھی، اب تو سرخ جھم جھماتے جوڑے اور زیورات سے سج کر آسمان سے اترا چاند لگ رہی تھی۔

وہ اُسے بھکاریوں کی طرح دیکھے جا رہا تھا اور ورشا شرم سے جھکی جا رہی تھی۔

چاچا جی چلے گئے تو وہ ذرا غصے سے بولی: "آپ کو شرم نہیں آتی؟ اپنے چاچا جی آخر کیا سوچتے ہوں گے ــــ ؟"

"ارے وہ بڈھا بھی تو کبھی جوان رہا ہوگا ــــ"

"چھی چھی ــــ!" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی: "اپنے چاچا کو کوئی اتنی بدتمیزی سے پکارتا ہے ــــ"

"اُس سالے بڈھے کے تو تین بجا دوں گا اب ــــ تم نے بتا جو دیا ہے کہ پپّا کی جائداد ہڑپنے کی فکر میں تھا ــــ کیوں ورشا ــــ؟" وہ ایک دم اپنائیت سے بھرے، مگر اندر سے بناوٹ کے ساتھ بولا: "یہ سگے چچا لوگ ہمیشہ بھتیجوں کے دشمن کیوں ہوتے ہیں ــــ؟ خون ایک ہونے کے باوجود بھی ــــ!"

"اچھا، اب بے کار باتوں میں وقت نہ گنوائیے۔ تین بار ممی کہلوا چکی ہیں کہ نکل چکو ــــ"

دونوں ساتھ ساتھ کمرے سے باہر نکلے تو ممی تصویرِ حیرت بنی کھڑی تھیں۔

"کیا رُوپ اترا ہے دونوں پر ــــ بھگوان انہیں بُری نظر سے بچائے!" مڑ کر انہوں نے دیورانی سے کہا: "اے بے، ذرا دونوں کی ایڑیوں میں کجل کا ٹیکہ تو لگا دو کاجل سے ــــ"

سامنے ہی صوفے وغیرہ ایک طرف ہٹا کر ایک خوب صورت چوکھٹے میں اگنی

جلادی گئی تھی ـــــ اتنی جلدی میں پھولوں سے سجا کر اُسے ایک منڈوے کا رُوپ بھی دے دیا گیا تھا۔ پنڈت اپنا بڑا سا پیٹ لئے تیار بیٹھا تھا ـــــ اتنی ساری لڑکیاں عورتیں، نوکر چاکر، پڑوسی، جانے کون کون جمع ہو گئے تھے کہ اچھا خاصا شادی گھر کا سا ماحول بن گیا تھا ـــــ کسی نے اسٹیریو آن کر دیا تھا ـــــ تیز آوازوں میں شہنائی بج رہی تھی ـــــ

ممّی نے دونوں کے پلّے لے کر ایک زرتار دوپٹے سے کس کس کر سات گانٹھیں دیں ـــــ

"اب ساتوں وچن دُہراؤ ـــــ" وہ پیار سے بولیں۔

پہلے چار پھیروں میں وجے آگے آگے، ورشا پیچھے پیچھے چلی۔

بعد کے تین پھیروں میں ورشا آگے آگے چلی اور اسے پنڈت کے حکم پر پیچھے چلنا پڑا ـــــ

اُس کی بناوٹی شادی تھی یا اصلی، بہرحال تھی پہلی شادی۔ اُس کی سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب چکر کیا ہے۔

چار پھیروں تک وجے آگے تھا، تو ورشا اُس کے دائیں طرف تھی۔ پھر بعد کے تین پھیروں میں ورشا اُس کے بائیں طرف کر دی گئی۔

ساتویں وچن پنڈت زور زور سے کہتا گیا اور وجے دُہراتا گیا ـــــ پہلے ممّی پنڈت سے کہتیں، پھر پنڈت کہتا، پھر وجے دُہراتا ـــــ

"میں اپنی دھرم پتنی کو سدا اپنی کھوں گا ـــــ"

"میں اپنی دھرم پتنی کی تن من دھن سے رکھشا کروں گا۔"

"میں اُس کا دل نہیں دُکھاؤں گا ـــــ"

"میں اِس کے کہے پر چلوں گا ـــــ"

"اُس سے میری جو سنتان ہوگی میں اُس کا ابھاری رہوں گا ـــــ"

"زندگی کے سارے برسوں میں وہ میرے دائیں اور بھی رہے گی اور دل

کی طرف بائیں اور کبھی ——"

"میں وچن دیتا ہوں کہ اپنی دھرم پتنی کی سمپتی اور جائداد کو کبھی برباد نہیں کروں گا، اُس کی سنتان کی بھی ایسی ہی رکھشا کروں گا جیسی اُس کی اپنی"

سائیں —— سائیں —— سائیں —— اگنی، پوترا اگنی میں اصلی گھی جل رہا ہے یا اُس کے ضمیر سے چٹ چٹ چنگاریاں اُڑ اُڑ کر اس کے وجود کو خاکستر کر رہی تھیں ——

'وجے، تم پوترا اگنی کے گرد پھیرے لے لے کر وچن دے رہے ہو اور وعدے کر رہے ہو کہ تم اپنے آپ کو ایک اچھا آدرش پتی ثابت کر کے دکھاؤ گے اور یہ معصوم سی لڑکی جو ہر پھیرے پر تمہارا پکا وشواس کر رہی ہے، کیا تم اُسے وہ سارے سکھ دے سکو گے جس کے تم ابھی ابھی وعدے کر چکے ہو۔؟ اور یہ آخری وعدہ —— کہ اُس کی سمپتی کو برباد نہیں کرو گے —— اور سمپتی اور جائداد اور سنتان کی، دھرم پتنی ہی کی طرح حفاظت اور رکھشا کرو گے —— کیا یہ سب تمہیں اچھا لگ رہا ہے وجے؟'

اُس نے کانوں میں انگلیاں دے لیں —— یہ کون اُسے زور زور سے پکار رہا تھا —؟ اس کا اپنا ضمیر اسے کچوکے دے رہا تھا ——

وہ چکر کھا کر وہیں گر پڑا ——

کیمرہ مین ویڈیو کیمرہ چھوڑ کر بھاگا کہ اسے اُٹھا لے — ایک دم ہر طرف گڑبڑ پھیل گئی ——

"انیل بے ہوش ہو گیا —!"

"انیل کو چکر آ گیا —!"

ارے ڈاکٹر چلا گیا تھا کیا —؟ فون کرو یا گاڑی لے کر کسی کو دوڑاؤ"

ممی وہیں گم صم سی کھڑی سارا منظر دیکھتی رہیں۔ پھر آنسو بھری آنکھیں لئے وہ 'بیٹے' کے پاس پہنچیں۔ اُس کا سر اپنی گود میں اُٹھا کر بے حد ممتا اور پیار سے اسے

پکارنے لگیں ——— انیل ——— انیل بیٹے —— آنکھیں کھولو —— دیکھو میں تمہاری ماں تمہیں پکار رہی ہوں ———"

ماں کی پکار میں ایسا اثر تھا کہ ڈاکٹر اور انجکشن کے بغیر ہی وجے نے آنکھیں کھول دیں ——— وہ لیٹے لیٹے ایک ٹک ماں کو دیکھے گیا۔

'وجے' اِن ممتا بھری آنکھوں کے سحر سے، اِس جادو سے اپنے آپ کو بچالو، ورنہ ایک بار اگر تم سچے دل سے ماں کہہ کر اِس عورت سے لپٹ گئے تو تمہارے سارے خواب چکنا چور ہو جائیں گے ——— اپنی نگاہیں پھیر لو ——— اپنے دل کی آواز کو دبا دو، ورنہ تم کچھ بھی نہ کر سکو گے۔

وجے نے پھر آنکھیں موند لیں ——— وہ جیت گیا تھا ——— ایک ماں کی ممتا بھرے جذبے کی نیند سے وہ آزاد ہو گیا تھا۔ اب وہ بے ہوش نہیں تھا صرف بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اگر وہ آنکھیں بند نہ کر لیتا تو عین ممکن تھا کہ وہ خود ہی اپنا سارا بھانڈا پھوڑ دیتا اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گذار رہا ہوتا ———

ورشا سانس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے بولی: "ممی، میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ اِن کی طبیعت چار چھ دن سے ٹھیک نہیں ہے۔ پھر اپنے سارے پیاروں سے ملنے کی خوشی ——— ایکسائٹمنٹ ہو گیا ہے ——— ڈاکٹر آئے۔ بھگوان نے چاہا ٹھیک ہو جائیں گے ———"

ڈاکٹر نے آکر انجکشن دیا ——— کچھ دوائیں دیں، جو وجے نے بے حد بد دلی سے کھائیں۔ لیکن ابھی ورمالا پہنانی تھی اور دلہن کی مانگ میں سیندور بھی بھرنا تھا ——— ورشا مسکرا مسکرا کر اسے سہارا دے رہی ——— وہ سمجھ رہی تھی کہ یہ سب آنے والے ایکسائٹمنٹ کا پیش خیمہ ہے۔

ورمالا ڈالنے کی گھڑی آئی تو وہ ہنس کر بولا: "ممی، ہم نے پھیرے شروع کرنے سے پہلے بھی ایک دوسرے کو مالائیں پہنائی تھیں اور اب پھر

اور بھی ——؟"

"ہاں ——" ممی مسکرا کر پیار سے بولیں : "اب دوبارہ اس لئے کہ اب تمہیں دلہن کی مانگ میں سیندور بھرتا ہے اور گلے میں منگل سوتر پہنانا ہے، اتنی جلدی سب بھول گیا پگلے ——؟" وہ پیار سے ہنسیں ——

وہ گڑبڑا گیا، مگر سنبھل کر بولا : "اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں"

چاندی کی ڈبیا آگے بڑھا کر ممی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا : "بول بیٹے : بھگوان، میں تجھے ساکشی مان کر عہد کرتا ہوں کہ اس سیندور کی لاج نبھاؤں گا اور کتنی بھی کٹھن گھڑی آئے، اپنی دھرم پتنی کو کبھی سنکٹ میں، کسی مشکل میں اکیلی نہیں چھوڑوں گا۔"

پوترا گنی تو اس سے دور تھی، لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ وہ دھڑ دھڑ بھڑکتی آگ میں جل رہا ہے۔ مگر وہ ایک ایسے بھنور میں آ پھنسا تھا کہ کتنا بھی ماہر تیراک تھا، نہیں نکل سکتا تھا —— اس نے سارے بول دہرائے —— صرف زبان سے —— دل سے ایک ہی دعا نکلی :

ہے بھگوان، مجھے اس جنجال سے چھٹکارا دلا!

لیکن اب چھٹکارے کی کوئی راہ نہ تھی —— وہ پنڈت کی موجودگی میں، پوترا گنی کے سامنے، اتنے بہت سے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے، اور سب سے بڑھ کر اُن دو مہربان آنکھوں کے سائے میں جو اسے کسی طور، کسی طرح قرار نہیں لینے دے رہی تھیں۔ اس لڑکی کو اپنی بیوی مان چکا تھا جو اس کی کوئی نہیں تھی، لیکن اب سب کچھ بن چکی تھی۔ اور جس کی دولت ہتھیانے کی خاطر اس نے یہ سارا ڈرامہ رچایا تھا۔

کھانے دانے کے بعد اس نے جب مہکتے سلگتے سہاگ کے کمرے میں خود کو پایا تو اس کی پرانی بشاشت پھر لوٹ آئی۔

"ارے یار بدھو رجے —— سالے تم نے زندگی بھر ایسے ٹھاٹ باٹ کے بارے میں سوچا بھی نہ ہوگا —— تم ایک اناتھ آشرم کے پلے ہوئے پلے —— تمہیں پتہ بھی تھا کہ محل کیا ہوتا ہے؟ یہ ٹھنڈا ٹھنڈا ایرکنڈیشنڈ کمرہ —— یہ طرح طرح کی

خوشبوئیں —— یہ پھولوں کی لڑیوں سے سجا ہوا چھپر کھٹ —— اور اس پر یہ پری کی طرح سندر اور البیلی دلہن —— بس شروع ہو جاؤ میرے یار!"

اچانک اس نے ورشا کی دھیمی سی آواز سنی —— "آپ کے جانے کے بعد سے آج پہلی بار میں نے خود یہ الماری کھولی ہے —— دیکھئے، یہ سارے گہنے جو آپ نے چڑھاوے میں دیئے تھے، جو ممی پاپا نے پہنائے تھے، اسی طرح رکھے ہوتے ہیں —— آج ان میں سے یہ ست لڑا ہار تو کم سے کم آپ اپنے ہاتھوں پہنا دیجئے"۔

وجے نے پلٹ کر دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا —— لاکھوں کی مالیت کے سونے، ہیرے کے زیورات آگ کی طرح دہک رہے تھے! وہ بڑی مشکل سے خود کو سنبھال سکا۔

"اٹھئے نا!" ورشا ناز سے بولی۔

وہ گھبرا کر بولا "تم تو پہلے سے ہی زیورات میں لدی ہوئی ہو جان"۔

"یہ تو ٹھیک ہے ——" وہ تو مسکرائی "لیکن پہلی بار جس طرح آپ نے ہیروں کا نکلس پہنایا تھا، اس بار یہ ست لڑا بھی ——" پھر وہ کھل کھلائی۔ "اور جناب، یہ کچھ میں نہیں کہہ رہی ہوں۔ ممی نے مجھے جاتے جاتے سکھا دیا تھا۔ ابھی وہ تھوڑی دیر پہلے تو کہہ گئی تھیں۔ وہ اصل میں اسی لئے آئی تھیں"۔

وجے کانپتے ہوئے جسم کو لے کر الماری کے پاس آیا —— اس کی زندگی غریبی کی گود میں بیتی تھی۔ اس نے نہ کبھی اچھے کپڑے دیکھے تھے، نہ اچھا کھانا —— زیورات کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ لیکن اتنا اسے ضرور علم تھا کہ ایسے بڑے محل میں رہنے والی راج کماری کے پاس زیور نقلی نہیں ہو سکتے —— اس نے دھڑ دھڑ دھڑکتے دل کو بڑی مشکل سے قابو میں کیا۔

"لائیے راج کماری جی —— اس سیوک کے ذمے کیا سودا ہے؟"

ورشا نے ہنستے ہوئے ست لڑے کا ورنی ڈبا اس کے ہاتھوں میں تھما دیا۔

اس نے غور سے ست لڑے کو دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں اتنے غور سے ؟ جیسے پہلی بار دیکھ رہے ہیں ! ارے شام داس جوہری کے ہاں سے ساڑھے تین لاکھ کا آپ کی اپنی پسند کا خریدا ہوا ہے ۔"
وہ ہنسی ۔۔۔ "یاد ہے، ممی کو یہ زیادہ پسند نہیں آیا تھا تو آپ نے کتنی بے شرمی سے کہا تھا : ارے ممی، جب ورشا اسے پہنے گی نا تو یہ ہار اپنے نصیبوں پر ناز کرنے لگے گا ۔۔۔ ایسی ایسی خوب صورت گردنیں کیا ان ہیروں کو روز روز میسر ہوتی ہیں ؟"

وجے نے سر جھٹک کر اپنے حواس سنبھالے ۔۔۔ "سب یاد ہے، میری جان، سب یاد ہے ۔۔۔ اگر کچھ یاد نہیں تو صرف یہ یاد نہیں کہ اس وقت ہم ہیں کہاں ۔۔۔ اسی دنیا میں یا سورگ میں ۔۔۔ یہ رومانی رات ، یہ پھولوں بھرا بستر یہ اپسرا جیسی چاند چاند دلہن ، یہ آس پاس سونے چاندی، ہیرے موتی سے دمکتے چمکتے زیور ۔۔۔ اس نے لگاوٹ سے اس کی ناک کو چھوا ۔

"ارے تم اصلی ہو یا نقلی ۔۔۔ انسان اتنے حسین تو نہیں ہوتے ۔"

"بس یہ تو آپ کا مخصوص ڈائیلاگ ہے ۔۔۔" وہ اٹھلا کر بولی ۔۔۔
اور وجے خوشی کے مارے پاگل سا ہو گیا ۔۔۔ "چلو، اپنا کچھ تو انیل میں ملتا ہے ۔"

اس نے ست لڑے کا جھک بے تابی سے لگایا اور بستر پر ایسی بدتمیزی اور بدمعاشی سے کودا کہ ساتھ میں ورشا کو بھی لپٹاتا چلا گیا ۔

"ارے ارے ۔۔۔ میرے زیور ۔۔۔ بھئی ٹانکے ٹوٹ جائیں گے نا ۔۔۔" وہ ڈلار سے بولی : "کتنے بے صبرے بنے جا رہے ہو ۔"

"ارے چار مہینے اس سورگ سے دور رہا ہوں، میری جان ۔۔۔ اور کتنا صبر کروں ۔۔۔ ؟" اس نے ورشا کے بے پناہ گھنے اور خوشبودار بالوں میں اپنا چہرہ ڈبو دیا ۔

"اب میں آپ کو کبھی ڈرائیونگ نہیں کرنے دوں گی ۔۔۔"، ورشا پتہ نہیں کدھر بہہ گئی ۔

"ڈرائیونگ ؟" وجے کا دماغ بھک سے اڑ گیا ۔۔۔ "یار واقعی ۔۔۔" وہ

5780 Acc. No. 21007 — 1982

اپنے آپ سے بولا : 'یہ خیال تو مجھے آیا ہی نہیں تھا کہ اس محل میں جب لمبی لمبی کاروں کی لائن لگی ہوئی ہے تو ڈرائیونگ تو مجھے آنی چاہئے ـــــ اور سانیل کا تو ایکسیڈنٹ ہی تیز رفتار کار چلانے کی وجہ ہوا تھا ـــــ لیکن بھگوان، تو بھی واقعی ہے میرے فیور میں ـــــ اب یہ لڑکی کہہ رہی ہے کہ میں آپ کو ڈرائیونگ نہیں کرنے دوں گی ـــــ کہ اپنے تو مزے ہو گئے نا ـــــ یہاں تو ساری زندگی گزر گئی، ڈرائیونگ تو دور رہی کبھی گاڑی میں بیٹھنا تک نصیب نہ ہوا ـــــ خیر جب اتنی محبت والی پتنی ملی ہے، تو اُسے پٹالوں گا بعد میں کہ جاناں، ہم تو ڈرائیونگ کے بارے میں سب کچھ بھول گئے ہیں۔ تو ایسا کرو کہ اپنے محل کے اسی کمپاؤنڈ میں ہمیں تم خود ہی دھیرے دھیرے ڈرائیونگ سکھا دو ـــــ"

"کہاں کھو گئے آپ ـــــ؟" ورشا اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

وہ اس کے بالوں کے آبشار میں ڈوبے ڈوبے بولا : "جانم، تم میں ہی کھوئے ہوئے ہیں ـــــ ارے تم کتنی حسین ہو ـــــ" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے کہتا گیا : یہ جگ مگ جگ مگ آنکھوں کے ہیرے ـــــ بدن کی چاندی ـــــ بالوں کا سونا ـــــ کیا کچھ نہیں ہے تمہارے پاس ـــــ؟ پھر کھلی الماری میں سجے زیورات کی طرف دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں بولا : 'اور پھر یہ سچ مچ کے زیورات ـــــ ارے واہ رے بھگوان واہ! آج تو سمندر کے کنارے واقعی سمندر مل گیا۔ میں نے تو اسے ڈوبنے سے صرف اس لئے بچایا تھا کہ شاید کوئی مال دار پارٹی ہو۔ ہمدردی اپنے دل میں کہاں تھی؟ اپنا ہی مطلب تھا ـــــ لیکن تو تو واقعی دیا کو نکلا ساری زندگی کے مزے چکھ لئے ـــــ لال جی سنے گا، دوسرے ساتھی سنیں گے تو کس قدر جشن نہ منائیں گے!'

اس نے بڑی لائٹ آف کر دی۔ نائٹ بلب کی سنہری روشنی میں ماحول ایسا خواب ناک ہو گیا کہ وہ بھول گیا کہ وہ کون تھا اور کس مقصد سے یہاں تک آیا تھا۔ بس اس کے ساتھ ایک اپسرا تھی ـــــ اس کے سامنے ایک سنگِ مرمر سے

تراشیدہ بدن تھا۔ بالوں کے گھور گھنگھور بادل تھے اور وہ ان میں ڈوبتا ابھرتا پھر ڈوبتا جا رہا تھا۔

ایک ایک کر کے وہ ایک ایک زیور اس کے چاندی سونے جیسے بدن سے جُدا کرتا گیا۔ پھر دھیرے دھیرے اس نے اس کے خوب صورت بدن کو چھپا دینے والے گستاخ کپڑوں کو اپنے راستے سے ہٹایا۔

سونے اور مصری کی ڈلی کی طرح چمکتا، میٹھا سراپا اس کے اپنے ہاتھوں کی پہنچ میں تھا۔

"آج کی صبح تو میں نے سوچا تک نہیں تھا کہ رات اتنی مہربانیاں لئے ہوئے مجھ پر طلوع ہوگی۔

وہ بھونرا بنا، اس پھول کی مٹھاس کی ہر ہر بوند چوستا گیا۔

صبح آئی تو وہ جے کے گئے ہوئے حواس بھی لے آئی ــــ بستر کو اس نے اچنبھے سے دیکھا ــــ نرم نرم مخملیں گدیلے۔ سنبل کی ملائم روئی کے ریشمی تکیے ــــ بے حد نرم اور ملائم لحاف ــــ اس نے اپنے، کپڑوں سے بے نیاز جسم کو ذرا ڈر کر لحاف میں چھپا لیا ــــ

"کیا یہ میں ہی ہوں ــــ؟"

باتھ روم سے ہنستی، مسکراتی، شرماتی، بالوں کو تولئے سے پونچھتی صبح کی سنہری کرن کی طرح اُجالے لئے درشا کمرے میں آئی ــــ

"شیم، شیم، پوپی شیم ــــ!" وہ اُسے چڑانے لگی۔

اس نے سچ مچ گھبرا کر لحاف اور بھی اچھی طرح اپنے جسم کے گرد لپیٹ لیا ــــ

وہ بچوں کی طرح توتلے لہجے میں اسے ستانے لگی ــــ

"اے اے، تیپلے پہنا تیں آتا نا چھوتے سے پاپا تو ـــــ میں پہنا دوں ـــــ ؟" (ارے ارے، کپڑے پہنا نہیں آتا ننا چھوٹے سے پاپا کو ـــــ میں پہنا دوں ـــــ ؟")

وجے کو زور کی ہنسی آ گئی ـــــ "اتنی مار ماروں گا بدمعاش لڑکی کہ یاد کرے گی ـــــ"

ورشا آ کر اس کے جسم پر لوٹ گئی ـــــ اس کے ٹھنڈے ٹھنڈے بدن سے آنچیں سی نکل رہی تھیں ـــــ تولیہ گر پڑا تو سارے بال کھل کر وجے کے جسم پر بکھر گئے ـــــ اس نے ورشا کے بدن سے بھیگا بھیگا چپکا ہوا بیڈنگ گاؤن ایک جھٹکے سے اتار کر کے پھینک دیا ـــــ

"پلیز انیل ـــــ پلیز ـــــ ! یہ کیا کر رہے ہیں آپ ! فار گاڈ سیک ـــــ !" وہ سچ مچ مارے شرم کے سرخ پڑ گئی ـــــ رات کی بات اور ہوتی ہے، لیکن دن کے اُجالے میں یوں ـــــ ؟

اس نے جلدی سے سارے بدن کو پاس پڑے دوسرے لحاف میں چھپا لیا ـــــ وجے اپنا لحاف پھینک کر ورشا کے لحاف میں گھس گیا ـــــ

"قسم ہے بھگوان کی ـــــ آپ کی شرم تو جنے کہاں چلی گئی ـ"

"اب شرم کا پتہ ٹھکانا ڈھونڈنے کی بات پیچھے ڈالو اور چپ چاپ ـــــ ہاں ... ..." اور اس نے ورشا کے گلابی گلابی بھرے بھرے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے سی ڈالا۔

"توبہ ہے توبہ ـــــ !" جھینپتی مسکراتی ورشا پھر باتھ روم میں چلی گئی ـــــ

"کہتے تو ہم بھی نہاں آ جائیں ـــــ"

"جی، بہت بہت مہربانی ـــــ" اس کی ہنسی سے بھرپور آواز آئی "آپ وہیں اچھے ہیں ـــــ"

"ارے صاحب، آپ کے غلام ہیں ہم۔ اور غلام تو سدا راج کماری

کے ساتھ ہی لگے رہتے ہیں ۔" وہ شرارت سے بولا ۔
ڈریسنگ گاؤن لپیٹ کر ابھی وہ ورشا کو ستانے کے لیے باتھ روم کھٹ کھٹانے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی :

"کون ہے ۔۔۔ ؟" وہ اندر سے ہی بولا ۔

"میں ہوں ۔۔۔" باہر سے آواز آئی ۔

"میں کون ۔۔۔ ؟" وہ جیسے پریشان سا ہو گیا ۔۔۔

"ارے میں ہوں ۔۔۔ سُنیتا ۔۔۔"

سنیتا ۔۔۔ ؟ یہ سنیتا کون ہے ؟ وہ گھبرا گیا ۔۔۔ سوچتا رہا کہ دروازہ کھولے یا نہ کھولے ۔ اگر دروازے پر کوئی ایسی شکل موجود ہوئی جسے وہ پہچان نہ سکا ۔۔۔ اور یقیناً پہچان نہ سکے گا ، کیوں کہ اس کے لئے تو سارے چہرے انجانے تھے ۔۔۔ یہ اور بات تھی کہ انیل کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے اس کا اپنا چہرہ سب کے لئے جانا پہچانا تھا ۔۔۔ وہ کسی کو کیسے پہچان سکتا ہے ۔۔۔ ؟

اس نے بہت ڈرتے ڈرتے جا کر دروازہ کھولا ۔۔۔

"ارے ممی ، آپ ۔۔۔ !"

"اور کیا ۔۔ ؟ آج میرا نام سنیتا بھول گیا ۔ کل اپنے پپا دینا ناتھ راج کا نام بھی بھول جائے گا کیا ۔۔ ؟" وہ پیار سے اس کے سر پر چپت مار کر بولیں ۔۔۔

"اوہ ممی ۔۔۔ !" وہ اپنا گھبرایا ہوا چہرہ ان سے چھپانے کی خاطر ان کے سینے سے لپٹ گیا "کوئی بیٹا چار مہینے میں کیا اپنی ممی اور پپا کے نام بھی بھول سکتا ہے ؟ اصل میں آپ کی آواز میں دروازہ بند ہونے کی وجہ سے ٹھیک طرح سن نہیں سکا ، ورنہ میں اپنی جان سے پیاری ممی کو اُن کے نام کو بھلا سکتا ہوں بھلا ۔۔۔ ؟"

باتھ روم کا دروازہ کھلا ، ورشا کمرے میں داخل ہوئی لیکن ساس

کو دیکھ کر پھر شرما کر اندر بھاگ گئی ـــــ ساس پیارے ہنسیں، بیٹے کو دیکھا اور تنبیہہ کے انداز میں سر ہلا کر بولیں: "یاد رکھ، اگر میری بیٹی کو زیادہ تنگ کیا تو ـــــ"

وہ شرارت سے ہنس کر بولا: "مطلب یہ کہ کم تنگ تو کر سکتا ہوں نا؟"

انہوں نے بیٹے کو پیار سے گلے لگایا۔ "جیسا تجھے ملا ہے، ایسا تو میں نے کبھی کسی کو ملتے نہیں دیکھا بھگوان ـــــ قصّے کہانیوں میں بھی ایسی انوکھی مثالیں نہیں ملیں ـــــ" پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں میں وجے کا چہرہ تھام کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بھرّائی ہوئی آواز میں بولی: "بیٹیا! اب کبھی ایسے سفر پر مت نکل جانا، جہاں سے واپسی اتنی دیر بعد ہوتی ہے ـــــ"

وجے کو ایک فکر سب سے زیادہ کھائے جارہی تھی ـــــ انیل کی ہینڈ رائیٹنگ اور اس کے دستخط کیسے ہوں گے؟ ممکن ہے آج ہی کل میں بینک میں جانا پڑ جائے چیک سائن کرنا پڑ جائے ـــــ کوئی بھی مشکل آسکتی ہے کیا کیا جائے کہ یہ پریشانی حل ہو ـــــ؟ ویسے ورشا خود اپنی پرانی یادیں نکال نکال کر ماضی کے قصّے دہرا رہی ہے کہ مجھے اچھی خاصی آگاہی انیل کے بارے میں حاصل ہوتی جارہی ہے ـــــ سنیل کو بھی ذرا شک نہیں ہوا۔ ممّی بھی کافی اتو ہیں البتہ یہ چاچا دھن راج ٹیڑھی ٹیڑھی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو دم نکل جاتا ہے میرا۔ خیر میرا کیا بگاڑ لے گا سالا ـــــ بس خوشی کی بات یہ ہے کہ ورشا خوب اُتو بنی۔ پورا پورا پتی مان اور سمجھ لیا ہے مجھے ـــــ اس بات سے بڑا اعتماد اور ڈھارس ملی ہے مجھے ـــــ لیکن چند باتیں اور معلوم ہو جانی چاہئیں ـــــ ایک تو یہ کہ دوست ملاقاتی آئیں تو کس طرح ان سے پیش آیا جائے۔

"دھیرے دھیرے وجے ـــــ دھیرے دھیرے۔" اس نے اپنے آپ کو سمجھایا کسی کو شک نہ ہو جائے۔ ویسے اس دس بارہ دن کی مدت میں ابھی تک

جب کسی کو شک نہیں ہوا تو آگے کیسے ہو سکتا ہے؟ اصل مصیبت کے دن تو یہی پہلے پہل کے تھے ـــــ یہ اچھے نکل گئے تو آگے تو مجھ پر اعتماد پختہ ہی ہوتا جائے گا ـــــ'

"ارے سنیل یار، میرے سالے کاغذات، پیپرز وغیرہ کہاں ہیں ـــ؟ ایک دن وجے نے اندر سے اپنے آپ کو مضبوط بنا کر، مگر بے حد ڈر ڈر کر پوچھا ـــــ

"ارے بھیا ـــــ" سنیل بے تکلفی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا: "آپ کے جانے کے بعد کس کم بخت کو کاغذ پتر یاد تھے ـــــ آپ تو ساری زندگی کی خوشیاں ہی سمیٹ کر لے گئے تھے ـــــ قسم لے لیجئے جو میں نے کسی پیپر پر سائن تک کیا ہو، یا دیکھا ہی ہو ـــــ چاچا جی کو ہی پتہ ہوگا ـــــ پاپا تو بے چارے مُردوں سے بتر تھے ـــــ"

ممی بھی پرانے غمگین دنوں کی یاد کر کے رونی جیسی ہو گئیں ـــــ ماحول کے بوجھل سناٹے کو ورشا نے ہی بول کر کچھ ہلکا کیا۔

"دیکھو سنیل، جب اچھے دن بھگوان نے واپس دے دئے تو پرانے دنوں کو یاد کر کے فائدہ ـــــ؟"

"سچ کہتی ہیں بھابی آپ ـــــ" سنیل مسکرا کر بولا: "لیکن بھابی، دو ہفتہ ہونے آ رہے ہیں ابھی تک ہم نے بھیا کی شاندار واپسی کا جشن تک نہیں منایا"

وجے کے چہرے پر گھبراہٹ سی دوڑ گئی ـــــ

"کیا اس کی کوئی ضرورت ہے ـــــ؟" اس نے گھبراہٹ کو چھپاتے ہوئے سادگی سے کہا ـــــ

ورشا چہک کر بولی: "ضرورت کیوں نہیں ہے ـــــ؟ ارے انیل ہم لوگوں نے جو یہ چار مہینے اتنے غموں میں گھر کر گزارے ہیں نا، تو ایک ایک پل کا بدلہ لیں گے ـــــ کم سے کم ایک ہنگامہ تو ہے گا ـــــ"

ممی مسکرا کر بولیں ، "انیل بیٹا، اصل میں تجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ تو ہم سب کا کتنا دُلارا ہے ——"

"ٹھیک ہے ممی، ٹھیک ہے —— جیسی آپ لوگوں کی مرضی ——" وجے نے نارمل ہوتے ہوئے کہا۔

ویسے بیٹا، تیرے کاغذات میں نے اُٹھا کر رکھ دیے تھے، کیوں کہ بے چاری بہو کو تو تمہاری چاچی نے نوکروں کی طرح، بلکہ نوکروں سے بھی بدتر کر رکھا تھا —— نہ کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی اجازت تھی، نہ اس کے اپنے کمرے میں داخل ہونے کی ——"

وجے کچھ نہ بولا ——

"اور سن بیٹا، تیری جو عادت تھی نا، بیٹھے بیٹھے جگہ جگہ اپنے نام اور دستخط لکھنے کی —— میں نے وہ سارے ردّی جیسے کاغذات بھی سمیٹ کر رکھ لیے تھے۔"

مائیں بھی کتنی محبت والی ہوتی ہیں —— وجے اندر ہی اندر پگھل سا گیا۔

پھر وہ اندر گئیں اور ایک کاغذوں کا بڑا سا پلندہ سا لا کر اس کے حوالے کر دیا —— دو تین کاغذ کھینچ کر اس میں سے الگ کر کے بولیں۔

"دیکھ، ہر جگہ تُو نے انیل ورشا —— انیل ورشا کتنی بار لکھا ہے۔"

وجے نے سر اٹھا کر اس محبت کی مہان دیوی کو دیکھا —— بھولپن میں وہ اس کے کتنے مسئلے حل کرتی جا رہی تھیں —— انہوں نے ہی دروازے پر دستک دے کر کہا تھا "میں سنیتا ہوں، تیری ممی —— ارے کل اپنے پتا دینا ناتھ راج کا نام بھی بھول جائے گا کیا ——؟" آخر وہ ورشا سے کس طرح پوچھ سکتا تھا کہ اس کی ممی اور پتا کا کیا نام ہے؟

اس دن سے، جب ورشا سو جاتی تو وہ ڈھیر سے اُٹھتا اور انگلش اور ہندی دونوں زبانوں میں انیل کی رائٹنگ اور دستخط کی پریکٹس شروع کر دیتا۔

اور اک دن اس نے بھگوان کا دل ہی دل میں بے حد شکر ادا کیا جب اس

نے ایک چیک پر اپنے دستخط کئے اور چیک ڈس آنر نہیں ہوا۔ حالانکہ سینل کے بینک سے لوٹ کر آنے تک اس کا دل کئی کئی بار ڈوبا اور اُبھرا۔ ابھرا اور ڈوبا۔

"ہے بھگوان تو خود میرا ساتھ دے رہا ہے ایک بہت بڑے فراڈ میں —— تو میں کیوں نہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لوں —— ؟ بلکہ کئی کئی بار ڈبکیاں کیوں نہ لگاؤں —— ؟"

سب سے پہلے وجے نے ورشا کے ایک معمولی سے سونے کے زیور پر ہاتھ مارا —— کوئی خاص قیمتی بھی نہیں تھا —— باہر جاتے وقت جیب میں ڈال کر لے جانے کی بھی آسانی تھی —— سونے کے کنگن تھے، بھر وال —— دس ہزار سے کم کے کیا ہوں گے —— ؟

ڈرائیونگ ابھی تک اس نے سیکھی نہیں تھی، اور کوئی اسے اسٹیرنگ وہیل پر بیٹھنے بھی نہ دیتا شاید —— خاص طور سے ورشا ——

اس دن اس نے نوکر سے ٹیکسی لانے کو کہا تو ورشا بولی: "ٹیکسی والے سے کہئے گا، تیز نہ چلائے ——"

وجے ہنسا "تم ابھی تک اتنی ڈری ہوئی ہو —— !"

"جی —— اگر آپ نے ایسے جان لیوا چار مہینے گزارے ہوتے نا تو آپ ایسا نہ کہتے ——"

"بہرحال، میں احتیاط رکھوں گا —— ڈونٹ وری ——"

"لیکن آپ جا کہاں رہے ہیں انیل ؟" وہ پریشانی سے بولی۔

"ارے ڈارلنگ، مَرد ہوں ـــــ کیا گھر ہی میں بیٹھا رہوں گا ہمیشہ ـــ؟ کام کاج بھی تو دیکھنا ہی پڑے گا نا اب؟ بہت آرام کر لیا ـــــ"

"چاچا جی بھی تو دیکھتے ہی ہیں نا ـــــ"

"ٹھیک ہے ـــــ لیکن اب ان کی بھی خبر لینی ہی پڑے گی ـــ چار مہینے انہوں نے کافی راج کر لیا ـــــ"

"جلدی آجایئے گا اور کھانا گھر پر ہی کھایئے گا ـــــ"

وہ اس کے گال پر پیار کر کے بولا:

"بس یوں گیا، یوں آیا ـــــ" اور وہ پرفیوم کی شیشی سے اسپرے کر کے 'بائی' کہہ کر باہر نکل گیا۔

"ٹھیریئے ذرا ـــــ" اس کے کمرے سے نکلتے ہی ورشا پیار سے بولی: "اِدھر آیئے ـــــ۔ باہر جاتے وقت سدا آپ کیا کہا کرتے تھے؟"

وجے گڑبڑا گیا ـــــ لیکن اسے ایسی صورتوں سے سنبھلنے کا موقع اب اس کا دل اور دماغ بڑی آسانی سے فراہم کر دیا کرتا تھا ـــــ

"تم پوچھ پوچھ کر ہمارا امتحان نہ لو جانم ـــــ خود ہی وہ کام کر ڈالو تو ہم بھی جانیں ـــــ ہاں" اور ہنس کر وہ دروازے ہی میں کھڑا رہ گیا۔

وہ آگے بڑھی اور اس کے سینے پر بائیں طرف، سٹیکا کر بولی "آپ جاتے جاتے سدا میرا سر اپنے دِل سے لگاتے تھے اور کہتے تھے "دیکھو، ہر دھڑکن ورشا، ورشا کر رہی ہے ـــــ" پھر الگ ہو کر ذرا ہنستے ہوئے بولی "لیکن یہ جیب میں کیا سخت سخت چیز بھر رکھی ہے؟ ہمیشہ کی طرح مزہ نہیں آیا ـــــ میرے پیار اور آپ کے دِل کے بیچ میں کوئی رکاوٹ آگئی ہے"

وجے سر سے پاؤں تک کانپ گیا ـــــ

یہ دولت ہے وجے، جو تمہارے اور ورشا کے معصوم دل کے بیچ میں رکاوٹ اور اڑچن بن گئی ہے ـــــ اس نے کتنے بھولپن اور سادگی سے

پہچان لیا ہے کہ کوئی نہ کوئی چیز ہے ضرور جو رکاوٹ بن گئی ہے ——— بولو، کیا جواب ہے تمہارا ——— ؟"

اپنے دل کی کشمکش سے گھبرایا ہوا وجے اپنی طرف تکتی ہوئی ورشا کو دیکھ کر زور سے ہنس پڑا ——— ایک بات کا وعدہ ہے، جانِ جاں ——— پکا وعدہ کہ تمہارے اور میرے بیچ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو نیست و نابود کر دوں گا ——— مٹا ڈالوں گا ———" اس نے مکاری سے جواب دیا اور ورشا کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا ———

"آئیے، آئیے ——— کس سے ملنا ہے آپ کو ——— ؟" وجے کو کلین شیو، سوٹ بوٹ ٹائی میں ملبوس، خوشبوؤں کے جھونکے اڑاتے ہوئے، قریب آتے دیکھ کر اس کے اپنے ساتھی ہی اسے پہچان تک نہ سکے ———

لال جی آگے بڑھا ———

"کس سے ملنا ہے جی ———"

ایک دم لال جی چلایا : "ابے وجے تُو ——— !" یار، پھر تو تو صاحب بہادر بن گیا ——— کہاں تو تو ایک بھیک منگا سادھو تھا، اب ......" وہ ہنسا اور وجے کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر بولا : "ارے واہ ! داڑھی منڈوانے کے بعد تو تو ہیرو بن گیا ہے سالے ——— !"

"ہیرو نہیں ولین ———" وجے نے وضاحت کی۔ کیوں کہ ہیرو تو فلم کے آخر میں ہیروئن کو پا لیتا ہے، اس سے شادی کر لیتا ہے ——— یہاں تو سوچا ہے کہ ہیروئن کا صفایا ہی کر دینا ہے ———"

"یار، اس دن کے بعد گزری کیا ؟ کچھ تو سُنا ——— وہ چڑیا پھنسی کہ پہچان گئی کہ تو اس کا پتی نہیں کوئی پاکھنڈی ہے ——— ؟" لال جی اسے کھینچ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے بولا۔

پتہ نہیں کیوں 'چڑیا پھنسی' کی ترکیب وجے کو ذرا کھل گئی ـــــ ورشا کے لئے ایسا بے ہودہ اشارہ اسے بھایا نہیں، تاہم وہ مسکرا کر بولا: "ارے یار، یہاں تو مندر میں چٹکی بھر سیندور کے لئے ہم مرے جا رہے تھے ڈر سے ـــــ وہاں تو باقاعدہ سات پھیروں کے ساتھ وواہ ہو گیا ـــــ" وجے ہانپنے لگا ـــــ

"ارے یار، تو اس میں ہانپنے کی کیا بات ہے؟ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ بھگوان نے تجھے ایسی شکل دی کہ پتنی تک نہ پہچان سکی ـــــ لیکن شادی کرنا ضروری تھا کیا ـــــ؟"

"ارے یار، وہ جو ماں جی ہیں نا وہاں ـــــ انہوں نے کہا کہ ایک خاص مدت تک پتی پتنی الگ رہیں تو دوبارہ پھیرے لینے پڑتے ہیں ـــــ"

لال جی کو لفظ 'ماں جی' کچھ جچا نہیں ـــــ یار، تو کہیں مایا موہ کے بندھن کے ساتھ ممتا کی زنجیروں میں تو نہیں بندھ گیا ہے؟ تیری بات چیت سے تو بڑھیا کے لئے بڑا پیار چھلک رہا ہے ـــــ"

لفظ 'بڑھیا' وجے کو پسند نہیں آیا، لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

"ویسے اپن لوگوں کے لئے کوئی چانس وانس ہے یا نہیں ـــــ؟"

"ہاں یار ـــــ وجے مری ہوئی آواز میں بولا: "کروڑوں روپے کی جائداد ہے ـــــ"

"تو تیری نانی، دادی کیوں مری جا رہی ہیں ـــــ؟"

"میری نانی دادی ـــــ؟" وہ زور سے ہنسا ـــــ "ارے کمال ہو گیا۔ میں تو آج کل صرف اسی پلاننگ میں لگا رہتا ہوں کہ کس طرح سارے پریوار کو ٹھکانے لگا دوں ـــــ اسی لئے تیل کے کاغذات حاصل کر کے دستخط کرنا بھی سیکھ گیا ہوں ـــــ کل صرف ہزار روپے ہی پہلی بار بنا وٹی دستخط سے نکلوائے، مگر شکر ہے بھگوان کا کہ نکل گئے کسی کو شک نہیں ہوا ـــــ"

لال جی اس کے اور بھی قریب گھس کر بیٹھ گیا اور بھکاری پن سے بولا:
"ارے یاروں کے لئے بھی کچھ سوچا کہ نہیں ـــــ یا اکیلے ہی اکیلے سب ہڑپ جائے گا ـــــ"

"ارے یاروں کو کیسے بھول سکتے ہیں وجے کمار سکسینہ ـــــ" اور اس نے ہنستے ہوئے اندرونی جیب سے کنگن کی جوڑی نکال کر سب کے سامنے نچائی۔
چاروں دوست قریب کھسک آئے۔
"ارے یار ـــــ اتنا تو ہم شاید چھ جینے میں بھی نہ کما پاتے ـــــ"
موٹا پسٹو دانت نکالتے ہوئے بولا۔
"سونا چاندی تو ٹھیک ہے ـــــ" درپن سر ہلاتے ہوئے بولا۔
"لیکن جو بینک میں ہے، اس میں ہماری ساجھے داری ـــــ؟"
وجے، درپن کے گنجے سر پر چپت مار کر بولا" پاگل ہوئے ہو ـــــ! ارے زیورات چرانے میں پکڑے جانے کا ڈر نہیں ـــــ لیکن اگر بینک سے بے حساب روپیہ نکالتا جاؤں گا تو خرچ کیا بتاؤں گا ـــــ؟ کوئی ایسا کام ہو جس میں ہزاروں لاکھوں روپیہ خرچ کرنا پڑے تو اس میں سے کچھ کھسکا بھی سکتا ہوں ـــــ تم لوگ تو مجھے مرواہی دوگے یار ـــــ"
"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ـــــ" بھولا بیچ میں پڑ کر بولا: "ابھی گہنوں پر ہی ہاتھ صاف کرنے دو اسے ـــــ پھر یہ پڑھا لکھا بھی ہم سب سے جاستی ہے۔ یہ اپنی کھوپڑی سے کوئی اچھی چال سوچ کے نکال ہی لے گا ـــــ"
"وہ تو ٹھیک ہے ـــــ" لال جی کی آنکھوں میں چمک اور بھوک سی لہرائی ـــــ "پیسہ اور گہنا تو ما نا بیکن ہمیں لونڈیا کا مزہ کب چکھائے گا پیارے ـــــ؟"
اور پتہ نہیں وجے کے جسم میں یکا یک کہاں سے انگارے سے بھر گئے ـــــ! وہ اتنی تیزی سے لپکا کہ چاروں حیران رہ گئے ـــــ پھر لال جی

کو گھونسوں اور لاتوں کی زد پہ لیتے ہوئے وہ ایک ہی جملہ دُہرائے گیا۔

"حرام زادے! وہ لونڈیا نہیں، میری بیٹی ہے ——"

"سور کی اولاد —— وہ لونڈیا نہیں، میری بیٹی ہے ——"

"کتے کے پلے —— وہ لونڈیا نہیں، سات پھیروں کے پوتر بندھن کے ساتھ میری اردھانگی بنائی گئی ہے ——"

پنڈت، درپن اور بھولا حیرت سے دیکھ رہے تھے —— نہ ان کی چھڑانے کی ہمت پڑی نہ یہ ممکن ہی تھا کہ اس وقت وجے کے پنجوں سے لال جی کو چھڑایا جا سکتا —— لال جی بُری طرح پٹتا رہا، لاتیں کھاتا رہا —— آخر ایک زوردار ٹھوکر مار کر وجے بولا: "تھالی بہت بڑی ہو اور اس میں بہت سارا کھانا رکھا ہو، تو بھی کم ہی نظر آتا ہے —— تم لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ بہت بڑے گھر پہ ہاتھ مارا ہے میں نے، اس لئے تم لوگوں کو یہ اتنا بہت سامال بھی کم لگ رہا ہے اور دوسری طرف بھی نگاہیں اُٹھ رہی ہیں —— لیکن اتنی بات یاد رکھنا، بڑے بوڑھوں نے کہا کہ کھیر کتوں کے لئے نہیں ہوتی ——" وہ اپنا کوٹ جھٹکتا ہوا اڈے سے نکلا تو پلٹ کر تنبیہہ کے سے انداز سے بولا: "تم چاروں پر میں ایک بھاری ہوں، اتنا یاد رکھنا ——"

پھر مُڑ کر "میں مال لے کر پھر آؤں گا ——"

چاروں وجے کو جاتے دیکھتے رہے ——

لال جی بھنایا ہوا بیٹھا تھا —— اتنی مار کھانے سے سب کے سامنے ویسے ہی اس کی کافی بے عزتی ہو گئی تھی —— جل کر بولا: "سالا سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو —— ؟"

"جو بھی سمجھتا ہے، ٹھیک سمجھتا ہے، اس لئے کہ بھگوان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ہے ——" درپن بولا۔

"ارے اس کے سر پہ بھگوان کیا ہاتھ رکھے گا جو میں رکھوں گا ——

سب میں جاکر بھانڈا پھوڑ دوں گا کہ یہ نقلی اسٹیل ہے ـــــ" لال جی چلا کر کہنے لگا۔

پنٹو ہنس کر تمسخر سے بولا "اور جیسے سارے لوگ، ماں، پتنی، بھائی تیرا وسواس کر ہی تو لیں گے ـــــ ابے گدھے! سالے! تو وہ اس بڑی طرح اسٹیل کی صورت کا نہ ہوتا تو وہ سب گھر والے دھوکا کھاتے ہی کیوں؟"

لال جی اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے بولا: "ارے جس بھی جگہ پانی بھر جائے، سمجھو وہاں گڑھا ضرور ہے ـــــ پتہ لگانا پڑے گا کہ گڑھا اس گھر میں کس جگہ ہے ـــــ"

ورشا کو شاید غلط فہمی تھی کہ بینک سے اگر پیسہ نکالے گا تو لوگوں کو سوچنے کا موقع ملے گا کہ اتنا پیسہ کدھر جا رہا ہے ـــــ اور یہ کہ زیورات غائب کرنا نسبتاً آسان اور محفوظ کام ہے ـــــ کیوں کہ اسی رات کو ورشا پریشانی سے بولی: "ارے کہاں گئے ـــــ میں نے تو یہیں رکھے تھے ـــــ" پھر خود ہی بولی: "ممی سے بھی پوچھ دیکھوں ـــــ"

وہ باہر گئی تھی اور خود ہی ممی کو لے بھی آئی ـــــ

"ارے بھائی ہوا کیا؟" وہ ماں کو آتے دیکھ کر ذرا سنبھل کر بستر پر بیٹھ گیا ـــــ

"بیٹا، یہ ورشا کہہ رہی ہے کہ اس نے اپنے کنگن یہیں رکھے تھے جانے کدھر ہو گئے۔"

"ارے ممی، اتنے سارے زیور ہیں۔ ان میں کہیں بھی کھو گئے ہوں گے" وہ بے پروائی سے بولا۔

"بیٹا ـــــ" ممی رساں سے بولیں "اتنے سارے زیور ہیں، اسی لئے

تو اُن میں سے کھو گئے ہیں ——"

سیدھی سادی بات ٹھیک وجے کے دل کو جا کر لگی —— اُس نے بڑے غور سے ممّی کی طرف دیکھا —— وہ کچھ اور تو نہیں سمجھ رہی ہیں ؟ اُن کا اشارہ کہیں اُس کی اپنی طرف تو نہیں ہے ؟ لیکن وہ شاید اپنی رَو میں کہہ گئی تھیں، کیوں کہ وہ اُسی اطمینان سے الماری میں کنگن تلاش کئے جا رہی تھیں ——

"اتیل بیٹا ——" ممّی نے چابیوں کا گچھا وجے کی طرف اچھال کر کہا : "ورشا بچّہ ہے —— چابیاں تم سنبھال کر رکھو —— اور رہی کنگن کھو جانے کی بات، تو بس یہ تمہارے میرے اور ورشا کے بیچ رہے —— اگر چُرانے والے کو پتہ لگ گیا کہ ہم چوری کے بارے میں جان چکے ہیں اور پھر بھی خاموش ہیں تو ندامت کے مارے وہ خود ہی سُدھر جائے گا ——" پھر ذرا رُک کر بولیں — : "ہو سکتا ہے نوکروں میں سے کوئی ہو —— خیر گُھٹّوں بھرے کھیت سے اگر کوئی ایک گھٹّا چُرا بھی لے تو کھیت کا کچھ نہیں بگڑتا ——"

اُنہوں نے جاتے جاتے وجے کے سَر کو تھپ تھپایا۔ "سوچا تو بیٹا — بڑے بوڑھے کہتے ہیں، مال چوری ہو جانے پر خوشی منانا چاہیئے، کیوں کہ وہ اپنے ساتھ بلا لے کر جاتا ہے ——"

دَھڑ —— دَھڑ —— دَھڑ —— یہ دل تھا یا ہوائی جہاز کے پنکھے پھڑ پھڑا رہے تھے ؟ وجے نے دِل ہی دل بھگوان کا شکر ادا کیا کہ ممّی کے چہرے پر اُس کے لئے کوئی شک نہیں تھا ——

بڑی دیر بعد اُس نے انجان بن کر ورشا سے پوچھا ۔ "لیکن تمہیں کنگنوں کی چوری کے بارے میں پتہ کیسے چلا —— ؟"

"ارے پاپا، وہ نیلا بھابی ہیں نا ؟"

وجے حیرت سے دیکھنے گیا تو وہ ہاتھ اُٹھا کر جیسے پہچان بتانے لگی "ارے وہی کرتم بھیّا کی پتنی —— وہ کہہ رہی تھیں : کہ تمہارے اُن کنگنوں کا ڈیزائن بہت سُندر رکھا جو تمہاری

شادی کے بعد کی پہلی برتھ ڈے پر انیل نے تمہیں اپنی پسند سے خرید کر پریزنٹ کئے تھے ـــــ تو مجھے وہی والا ڈیزائن چاہیئے ـــــ اِف یو ڈونٹ مائنڈ ـــــ کیوں کہ انیل آپ کو پتہ نہیں ہم عورتیں اپنے پٹ ڈیزائن، چاہے وہ کپڑوں کی سلائی کے ہوں، ساڑیوں کے پرنٹ کے ہوں، یا زیورات کے، کسی اور کو دینے سے کتنا کتراتی ہیں ـــــ"

وہ صرف حیرت سے سُنے جا رہا تھا۔

"اِس لئے کہ پھر ایک ڈیزائن عام ہو جائے انیل تو مزہ نہیں آتا ـــــ لیکن انیل، نیلا بھابھی اِتی سوئیٹ ہیں کہ ان کے لئے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی کہ کسی بھی بات کو نا کہوں، کیوں کہ ..... "

نہ وجے کو یہ پتہ تھا کہ نیلا بھابھی کون ہیں، نہ یہ جانتا تھا کہ گوتم بھیّا کون سے چڑیا گھر کے شیر ہیں، نہ یہ علم تھا کہ ورشا کی پہلی برتھ ڈے جو شادی کے بعد پڑی تھی، اُس پر انیل نے کون سے کنگن پریزنٹ کئے تھے، اِس لئے اُس نے بھلائی اِسی میں سمجھی کہ چپ چاپ سب کچھ سُنتا رہے ـــــ لیکن ایک بات بہرحال اُس نے طے کر لی کہ آنے والے دنوں میں ممکن ہے کوئی ایسی اڑچن سامنے آجائے کہ کوئی چہرہ، کوئی نام کھیل بگاڑ دے ـــــ اِس مصیبت سے بچنے کے لئے ایک فنکشن اُس کی اپنی زندگی اور واپسی کی خوشی میں ہو ہی جانا چاہیئے، تاکہ وہ نئے نئے چہروں اور رشتوں سے متعارف ہو سکے اور آنے والی کسی بھی عظیم پریشانی سے بچ سکے ـــــ

دوسرے دن ناشتے پر وجے نے خود ہی ذکر چھیڑا۔

"جانِ من، آپ کا کچھ پروگرام تھا ہماری واپسی کے سلسلے میں جشن کرنے کا ـــــ؟"

"ارے ہاں ـــــ" ورشا ٹوسٹ پر مکھن لگانا بھول گئی۔ ـــــ "میں تو خود منتظر تھی کہ آپ کہیں تو میں دن تاریخ مقرر کر لوں ـــــ"

"ٹھیک ہے، تم سارا انتظام سنیل کے ساتھ مل کر کر لو۔ لیکن ورشا، میں اِن چار مہینوں میں ایسی سنگین زندگی گزارتا رہا ہوں کہ لگتا ہے جانے پہچانے چہرے بھول سا گیا ہوں ـــــ اِس لئے پلیز تم جب بھی، مہمان آئے تو زور سے اُس کا نام لے کر ہائے' ہیلو' نمستے کرنا، تاکہ مجھے یاد آجائے کہ یہ کون مہاشے ہیں۔"

"اوکے ـــــ اوکے بوس ـــــ" ورشا ہنس کر بولی: "جو آگیا مہاراج کی۔ ویسے انیل، ایک بات ہے۔" وہ اچانک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "آپ نے مجھے تو اچھی طرح پہچان لیا تھا نا ـــــ؟" پھر ایک دم زور سے قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

وجے اُس کے اِس جان لیوا مذاق پر پسینے پسینے ہوا اُٹھا ـــــ۔ لیکن وہ تو نہایت سادگی کے ساتھ اپنے مذاق سے خود ہی لطف اندوز ہو رہی تھی۔

ورشا سے زیادہ تو سنیل کو انیل کی واپسی کا جشن منانے کی خوشی تھی۔ دونوں بھائی دیور ایسے مگن ہو گئے کہ اپنا آپا بھول گئے۔ پورے گھر میں ایک بھونچال سا آگیا۔

"جب ہماری شادی ہوئی تھی تو یاد ہے اِس بنگلے کو کیسا سجایا گیا تھا؟" ورشا پیار سے بولی۔

وجے صرف مسکرا کر دیکھتا رہا کہ اِسی میں بھلائی تھی، کیوں کہ ورشا کی جو شادی اُس کے اپنے ساتھ ہونی تھی، اس میں تو سجاوٹ وغیرہ تھی ہی نہیں۔ بس وہ دونوں باہر سے آئے اور ممی نے اعلان کر دیا کہ پہلے پھیرے ہوں گے

"اُس وقت تو میں بہت ہی ہراساں اور دُکھی تھی ـــــ بات ہے کبھی ٹھیک نا ـــــ ایسا کبھی ہوا ہے بھلا کہ لڑکی کو شادی اور رُخصتی سے پہلے ہی سسرال اُٹھا کر لے آیا گیا ہو ـــــ"

"جی، آپ بالکل ٹھیک فرما رہی ہیں ـــــ" وجے نے دِل کی دُھکڑ پکڑ کو مذاق میں اُڑانے میں ہی بھلائی سمجھی ـــــ لیکن وہ بظاہر مُسکرا بھی نہ سکا۔

"اور کیا ـــــ آپ تو مذاق ہی سمجھیں گے نا۔ ارے ایسا کبھی نہیں ہوتا

جو میرے ساتھ ہوا۔ بھلے اپنا گھر غریب ہو یا امیر، اپنے گھر سے وداع ہونے کا جو سکھ اور مزہ ہوتا ہوگا، وہ کچھ اور ہی ہوتا ہوگا ـــــ لیکن مجھے وہ سکھ کیا معلوم ـــــ!"

"مگر آپ گھاٹے میں تو نہیں رہیں نا ـــــ؟" وہ اوپری دل سے ہنس کر بولا۔

"ہاں واقعی گھاٹے میں تو نہیں رہی ـــــ لیکن پتہ ہے آپ کو ـــــ سہیلیوں سکھیوں نے بہت ڈرا دیا تھا کہ تیری سسرال والے بے حد امیر ہیں، خوب جلائیں گے ـــــ"

وجے کو آگاہی ہوئی کہ ورشٹ غریب گھر کی لڑکی تھی، لیکن سسرال امیر ملی اور یہ کہ اِسی لئے ریت رواج کے خلاف اس کی شادی سسرال میں لا کر کی گئی۔

"تو صاحب ہم نے آپ کو جلایا تو نہیں نا؟" وہ اٹکل سے کہہ گیا۔

"ارے آپ تو دیوتا سمان ہیں ـــــ اور ممی؟ بس کیا کہوں؟" اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر زور سے باندھ لئے ـــــ کس قدر پیار دیا ہے انہوں نے ـــــ دنیا میں ساسوں کا جو عام تصور اور خیال ہے نا، اُس سے کتنی ہٹ کر اور کتنی مہان ہیں ـــــ" ایک دم وہ غصّے سے بولی: "میں ان سکھی سہیلیوں کو کبھی معاف نہ کرسکی جو شادی کے دن انہیں بڑھیا کہہ کر بات کر رہی تھیں۔

"اچھا ـــــ؟" وجے بھی بناوٹی غصّہ سے بولا: "کون تھیں وہ محترمائیں؟"

"ارے سب ہی تھیں ـــــ آپ کو پتہ ہے، ممی کہتی ہیں، انہوں نے دنیا کا علم زیادہ نہیں پڑھا ہے ـــــ بس لکھنے پڑھنے کی حد تک ہندی، اور کچھ کچھ انگلش الفاظ انہیں آتے ہیں۔ کوئی انگلش میں بات کرے تو سمجھ بھی لیتی ہیں لیکن خود بول نہیں پائیں ـــــ لیکن دھرم کا، شاستروں کا گیان بہت ہے انہیں۔"

وہ مسکرایا ـــــ "اچھا۔ تو مطلب یہ ہے کہ آپ میری ممی کے متعلق مجھ کو ہی معلومات فراہم کر رہی ہیں! ارے بھائی، میں اُن کا بیٹا ہوں، اُن کا اپنا خون۔ آپ تو کچھ اپنی ممی کے بارے میں بتائیے ـــــ" وجے نے چالاکی سے بات کا رُخ

موڑنا چاہا ——

"ارے میری ممی کا کیا ہے — غریب لوگ بے چارے ——"، پھر اچانک
وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی : "کسی دن پونا چلے چلیں گے —— ؟"
"وہ کس خوشی میں —— ؟" وہ ہنس کر پوچھ رہا تھا۔
"ارے ممی پاپا میری شادی کے بعد پونا شفٹ ہو گئے تھے ——
میرا مطلب ہے ، آپ کے —— میرے مونہہ میں مٹی گم ہو جانے کے بعد —— آپ
کو بھلا کیا پتہ ؟ تو اُن سے ملنے ایک دن چلیں گے نہیں —— ؟"
"ایسا کیوں نہ کریں ڈارلنگ کہ اس فنکشن میں ان کو بھی یہیں بُلوالیں ؟"
"ہاں ، یہ بھی ٹھیک ہے ——" وہ خاموش ہو کر بولی : "بلکہ بہت اچھا
ہے —— میں ابھی لکھے دیتی ہوں ——"
وہ اُس کے اور خود اپنے بارے میں پُرانی باتوں کی مزید آگاہی چاہتا تھا ،
اِس لئے گھما پھرا کر اسے پھر اُسی موضوع پر لے آیا۔
"تو آپ کچھ کہہ رہی تھیں بنگلے کی سجاوٹ کے بارے میں ؟"
وہ جھلا کر بولی : "ارے گھونگھٹ کے اندر سے کوئی دلہن بے شرمی
سے ٹکر ٹکر اِدھر اُدھر دیکھ سکتی ہے کیا ؟ پھر میں تو ایسی دُلہن تھی جیسے پہلے تن سے
سسرال میں لا کر بٹھا دیا گیا تھا ——"
"پھر —— ؟" وہ مُسکرایا۔
"ارے پھر کیا —— ؟ وہ تو میں نے بعد میں ویڈیو فلم دیکھی ، شادی کے
سارے فوٹو گرافس دیکھے تو پتہ چلا کہ باپ رے باپ ، ایسی بھی شادیاں ہوتی ہیں
ایسی بھی سجاوٹیں ہوتی ہیں —— !"
"دیکھ لیجئے ——" وہ اترایا —— "سب آپ ہی کی خاطر تھا تام جھام ۔"
"ارے واہ ! جیسے میری اکیلی کی شادی تھی —— آپ تو اُس میں شامل
ہی نہ تھے —— !"

"ابھی بتاتا ہوں، شامل تھا یا نہیں ——" وجے نے اُسے گود میں اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پھول کی طرح چھپر کھٹ پر بچھا دیا —— پھر اُس کے چہرے پر جھکتے ہوئے بولا "حبیب سے کہہ رہا ہوں کہ یوں ہونٹ چڑھا چڑھا کر، ناک سکوڑ سکوڑ کر بات مت کرو۔ سنتی ہی نہیں —— اب پتہ چلے گا بچی کو ایسے نخروں سے رجھانے کا انجام کیا ہوتا ہے ——"

"ارے بے انیل —— فار گاڈس سیک ——" وہ شرما کر، ہنس کر، لجا کر، التجا کرنے لگی: "یہ آپ دِن دہاڑے —— مائی گاڈ! ارے دِن میں دروازہ بند کرتے ہوئے شرم نہیں آتی آپ کو؟ لاج بیچ دی ہے کیا ——؟"

وہ اُس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر جذبات سے کانپتی آواز میں بولا: "ہاں، لاج بیچ دی ہے اور اس سے جو پیسے ملے نا تو اُسی سے تمہیں خریدا ہے ——"

"ارے، مجھے کیا خریدیں گے آپ؟" وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی: "دنیا کی ساری دولت دے کر بھی آپ مجھے نہیں خرید سکتے —— ہاں خریدنا ہے تو بس سچے پریم سے خرید لیجئے ——"

وجے کے ہاتھ کانپ اُٹھے ——"

"سچے پریم سے خرید لیجئے ——"

"سچے پریم سے خرید لیجئے ——"

"سچے پریم . . . . . ."

"ارے آپ اِس طرح کانپنے کیوں لگے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی ——؟" وہ گھبرا کر بولی۔

اُس نے بروقت اپنے آپ کو سنبھالا ——

"ابھی بتاتا ہوں۔ پگلی، تمہیں پتہ نہیں ایک مرد پر ایسے لمحات کب طاری ہوتے ہیں؟ ناؤ کم آن، فی لنے گڈنیڈ پارٹنر ——"

ورشا اُس کی باہوں کے حِصار میں قید ہو کر بھی خوشبوؤں کے ہنڈولے میں جھول رہی تھی۔

شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے وجے ورشا کو ستانے لگا۔
"پتہ نہیں تمہیں کیا ہو جاتا ہے ــــ اچھا خاصا اپنے فنکشن کا پروگرام بناتے بناتے مجھے نہانے کی سزا دے دی ــــ"
"ہے ہے انیل، بھگوان سے ڈریئے۔ میں نے کچھ کہا تھا؟ آپ ہی ندیدوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے ــــ"
"تو پھر آپ بھگوان سے اتنی سُندرتا لائی کیوں تھیں ــــ آپ کو پتہ ہے، ہم تو یوں ہی آپ کو چاٹتے رہیں گے جیسے بھوکا بھکاری پتّل تک چاٹ جاتا ہے۔" وہ بدمعاشی سے ہنسا۔
"میں ممی سے کہہ دوں گی کہ میرا کمرہ الگ کرا دیجئے، ایسے لٹیرے کے ساتھ مجھے نہیں رہنا ــــ"
وجے کا دل دہل گیا ــــ لٹیرے کا خطاب اُس کے لئے کتنا مناسب تھا۔
"اب یہ لٹیرا تو آپ کو پورا پورا لُوٹ کر ہی چھوڑے گا ــــ" وہ ہنس کر زور سے بولا "آپ کے جسم کا سارا سونا چاندی رتّی رتّی کر کے چُرا لے جاؤں گا۔ پھر کیا کہیں گی آپ ــ؟" وہ اترا کر بولا۔
"میں یہ کہوں گی ــــ" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی کہ: "آئی اسٹل لو یُو ــــ"

گیندے گلاب کے بڑے بڑے پھولوں سے خوب بڑا سا گیٹ بنایا گیا تھا۔ جس میں نازک کلیوں سے سیتا اور بڑے بڑے پھولوں سے رام کی شبیہہ بنائی گئی تھی۔

آرٹ کا دِل کش نمونہ ـــــ آنے والے مہمانوں کی نگاہیں بے اختیار اُدھر اُٹھتیں اور وہیں اٹک کر رہ جاتیں ـــــ قمقموں کی جگمگاہٹ نے رام اور سیتا کے نقوش اور اُجاگر کر دیئے تھے۔

دو رویہ گملوں کی قطاروں کے بیچ میں ایک راستہ آنے کا تھا، ایک جانے کا۔ عین گیٹ کے پاس اپنے گھر والوں کے ساتھ ورشا اور وجے دولہا دلہن کے لباس میں، مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے ـــــ شہنائی کی مدھر آوازیں ماحول میں رس گھول رہی تھیں ـــــ جو بھی مہمان آتا، وجے کی ہدایت پر ورشا زور سے ہنس کر اُس کا نام لے کر پکارتی اور نمستے کے لئے ہاتھ جوڑ دیتی ـــــ وجے کی مشکل آسان ہوتی گئی۔ اُس کے لئے نام یاد رکھنا اتنی مشکل بات نہیں تھی۔

اچانک پیچھے سے کسی نے آکر زور سے اُس کی پیٹھ پر بے تکلفی سے ہاتھ مارا ـــــ

"کیا حال ہیں پیارے؟ ایک نظر ذرا اِدھر بھی ڈال لو ـــــ پُرانے عاشق ہیں ہم ـــــ"

وجے نے گھبرا کر دیکھا ـــــ ورشا کسی اور سے باتوں میں لگ گئی تھی۔

اچانک وجے کو ایک نئی بات سُوجھ گئی ـــــ وہ آنے والے سے زور سے لپٹ پڑا ـــــ اور اتنی زور سے اور اتنی دیر تک چپکا رہا کہ اُدھر سے ورشا کو خود ہی ہنس کر ٹوکنا پڑا۔

"ارے احمد بھائی! اتنی محبت جتائیں گے تو بھابھی آپ سے خفا ہو جائیں گی ـــــ"

"اور کیا ـــــ" احمد بھائی ہنستے ہوئے الگ ہو کر پیار سے وجے کو دیکھتے ہوئے بولے: "کتنی لڑائیاں ہوئی ہیں اِس سالے کی وجہ سے ہم دونوں میں ـــــ ارے فرح، دیکھو تو سہی، یہ دشمنِ جاں آج بھی اتنا ہی پیارا ہے ـــــ"

وجے نے غور سے احمد بھائی کو دیکھا ـــــ محبت اور خلوص کا مونہہ

بولتا پیکر نظر آرہے تھے۔

"پریکٹس کیسی چل رہی ہے، احمد بھائی ——؟" ورشا مسکرا کر پوچھ رہی تھی ——

"ارے آپ لوگوں کے اتنے صحت مند ہوتے ہوئے پریکٹس کیا خاک چلے گی؟ بیمار نہ پڑنے کی قسم کھا رکھی ہے آپ لوگوں نے ——" پھر خود ہی قہقہہ لگا کر سنجیدہ ہو کر بولے: "نہیں نہیں، خدائے پاک کا لاکھوں بار شکر ہے کہ اُس نے آپ لوگوں کو اتنی اچھی صحت دی ہے —— خدا کرے آپ کبھی ہاسپٹل کا مونہہ نہ دیکھیں —— سوا... ..." اور وہ بناوٹی کھانسی سے کھنکار کھنکار کر گلا صاف کرنے لگے۔

وجے کے خاک پلّے نہ پڑا —— لیکن ورشا اِس طرح شرمائی کہ وجے کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔

"خدا کرے آپ کبھی ہاسپٹل کا مونہہ نہ دیکھیں، سوا ——" "سوا ——؟" بچہ —— بچہ! اُس نے اِس طرف تو کبھی دھیان دیا ہی نہیں تھا۔ واقعی اگر ورشا کے بچہ ہونے لگا تو —— تو ——

اُس کے سامنے زمین آسمان، شامیانہ، منڈپ، مہمان، سب کے سب گردش کرنے لگے۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے آپ کو سنبھال سکا۔

کھانے دانے کے بعد مہمانوں میں سے کسی نے شگوفہ چھوڑا:

"بھئی جن لڑکیوں، لڑکوں کو گانا ناچنا آتا ہو وہ دوسرے مہمانوں کا دل خوش کریں ——"

"دولہا دُلہن گائیں ——" کسی اور نے تجویز پیش کی۔

"ہاں انیل، ایک گیت ہو جائے ——"

"یار، یہ ٹیپیکل فلموں والی باتیں ہیں —— میں گا بھی دیتا لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ایک انتہائی خوش دولہا ہوں —— ہاں اگر سچوئشن ایسی ہوتی کہ کچھ بدنصیبی کا چکر ہوتا

تو گا کبھی دیتا ـــــ دوسری بات یہ کہ میری آواز کچھ دن سے بگڑی ہوئی ہے اور تیسری اور اہم ترین بات یہ کہ میں کشور کمار کی روزی پر لات نہیں مارنا چاہتا۔"
سب لوگ کھِل کھِلا کر ہنس پڑے۔

"**ورشا!**" وجے ورشا کے کان میں اچانک بولا: "میں اِس وقت کچھ دیر ڈیڈی کے پاس بیٹھنا چاہوں گا بے چارے اکیلے میں بور ہو رہے ہوں گے۔"
"او۔کے ـــــ میں یہاں ہوں مہمانوں کے پاس۔ آپ جائیں ـــــ" وہ اسے اطمینان دلا کر بولی۔
وجے دینا ناتھ راج کے کمرے میں آیا تو اس نے ایک عجیب بات محسوس کی ـــــ نرس وہاں موجود نہیں تھی ـــــ چاچی بڑے پیار سے جیٹھ کے پاؤں دبا رہی تھیں اور چاچی بڑے بھائی کو سمجھا سمجھا کر کہہ رہے تھے:
"بھائی صاحب، آپ سمجھتے تو ہیں نہیں ـــــ بیٹھ کر کھانے سے دریاؤں کا پانی بھی ختم ہو جاتا ہے، اور پھر یہ خرچ ـــــ آپ کو پتہ ہے آج اِس بے کار سی خوشی میں کوئی پچاس، ساٹھ ہزار روپے یوں ہی اُڑ گئے ـــــ"
"یہ بے کار خرچ یا چھوٹی سی خوشی نہیں ہے، دھن راج ـــــ میرا بچہ کہاں کہاں بھٹک کر، اِتنے کشٹ اور دُکھ اٹھا کر ہم سے آکر ملا ہے۔" وہ کمزور سی آواز میں کہہ رہے تھے۔ اور پھر یہ سب کچھ تو اُن ہی دونوں کا ہے ـــــ اور جب بھگوان نے چھپّر پھاڑ کر دیا ہے تو چھپّر پھاڑ کر اُٹھانا بھی چاہیئے۔"
دھن راج تلملا کر بولا: "اگر یہ سب کچھ اُن ہی دونوں کا ہے تو میں جو زندگی بھر سے آپ کی سیوا میں لگا ہوا ہوں ... ..."
"کیا میں نے تمہیں کسی چیز کی کمی ہونے دی ہے، دھن راج؟ تم تو میرے اپنے ہو ـــــ تمہیں کیا چاہیئے؟ بولو ـــــ"
چاچی بیچ میں دخل دے کر مکاری سے بولیں: "اے ہے بھائی صاحب

پوچھ تو رہے ہیں کہ کیا چاہیئے ـــــ مطلب یہ کہ تم جو بھی مانگو گے، وہ دے دیں گے ـــــ لیکن ایسے شبہ اور سر پر ایسے سوالات نہیں کرنے چاہئیں، ناتھ ـــــ بھائی صاحب تو ہیں ہی ہمارے ـــــ"

چاچا نے ایک کاغذ سامنے بڑھایا۔ "بھائی صاحب، بس اس پر دستخط کر دیجئے ـــــ چھوٹا سا سوال ہے ـــــ" دھن راج نے پتنی کی بات سنی ان سنی کر کے کاغذ سامنے لہرایا ـــــ

"ارے، میں بغیر چیتے کے پڑھ بھی تو نہیں سکتا کہ کیا لکھا ہے ـــــ اور پھر دھن راج تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے ـــ؟"

"اس لئے کہ کیا خبر کب آپ کے پران ساتھ چھوڑ جائیں اور آپ کے بیٹے ہمیں ٹھوکر مار کر اس بنگلے سے نکال دیں۔"

زناٹے کا ایک زوردار ہاتھ دھن راج کے مونہہ پر پڑا اور وہ چلا کر بولا: "ایک بیمار، بوڑھے، لاچار آدمی کے مونہہ پر یہ کہنا کہ کیا خبر کب آپ کے پران ساتھ چھوڑ جائیں شوبھا دیتا ہے تمہیں ـــــ؟" ایک جھٹکے سے اس نے کاغذ چھین کر اس پر نظر ڈالی ـــــ

"اچھا!" وہ تحریر پڑھ کر غصے سے بولا: "جائداد کی منتقلی کے کاغذات تیار کرائے ہیں ہمارے چاچا نے ـــــ" پھر وہ باپ کی طرف مڑا ـــــ

"پاپا، میں آپ سے ریکویسٹ کرتا ہوں کہ میرے یا سنیل کے مشورے کے بغیر آپ کسی کاغذ پر سائن نہ کریں ـــــ" پھر غصے سے دھن راج کو دیکھتے ہوئے بولا: "آپ کی اس حرکت پر کہ ایک بوڑھے، بیمار اور لاچار بھائی سے تنہائی میں اس کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھا کر غلط سلط دستخط کروا رہے تھے، میں آج سے آپ سے چاچا بھتیجے کا رشتہ توڑتا ہوں۔ آج سے ہم ایک دوسرے کو صرف ناموں سے پکاریں گے ـــــ سمجھ گئے دھن راج ـــــ؟"

چاچی بین کر کے رونے لگیں ـــــ

"ہائے ہائے! کیا زمانہ آگیا ہے! ارے، اسے مُردہ سمجھ کر ہم نے اس کے ماں باپ کو سنبھالا ـــــ اِس کی بیتی کو کتنے سکھ سے رکھا کہ جان جوان جی ہے کھانے پینے کو تو جی کرتا ہی ہوگا ـــــ بڑھیا تو غم سے سٹھیا گئی ہے تو اُس نامراد ودھوا کے کھانے پینے، سونے جاگنے کا دھیان رکھا ـــــ اُس کے کاروبار کو سنبھالا۔ اور اُس کا بدلا دیکھو کیا مِل رہا ہے ـــــ کہتا ہے: رشتے ختم ـــــ ہائے! بزرگ چاچا کو نام سے پُکار رہا ہے۔ میں مَرجاؤں ـــــ کیا گھور کل جُگ آگیا ہے رے کنگوان ـــــ!"

دینا ناتھ راج بڑی محبت بھری نگاہوں سے بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔

"بابا، آپ کو میں گود میں اٹھا کر باہر لئے چلتا ہوں ـــــ کچھ دیر مہمانوں میں بیٹھنے سے آپ کا من بھی بہل جائے گا ـــــ"

بوڑھے باپ کے لئے اِس سے زیادہ خوشی کا موقع کیا ہو سکتا تھا ـــــ اِسی دن کے لئے ماں باپ بھگوان سے اولاد مانگتے ہیں ـــــ وہ انکار کرتے ہی رہے، لیکن وجے انہیں گود میں اٹھا کر باہر لے ہی آیا ـــــ

'آج تو میں نے بوڑھے کا دل جیت ہی لیا ـــــ' وہ دل ہی دل میں خوش ہو کر بولا ـــــ

باہر مہمانوں کی بھیڑ میں کئی چہرے چھٹ گئے تھے، لیکن وہ چہرے نئے آگئے تھے۔ ورشا ان سے ترپ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ وجے کو آتے دیکھ وہ بکی: "ارے انیل، دیکھئے کون کون مہان ہستیاں آئی ہیں ـــــ"

وجے کھڑے کھڑے کئی بار جیا اور مرا ـــــ پھر ایک دم جیسے نکلتی ہوئی جان کو کسی نے واپس کھینچ لیا ـــــ ممی ورشا کو پیار بھرے غصے کے ساتھ ڈانٹ رہی تھیں "جیسے انیل اپنے ساس سسر کو بھی بھول جاتے گا ـــــ"۔

وجے اپنی گھبراہٹ مٹانے کے لئے ساس کے پیروں میں جُھک گیا ـــــ پھر اُٹھتے اٹھتے بولا: "میں دراصل غصہ سے ماں جی اور پتا جی کو دیکھ رہا تھا ـــــ

ہم اتنے غیر ہو گئے کہ پرایوں کی طرح فنکشن ختم ہوتے ہوتے آتے ہیں۔"

"نہیں بیٹا —" سسر جی پیار سے بولے "اصل میں ہماری گاڑی لیٹ ہو گئی تھی —"

"خیر اب آپ آتے ہیں تو میں ایک دو ہفتے تک تو آپ کو جانے نہیں دوں گا —" وہ دُلار سے بولا۔

"نہیں بیٹا — وہاں میں کئی بچّوں کو ٹیوشن دیتا ہوں نا — اُن کی پڑھائی کا حرج ہو گا —"

"میں نہیں مانوں گا ماں جی —" وہ بچّوں کی طرح اڑ گیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا —" ساس مصالحت کرتی ہوئی بولیں: "ہم دو دن رُک جائیں گے — تیری بھی خوشی ہو جائے گی اور اُن کا زیادہ نقصان بھی نہیں ہو گا —"

ساس سسر دو دن رہے — وجے ان لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا تھا، لیکن پوچھ نہیں سکتا تھا — ابھی تک زندگی بس یوں گزر رہی تھی کہ اپنے آپ سے دریشا، یا ممی کوئی نہ کوئی پرانا ذکر نکال لیتیں — اور خود ہی جانے کیسے اس کی تفصیل بھی بتا دیتیں — لیکن اور بھی کتنی ہی باتیں ایسی تھیں جو اُس کے علم میں آنی چاہیئے تھیں — اتنا اسے پتہ چل چکا تھا کہ دینا ناتھ راج کی چار کپڑے کی ملیں تھیں — بے حساب آمدنی تھی — بے حساب اُلجھاوے تھے — پھر مزدوروں کا بھی چکر تھا۔ دھن راج کی باتوں سے پتہ چلتا تھا کہ مزدور لوگ دینا ناتھ راج کے رویّہ اور سلوک سے خوش ہی نہیں، بے حد خوش اور اُن کے حد درجہ شکر گزار بھی تھے۔ تنخواہوں کے علاوہ دیوالی پر بونس بھی وہ دیتے تھے۔ اور ہولی پر اپنے طور پر انعام۔ جو لگ بھگ بونس ہی کے برابر ہو جاتا تھا —

دینا ناتھ راج اُسی کے غم میں بستر سے لگے ہوئے تھے — اُسے پاکر خوش بے حد

تھے۔ لیکن چار مہینے سے جو دل کو دھچکا پہنچا تھا، اس کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے —— کوئی دن جاتا تھا کہ وہ بھگوان کو پیارے ہو جاتے —— وجے کو جو کچھ کرنا تھا، ان کی زندگی ہی میں کرنا تھا —— پھر یہ سب سے بڑا ڈر اور وسوسہ اس کی جان کو لگا ہوا تھا کہ اگر کہیں اُس کی اصلیت کی پول کھل گئی تو پھر زندگی بھر جیل میں سڑنا پڑے گا —— اسی لئے وہ چاہتا تھا کہ جلد سے جلد جتنی بھی دولت سمیٹ سکے، سمیٹ لے اور اس نرک سے جو بظاہر سورگ سے بھی بڑھ کر تھا، فرار ہو جائے ——

لیکن، وہ دن رات کے مسلسل سوچ بچار اور پلاننگ کے باوجود کوئی خاص راہِ فرار طے نہ کر سکا تھا۔

'چلو اپنی ٹولی کے پاس ہی چلتے ہیں'۔ ساس سسر کی روانگی کے بعد اُس نے اپنے آپ کو سمجھایا۔

چلتے چلتے وہ ورشا کا ایک نیکلس لے جانا نہ بھولا۔

لال جی کا مونہہ ابھی تک بھی پھولا ہوا تھا، لیکن وجے نے جیب سے نیکلس نکال کر لہرایا تو سب کے سب کھِل اُٹھے۔

''یار، تو دھیرے دھیرے ایک ایک چیز لا رہا ہے —— ایک دم بڑا ہاتھ کیوں نہیں مارتا —— ؟'' درپن نے اُسے ورغلانا چاہا۔

''اس لئے کہ میں ابھی اُس گھر کا بڑا بیٹا بنا ہوا ہوں احمق ——'' وجے جھلا کر بولا۔

''اور ہمیں یہ ڈر ہے کہ تم کہیں سچ مچ ہی بیٹے بن کر نہ رہ جاؤ ——'' لال جی نے اپنا ڈر ظاہر کیا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کوئی عقل مندی کی بات کرو۔ سالی میرے سر پر تو مسلسل تلوار لٹکی ہوئی ہے —— اب گری، تب گری۔ پھر لاالف ایک دم کچھ اٹھ گئی ہے مسلسل ایک ڈر کی کیفیت طاری رہتی ہے کہ کوئی پہچان نہ لے اور جوتے مار کر جیل میں نہ ڈال دے ——''

"تو اِس کا کوئی حل بھی تم نے سوچا ہے ؟" پنٹو نے پریشانی سے پوچھا۔
"میں تم لوگوں سے خاص طور سے لال جی سے یہی مشورہ کرنے آیا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیئے ——"
"بوڑھا بیمار رہتا ہے —— ؟" لال جی نے بڑے مدبرانہ لہجے میں پوچھا۔
"بہت زیادہ ——" وہ پریشانی سے بولا۔
"تو اُسے خلاص کر دے ——" لال جی نے ہاتھ کے اشارے سے گردن پر چھُری چلا کر بتایا۔

"پاگل ہُوا ہے —— ؟" وجے غصہ سے بولا "خواہ مخواہ ایک بے گناہ انسان کو جان سے مار دوں —— ؟ اب تک تو چھوٹی موٹی چوریاں کرتے رہے ہیں، لوگوں کو باتوں سے ٹھگتا ہے، لیکن خون کسی کا کیا ہے۔ ؟ میں اتنا بڑا پاپ کیوں کروں کہ جیتے جی جیل میں سڑوں اور مرنے کے بعد بھگوان سے شرم سار رہوں —— وجے کا چہرہ غصہ سے تپ گیا ——

لال جی نے طعنہ دیا : "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم سدا کے اناتھ، اناتھ آشرم میں پلے بڑھے، اب ایک باپ مل گیا تو سچ مچ کا ہی باپ سمجھ رہے ہو اُسے ؟"
"نہیں ——" وجے نے بے حد سختی سے نہیں کہا —— لیکن پتہ نہیں اسے خود کیوں ایسا لگا کہ اُس کے نہیں کہنے میں اتنی سختی نہیں تھی جتنی ہونی چاہیئے تھی۔
"اُسے باپ مانتے بھی نہیں ہو اور مارنا بھی نہیں چاہتے —— یہ چکر کیا ہے —— ؟"
وجے غصے سے بولا : "یہ اتنی بڑی دنیا میں جو ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں لوگ ہیں، کیا یہ سب ہمارے ماں باپ ہوتے ہیں —— ؟ پھر ہم انہیں مار کیوں نہیں دیتے ؟ واہ ! کیا تھیوری ہے کہ 'باپ مانتے بھی نہیں اور مارنا بھی نہیں چاہتے ——' مطلب یہ کہ کسی کو جان سے مار دینا اتنا ہی آسان ہے۔ مجھے لگتا ہے تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"دماغ ہمارا نہیں تمہارا خراب ہوگیا ہے' وجے"۔ بھولا مکلو تیزی سے بولا : "اب تمہارے پاس رہنے کو بنگلہ ہے، ٹھاٹ کرنے کو بینک بھر بھر کے روپے ہیں، گھومنے کو موٹریں ہیں تو اب تمہیں ہمارا خیال کیوں آنے لگا؟ ارے جب انسان کو بیٹھے بٹھائے دولت مِل جاتی ہے نا تو اُس کا دماغ خراب ہو ہی جاتا ہے ——"

درپن تیزی سے بولا "اور سب سے بڑی بات تو بھول گیا، بھولا راتوں کے بھی عیش ہیں سالے کے۔ ہم تو مفت میں برہم چاری بنائے گئے۔"

وجے مٹھیاں تان کر بھاری آواز میں بولا "اُس دن لال جی کی پٹائی بھول گیا شاید تو ——"

"تو پھر ہمیں کچھ تو حصّہ دو —— یاد نہیں، جب ہماری ٹولی بنا تھا تو یہ عہد کیا تھا سب نے مل کر کہ جو بھی ملے گا مل بانٹ کر کھائیں گے۔" لال جی 'مل بانٹ' پر زور دے کر بولا۔

"دیکھو، میں تمہیں سمجھا کر کہے دیتا ہوں کہ نہ تو ورشا دروپدی ہے اور نہ ہم پانچ پانڈو —— وہ دھرم اور گیان کی باتیں ہیں، یہ ہماری پاپوں سے بھری گھناؤنی دنیا۔ دھرم کو ایسی باتوں میں بیچ میں لانا بھی پاپ ہے —— سمجھے؟"

"سمجھے ——!" لال جی غصّہ سے بولا —— "لیکن اب یہ بھی سمجھاؤ کہ ہم کیا کریں ——؟"

"کیوں ——؟ اگر میں مر ہی گیا ہوتا تو تم لوگ میرا کیا بگاڑ لیتے ——؟ وجے تیزی سے بولا ——

"یار مر جاتا نا تو ہم چار تھے، تیری ارتھی کو چاروں مل کر کندھا دے دیتے اور جلا کر راکھ کر دیتے، مگر نہ صرف یہ کہ تو زندہ ہے۔ بلکہ دنیا بھر کے عیش اور ٹھاٹ بھی کر رہا ہے ——"

"تو اگر میں انیل کا ہم شکل ہوں تو اِس میں میرا کیا قصور ہے؟ میری

جگہ تم میں سے کوئی اُس کا ہم شکل ہوتا تو بالکل یہی بات اس کے ساتھ ہوتی ــــ
میرا جینا کیوں دوبھر کر رہے ہو تم لوگ ــــ ؟"
"اِس لئے کہ ہم میں سے کوئی اتیل کا ہم شکل نہیں ہے ــــ" لال جی
الفاظ چبا چبا کر بولنے لگا ــــ "اور چونکہ ہم میں سے کوئی اُس کا ہم شکل نہیں
ہے، اِس لئے ٹھاٹ بھی نہیں کر سکتا اور چونکہ ہم ٹھاٹ نہیں کر سکتے، اِس
لئے اپنے ہی ایک معمولی ساتھی کو، ایک معمولی چور کو اِس طرح ساہوکار بنا دیکھ بھی
نہیں سکتے ــــ سمجھے انیل صاحب ــــ ؟" لال جی اُسے جلانے کو بولا: "اور ہم تم
سے صاف صاف کہے دیتے ہیں کہ ایک مہینے کے اندر اندر اگر تم نے ہمیں اس
لاکھوں کی جائداد کا حصّہ دار نہیں بنایا تو ہم تمہارا بھانڈا پھوڑ دیں گے ۔"
وجے تھوڑی دیر تک تو لال جی کو غصّہ سے دیکھتا رہا، پھر ہنس کر بولا
"آپ میرا کیا بھانڈا پھوڑیں گے؟ میرا تو بال بال انیل سے ملتا جلتا ہے ــــ
ماں جی سے لے کر پتا جی، پتنی، گھر کے نوکر چاکر تک کچھ فرق محسوس نہیں کر سکے۔"
چند لمحے خاموشی میں گزرے ــــ پھر وجے نے باری باری چاروں
کو دیکھا ــــ
"اگر میں پورا پورا انیل کی شکل کا نہ ہوتا تو آخر وہ رشا مجھے انیل سمجھتی
اور مانتی کیوں ــــ ؟" وہ لال جی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا: "اب تم
اِس طرح سوچو کہ میں واقعی انیل ہوں اور تم وہاں دینا ناتھ راج کے بنگلے پر
آکر اپنے طور پر خوب چلاؤ کہ یہ انیل نہیں ہے تو کیا وہ لوگ مان جائیں گے ۔"
درپن، نیٹو اور بھولا پٹ پٹ پلکیں جھپکا کر لال جی کو دیکھنے لگے ــــ
لال جی بڑے اطمینان سے بولا: "باندرہ کے جوہری کی بیوی کو ہم نے جو اتو بتایا
تھا اور اُس کے پاس روپے نہ ہونے کی وجہ سے جو اُس نے مٹھی بھر سونے کے
زیور ہمیں دے دیئے تھے، وہ واقعہ یاد ہے نا ؟"
وجے سر سے پاؤں تک لرز گیا۔ واقعی اُس طرف تو اُس کا دھیان

آج تک گیا ہی نہیں تھا۔

اُس دن باندرہ میں اُس جوہری کے گھر اصول کے خلاف، پانچوں پہنچ گئے تھے، ورنہ اُن کا یہ قاعدہ تھا کہ پانچوں کبھی ایک ساتھ ایک ہی جگہ نہ جاتے اور اُس دن اتفاق بھی کتنا عجیب و غریب ہوا تھا، جوہری کی سالی پولورائڈ کیمرے سے تصویریں لیتی پھر رہی تھی ـــــ سادھوؤں کی ٹولی کو دیکھا تو ہنس کر بولی:

(یہ تو اصلی ہندوستان ہے) سادھوؤں والا۔

سانپوں والا ـــ کیوں بھائی لوگو، آپ کے پاس پٹاری اور سانپ وغیرہ نہیں ہیں؟"

جوہری کی بیوی نے اُسے ٹوکتے ہوئے کہا: "چپ رہ، رانی! یہ لوگ سپیرے نہیں ہیں۔ یہ تو سادھو سنت ہیں۔ جیوتش ودیا بتا کر جیون کے کشٹ دُور کرتے ہیں ـــــ" تو رانی نے ہنس کر انگلش میں کہا تھا: "ٹھیک ہے تمہارا یہی وچار ہے تو تم دکھاؤ اپنا ہاتھ اور پڑھواؤ اپنے بھاگیہ کا لیکھا ـــــ لیکن اگر یہ لوگ فراڈ نکلے تو اب میرے پاس ان کی تصویر موجود ہے ـــــ"

وجے کو انگلش اچھی طرح آتی تھی ـــــ رانی کی یہ بات سُن کر اُس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے تھے، لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ نہ تو وہ رانی کے سامنے اِس بات کا اظہار کر سکتا تھا، نہ اُس وقت اپنے ساتھیوں سے یہی کہہ سکتا تھا کہ 'بھاگو رے! یہاں خطرہ ہے!' اور ہُوا وہی۔ ان لوگوں نے جوہری کی بیوی کو کافی اُلو بنایا تھا اور اُس نے پتی کی چوری سے روپوں کی بجائے زیورات اُٹھا کر انہیں دے دیئے تھے ـــــ

جوہری نے پولیس میں رپورٹ بھی کی تھی اور پولیس کو اپنی سالی کی کھینچی ہوئی تصویر بھی مہیا کی تھی ـــــ اور یہ خبر وجے نے اخبار میں سستی نیوز کے کام میں خود پڑھی تھی۔ اس واقعہ کے بعد وہ اس خبر کے لئے تین دن تک اخبار خریدتا رہا تھا۔ ایسی خبریں ایک دم دوسرے دن نہیں آجاتیں، دو تین دن لگتے ہیں اِسی لئے وہ تین دن تک اخبار لیتا رہا تھا اور آخر اسے وہ خبر ایک انگلش پیپر میں

مل ہی گئی تھی ——
"یار، گڑبڑ ہو گئی۔ اُس سالی نے سالی تصویر بھی جوہری کو دے دی تھی ——"
"تو کیا ہو گیا؟" لال جی نے ہنس کر کہا تھا "اچھا ہے، تصویر چھپے گی تو ذرا اپنی شہرت بھی ہو جائے گی ——"
"اُلّو کے پٹھے! ایسی چھوٹی موٹی چوریوں کے لئے اخبار میں تصویریں نہیں چھاپتی پولیس۔ ہاں، اپنے ریکارڈ میں ضرور رکھ لیتی ہے کہ وقت بے وقت کام آئے ——"
اب لال جی اُس تصویر کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور وجے سُن ہو کر رہ گیا تھا۔
وہ اُس وقت اُن لوگوں کے سامنے اپنی ہار ماننے کے موڈ میں نہیں تھا —— غصّے سے اُس کا سارا جسم سُلگ رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ لوگ اُس کو اچانک پیسے والا بنتے دیکھ کر اپنے ہوش کھو بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ چاہے اُس پر کچھ بھی گزر جائے، لیکن وہ انہیں نوٹوں کی گڈیاں اور زیورات، سونا، جو بن پڑے لا لا کر دیتا رہے۔
ایک دو بار اُس نے یہ بھی سوچا کہ اگر وہ خود اُن لوگوں کی جگہ ہوتا تو شاید اِسی طرح سوچتا —— یہ ممکن تھا بھی، نہیں بھی۔ لیکن وہ اس وقت مصالحت کے موڈ میں نہیں تھا، اس لئے ذرا غصّے سے بولا: "تو اَب آپ لوگ ہی مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں ——"
"ابھی تو تم یہ کرو کہ پتّے کھیلنا شروع کر دو ——"
وجے نے اُلجھ کر اُسے دیکھا —— "اُس سے کیا ہوگا ——؟"
"اپنی پتنی پر یہ ظاہر کرو کہ تم اسٹیک سے، یعنی پیسے لگا کر پتّے کھیلنے لگے ہو —— پھر تم رفتہ رفتہ اُس کی عین آنکھوں کے سامنے روپوں کی گڈیاں لے کر گھر سے نکلا کرو اور اُس کو یہ یقین دِلاؤ کہ امیر پتی ایسے ہی ہوتے ہیں —— پیسہ اُڑانے والے —— اِس طرح ابھی تو تم ہمیں بس پیسے لا لا کر دیتے رہو ——"

وجے اُسے گھورنے لگا ——

"تم چنتا مت کرو —— وشواس رکھو، ہم تمہارا حصّہ بھی برابر نکال کر رکھا کریں گے —— آخر کو تم دوست ہو ہمارے ——"

وجے کا خون کھول رہا تھا، لیکن وہ اُس وقت کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

"ویسے ہم نے ایک بات اور سوچی ہے، پیارے —— ایک آدھ دن جیوتش ودیا کا گیان، تمہاری ماتا جی اور تمہاری پتنی کو دینے کے لئے ہم تمہارے بنگلے پر آنا پسند کریں گے ——"

وجے ہڑبڑا کر بولا: "نن —— نہیں نہیں —— تم لوگ ایسی غلطی بھول کر بھی مت کرنا —— میں تو لاکھوں کے ہیر پھیر کی بات سوچ رہا ہوں اور تم ہو کہ چند ٹکوں کی خاطر سب کھیل بگاڑ دو گے ——"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ——" لال جی مکاری سے ہنس کر بولا "تو اگلی بار ذرا انگڑا مال لانا —— یہ کیا کہ کروڑپتی باپ کے بیٹے، اور آجاتے ہیں ایسا تحفہ لے کر کہ جو ایک مٹھی میں سما جاتا ہے ——"

وجے اڈّے سے نکلا تو سخت پریشان تھا ——

اُس دن صبح ہی صبح ورشا بولی: "آج لانگ ڈرائیو پر چلیں گے —— کتنے دن سے ہم ساتھ ساتھ نہیں گئے ہیں۔"

لانگ ڈرائیو کا نام سنتے ہی وجے کا دَم نکل گیا —— لیکن وہ ایک دم بات بنا کر بولا: "اب تو ڈرائیونگ کے نام سے وہ خوف ناک حادثہ یاد آجاتا ہے۔ مجھ میں تو اب اسٹیرنگ پر بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں —— بلکہ یوں کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ میں تو واقعی اب ڈرائیونگ بالکل ہی بھول گیا ہوں ——"

ورشا اٹھلا کر بولی "تو چلئے، یہ کنیز آپ کو ڈرائیونگ پھر سکھائے دیتی ہے۔"

وجے کے انکار کرتے کرتے بھی وہ اسے گھسیٹ کر گیراج میں لے آئی۔

"دیکھئے، یہاں سے وہاں تک کتنی بڑی جگہ ہے۔ بس یہیں سے آپ کا پہلا سبق شروع ——"

ڈرائیور نے ورشا کے کہنے پر گاڑی پورٹیکو میں لاکر کھڑی کر دی۔

"آئیے، آپ اِس طرف تشریف رکھئے —— عین میرے دل کی طرف۔ اور میں بیٹھتی ہوں اسٹیرنگ وہیل پہ ——" پھر اُس کی طرف دیکھ کر ہنس کر بولی —— "ارے ارے! آپ تو پسینے پسینے ہوتے جا رہے ہیں! ارے، آپ تو خود سیکھے ہوئے ہیں اور ایک ماہر ڈرائیور رہ چکے ہیں۔ آپ کو سب یاد آجائے گا۔"

وجے کے چہرے کا رنگ واقعی اُڑ گیا تھا —— زندگی میں پہلی بار وہ فرنٹ سیٹ پر اِس طرح بیٹھا تھا ڈرائیونگ کا سبق لینے کے لئے۔ اور ورشا عجیب سے لہجے میں کہہ رہی تھی "کتنی عجیب بات ہے نا انیل کہ اب سے پہلے آپ نے مجھے ڈرائیونگ سکھائی تھی اور آج میں آپ کی کوچ بنی ہوئی ہوں ——"

وجے احمقوں کی طرح اُس کے مونہہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ مُسکرا کر بولی "ناؤ کم آن —— ڈونٹ بی نروس —— اب اِدھر دیکھئے ——"

لیکن وجے کا دماغ اُڑا ہوا تھا —— ورشا سمجھ رہی تھی کہ یہ پُرانے ایکسیڈنٹ کا اثر ہے، اس لئے ہمت بندھانے کے انداز میں بولی: "ارے انیل، اِس میں ڈرنے کی کوئی بھی بات نہیں، آپ بس یہ دھیان رکھئے کہ اسٹیرنگ وہیل پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے اپنے پاؤں کے پاس نیچے نظر ڈالئے۔ آپ کے پیروں کے پاس جو الگ الگ انسٹرومینٹس سے ہیں، اُن میں سے جو بائیں طرف ہے، اُسے کلچ کہتے ہیں —— بیچ والے کو بریک اور دائیں طرف والے کو ایکسی لریٹر —— اور یہ رہا جناب آپ کا گیئر راڈ —— ذرا غور سے دیکھئے اور سُنئے —— صرف چار گھنٹے میں آپ کو پرفیکٹ ڈرائیور بنا دوں گی، شرط یہ ہے کہ آپ دھیان صرف اِسی طرف لگائے رکھیں ——" وہ ہنسی "اب دیکھئے، گاڑی میں پانچ گیئر ہوتے ہیں، جنہیں ہم اپنی اسپیڈ کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں ——" وہ مسکرائی —— "اب

دیکھئے، میں گاڑی چلا کر بتاتی ہوں ـــــ یہ رہی چابی ـــــ یہ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی ـــــ یہاں، اس جگہ سے ـــــ اب کلچ دبا کر میں نے گاڑی فرسٹ گیئر میں ڈالی، ایکسی لریٹر کو دھیرے دھیرے دبایا اور کلچ کو آہستہ آہستہ چھوڑنا شروع کیا ـــــ لیجئے گاڑی چلنی شروع ہو گئی ـــــ سمجھ میں آ تو رہا ہے نا؟ اب دوبارہ میں نے کلچ دبا کر گاڑی کو سیکنڈ گیئر میں ڈال دیا اور پہلے گیئر کی طرح پھر ایکسی لریٹر دبایا اور کلچ چھوڑ دیا ـــــ اسی طرح یہ تیسرا اور یہ چوتھا گیئر ـــــ اسپیڈ کے ساتھ گیئر بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں ـــــ ایک بات یاد رکھئے ـــــ سن اور دیکھ رہے ہیں نا آپ ـــــ؟ فرسٹ اور سیکنڈ گیئر میں گاڑی آہستہ چلتی ہے اور تھرڈ میں تیز اور فورتھ میں بہت تیز ـــــ"

وجے اب واقعی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، کیوں کہ اُسے گاڑی چلانا تو سیکھنا ہی تھا۔ وہ شرارت میں اپنی پریشانی کو اُڑانا چاہ رہا تھا۔

"گاڑی چلانا سکھا دو گی تو لے کر کہیں بھی بھاگ جاؤں گا ـــــ"

"اور پھر کیا کریں گے؟" وہ انجان بن کر بولی۔

"پریگننٹ کر دیں گے ـــــ" وہ یوں ہی شرارت میں کہہ گیا۔

" " وہ بن کر چلائی "بے شرم! بدتمیز! شرم تو نہیں آئے گی کسی لڑکی سے ایسا کرتے ہوئے ـــــ!"

وہ اُس کے قریب کھسک کر اُس کے بالوں میں اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولا "بالکل شرم نہیں آئے گی ـــــ بلکہ وہ سب کچھ ابھی اِسی وقت کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ جو تصویر میں سوچ لیا ہے ـــــ"

"ارے ارے یا" وہ چلائی ـــــ "پہلے سبق لیجئے مہاراج ـــــ ہاں تو گاڑی اگر ریورس کرنی ہے۔ تو گیئر راڈ کو اپنے آگے کی طرف دبا کر نیچے کی طرف کر دیں ... ..."

"کس کو نیچے کر دیں ـــــ؟" وہ بدمعاشی سے بولا "آپ کو ـــــ؟"

"ارے ارے انیل، قسم ہے بھگوان کی ـــــ آپ کا ذہن اتنا گندا ہے۔ چھی ـــــ! اب میں آپ سے کبھی نہیں بولوں گی ـــــ نہ آپ کو ڈرائیونگ ہی سکھاؤں گی ـــــ" اُس نے گاڑی روکی، جلدی سے پٹ کھولا اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

وجے بھی اُس کے پیچھے ہی لپکا ـــــ

"اچھا بھئی، غصہ تھوک دو ـــــ ہم سے غلطی ہوگئی۔ آپ کو تکلیف نہیں دیں گے ـــــ ہم نیچے ہو جاتیں گے ـــــ وہ ابھی تک شرارت کے موڈ میں تھا ـــــ

"انیل، میں سچ مچ ممی سے کہہ دوں گی کہ اپنے بیٹے کو سنبھالئے ـــــ بہت بے ہودہ ہوگیا ہے ـــــ"

وہ بستر میں اُس کے پاس گھس کر بولا :

"اور کیا کیا کہیں گی ممی سے ـــــ؟"

"یہی کہ انہیں خوب مارئیے ـــــ"

"اور ـــــ؟"

"اور یہ کہ انہیں آج دن بھر کھانا نہ دیجئے ـــــ"

"اور ـــــ؟"

"اور یہ کہ ـــــ" وہ بھی ہنس ہنس کر کہہ رہی تھی ـــــ "اور یہ کہ انہیں اپنے پاس سُلایا کیجئے، جیسے بچپن میں سُلاتی ہوں گی ـــــ"

"اچھا ـــــ؟" اُس نے لپک کر دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور شرٹ اتار کر دُور پھینکتے ہوئے بولا : "تو آپ ہمیں ممی کے پاس بھجوانے والی ہیں سونے کے لئے ـــــ؟ لیکن آپ کو پتہ ہے کہ جب مائیں ایسے ایسے سونے کے بدن والی بہوئیں بیٹوں کے لئے بیاہ لاتی ہیں تو جان بوجھ کر موقع فراہم کرتی ہیں کہ اُن کے بیٹے چاندی سونے سے کھیلیں ـــــ جیسا کہ اِس وقت ہم کھیل رہے ہیں"

"ارے ارے! انیل، یہ دن ہے ـــــ صبح ... ..."

"صبح ہو یا شام ـــــ ہمیں بس ایک ہی کام ـــــ اب کہو ڈرائیونگ سکھاؤ گی ـــــ؟" وہ اُسے بوسوں سے بے حال کرتے ہوئے بولا ـــــ

وہ ہنس ہنس کر کہہ رہی تھی "بے شک سکھاؤں گی ـــــ آف کورس ڈرائیور بنا کر چھوڑوں گی ـــــ"

وجے اُسے لپٹا کر بولا :

وہ پیار کے ساگر میں ڈوبتی، اُبھرتی، اُبھرتی ڈوبتی رہی ـــــ کنارے پہنچنے کی اُسے مطلق جلدی نہ تھی ـــــ

"اچھّا، آج آپ گاڑی چلائیں۔ میں ساتھ میں بیٹھتی ہوں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور آج تو ساتواں دن ہے ـــــ"

"نہیں ڈارلنگ، ہم کل سے اسٹیئرنگ پکڑیں گے ـــــ"

"ارے انیل، ایک بات یاد رکھئے ـــــ" وہ خوب زور سے ہنسی۔ "گاڑی چلانا سکھاتے وقت آپ ہی نے تو یہ مزے دار گُر بتایا تھا کہ جب اسٹیئرنگ ہاتھ میں تھامو تو بس یہ سوچ لو کہ سڑک اپنے باپ کی ہے ـــــ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ـــــ"

وہ بھی بناوٹی طور سے خوب زور سے ہنسا "تو کیا غلط کہا تھا ـــــ؟"

"تو آیئے، اوم کہہ کر سنبھالئے اسٹیئرنگ ـــــ"

"ارے، تم کیا ہمیں واقعی اُلّو سمجھتی ہو ـــــ ارے ہمیں سارے بھولے ہوئے سبق یاد آ گئے ہیں ـــــ بس یہ بات ہے کہ وہ حادثہ یاد آ کر دِل کو دہلا دیتا ہے ذرا ـــــ اچھا تم یہ کرو کہ آج ڈاکٹر احمد کی ڈسپنسری سے ہوتے ہوئے نکل چلو"

"ارے ـــــ!" وہ حیرت سے بولی : "آپ بالکل ہی بدھو ہیں کیا ـــــ؟

اِس وقت ہم جا رہے ہیں جُوہُو بیچ کی طرف کہ اُدھر زیادہ ٹریفک اور بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی اور آپ کہہ رہے ہیں ڈاکٹر احمد کی طرف چلو ـــــ تو اب اُلٹے جائیں ؟"

وجے کو تو پتہ ہی نہیں تھا کہ ڈاکٹر احمد کہاں رہتا ہے، کس جگہ ڈسپنسری ہے ـــــ ویسے وہ جس اپنائیت سے ملا تھا، اُس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ اور انیل بے حد بے تکلف اور گہرے دوست رہے ہوں گے۔ اور اُس نے بھی وجے کو انیل سمجھ لیا ـــــ مطلب یہ کہ واقعی وہ بالکل انیل کی طرح ہوگا ـــــ وہ ڈاکٹر احمد سے ایک ڈاکٹر کے طور پر چند باتیں پوچھ کر اپنے دل کے وسوسے دُور کرنا چاہتا تھا، اِسی لئے چاہتا تھا کہ اُس کے گھر اور ڈسپنسری کا راستہ تو معلوم کر لے ـــــ لیکن ظاہر ہے، وہ اِس وقت ورشا کے ساتھ اُس کے کلینک جانے کی حماقت مول نہیں لے سکتا تھا۔

ورشا نے گاڑی موڑ لی تھی اور اب وہ باندرہ کی طرف جا رہے تھے۔

"اب تو آپ پلیز چلانا شروع کر ہی دیں، انیل ـــــ" ورشا لجاجت سے بولی۔

"ارے، تم جب سوئی پڑی ہو تو میں روز کمپاؤنڈ میں گاڑی چلانے کی پریکٹس کرتا رہتا ہوں ـــــ"

"سچ ـــــ ؟" ورشا خوش ہو کر بولی: "ہانک تو نہیں رہے ہیں ہمیں آپ ـــــ ؟"

"گپ یا گاڑی ـــــ ؟" وہ سنجیدگی سے بولا ـــــ

"مطلب ـــــ ؟" ورشا پڑ گئی ـــــ

"ارے بابا، دنیا میں دو ہی چیزیں تو ہانکی جاتی ہیں ـــــ یا گپ یا گاڑی ـــــ تم کس کی بات کر رہی تھیں ـــــ ؟

"اوہ! بھگوان آپ سے سمجھے ـــــ میں گاڑی کی بات کر رہی تھی۔"

"ارے جناب، آپ ہمارا آئیڈیا سُن لیں تو بس سمجھ جائیں ہمارے سامنے

—— سوری ——" وہ شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا: "اصل میں یہ بات محاورے کے طور پر کہی ہے —— کچھ جانا —— ویسے سچ مچ بھی ہو جائے تو کچھ بُرا نہیں ہے ——"

ورشا کے گھور کر دیکھنے پر وہ سٹ پٹانے لگا۔ "ہاں تو ہم کیا کہہ رہے تھے آپ سے؟ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ہم گورکھے اور چوکی دار سے بڑے بڑے پتھر راستے میں رکھوا لیتے ہیں اور پھر گاڑی اُن سے بچا بچا کر نکالنے کی پریکٹس کرتے ہیں۔ پھر IN سے اندر داخل ہوتے ہیں اور OUT سے گاڑی بار بار باہر نکالتے ہیں —— اب کیا کہیں شرافت کا زمانہ رہا، نہ قدر رہی رہی —— ہمیں کافی بڑے بڑے خیالات اس وقت پریشان کر رہے ہیں ——"

"انیل، میں سچ مچ آپ کو مار بیٹھوں گی۔" ورشا کھسیانی ہو کر بولی۔

"اچھا بابا معاف —— اب نہیں ستاؤں گا —— نہیں تو تم ممی سے کان کھنچواؤ گی ——"

"انیل ——" ورشا اُسے دیکھ کر پیار سے بولی: "آپ تو پہلے سے بھی زیادہ پیارے ہو گئے ہیں ——"

ایک دم وہ جیسے سناٹے میں آ گیا —— "نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہو رہا ہے تو یہ بالکل غلط ہو رہا ہے —— مجھے اپنے آپ کو سنبھال کر رکھنا چاہیئے ——"

ڈاکٹر احمد کا کلینک دُور سے دکھا کر ورشا بولی: "چلنا ہے ملنے کے لئے ——؟"

"نہیں یار۔ صبح ہی صبح کہاں دواؤں کی بدبو میں سُونگھتے پھریں —— بعد میں دیکھیں گے ——"

"تو پھر مجھے اتنی دُور اُلو بنا کر لائے کیوں ——؟"

"اِس لئے جانِ من کہ تم گاڑی چلاتی ہوئی اِس قدر شاندار اتنی خوبصورت

لگتی ہو کہ جی چاہتا ہے تمہاری گاڑی کے آگے لیٹ کر خود کو ختم کر دوں۔"

"اوہ نو انیل! دوبارہ یہ بات آپ مونہہ سے نکالیں گے بھی نہیں۔"

"اچھا تو ہم کل جا کر اپنا ڈرائیونگ ٹیسٹ دے دیتے ہیں اور پھر جلد ہی لائیسنس بھی ...."

"لائیسنس ـــ؟" ورشا حیرت سے بولی۔ "ارے آپ کا لائیسنس تو الماری میں رکھا ہوا ہے ـــ یہ تو آپ کا ڈر نکالنے کے لئے میں ڈرائیونگ سکھا رہی تھی ـــ نیا لائیسنس کیوں ـــ؟"

وجے کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا، بڑی مشکل سے وہ بات بنا سکا۔ "ہم نے سوچا کہ اب ہم پہلے سے بوڑھے ہو گئے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ لائیسنس پر تو جوانی کی تصویر ہے۔ کہیں پکڑ دھکڑ لئے نہ جائیں ـــ"

"بوڑھے ـــ ہونہہ!" ورشا ہنس کر بولی ـــ "ہے بھگوان، بوڑھے اگر ایسے بدمعاش ہوتے ہیں تو جوانوں کا کیا حال ہوگا ـــ؟"

اگلے دن جب وجے اور ورشا ڈرائیونگ کے لئے ساتھ ساتھ نکلے تو اسٹیرنگ وہیل پر وجے بیٹھا اور ساتھ میں ورشا ـــ ورشا نے اُسے انیل کا لائیسنس بھی دے دیا تھا، جو اُس وقت اُس کی جیب میں تھا۔

باندرہ کے سگنل پر جب ٹریفک کانسٹبل نے ہاتھ ہلا کر اُسے روکا تو اُس کے چھکے چھوٹ گئے ـــ

"اے بھگوان رحم!" وہ دل ہی دل میں بولا ـــ

"لائیسنس ـــ؟"

اُس نے دھڑکتے دل سے انیل کا لائیسنس نکال کر کانسٹبل کو دیا ـــ کانسٹبل نے جھک کر وجے کے چہرے کو دیکھا، پھر لائیسنس کو، پھر ذرا مسکرا کر اُس کا لائیسنس

اُس کو پکڑا دیا ——
"کیا بات تھی آفیسر —— ؟" وجے نے اُسے خوش کرنے کے لئے "آفیسر" کہہ دیا ——
"نہیں، کوئی بات نہیں —— آپ کا گاڑی کا پیچھے کا درواجا ذرا ٹھیک سے لاک نہیں تھا —— آپ جا سکتا ہے ——"
وجے نے ایک لمبی ٹھنڈی سکون کی سانس لی —— تو آج ایک پولیس والا بھی اُلّو بن گیا۔ سمجھا کہ میں انیل ہوں —— کیا واقعی میں اِس قدر انیل سے مشابہ ہوں؟" اُس نے غور سے لائسنس میں لگی ہوئی انیل کی تصویر دیکھی۔ کسی اور کا تو ذکر ہی کیا، وہ خود حیران تھا کہ کوئی غیر دو انسان کس طرح آپس میں اِس قدر مِل سکتے ہیں۔

اب وجے بے خطر گاڑی چلا سکتا تھا —— جب پہلی بار وہ اکیلا گاڑی لے کر جانے لگا تو مارے محبّت کے، ورشا، ممّی، سنیل، نوکر چاکر، سب کے سب آ کر کھڑے ہو گئے۔
"بیٹے انیل ——" ممّی محبت بھرے لہجے میں بولیں "بھگوان کے لئے گاڑی دھیرے دھیرے چلانا —— اب اور اِس بوڑھے شریر میں کچھ سہنے کا دم نہیں ہے ——"
"کوئی بات نہیں ممّی —— آپ کا بیٹا ایک بار واپس آیا تو دوسری بار بھی آ سکتا ہے ——"
"نہیں بیٹے، دوسری بار اب میں اتنی کٹھا گیہ شالی نہیں ہو سکوں گی —— تجھے میری سوگند ——"
"ارے ارے ممّی ——" وہ سیٹ سے اتر کر آیا اور ممّی کے گلے لگ گیا —— "اتنے بہادر بیٹے کی ممّی ہو کر آپ پریشان ہوتی ہیں ——!"

ورشا بھی پریشان تھی ــــ بولی "انیل، آپ موہن کو اپنے ساتھ بٹھالیں ــــ ایک سے دو بھلے ــــ"

ممی پیچھے کھڑے نوکروں کی طرف مڑ کر بولیں "ہاں موہن، تو چلا جا بڑے صاحب کے ساتھ ــــ"

سنیل نے بھی موہن کو حکم دیا: "اور سن، صاحب اگر ذرا بھی گاڑی تیز کریں تو انہیں وہیں ٹوک دینا ــــ چاہے ایک چپت ہی کیوں نہ کھانی پڑے۔"

وجے نے سب کر دیکھا۔ 'یہ ــــ یہ لوگ، یہ محبت سے بھرے لوگ مجھے کتنا چاہتے ہیں ــــ اور میں؟ میں'؟' وہ آگے کچھ سوچ نہ سکا۔ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے ایک دم گاڑی اسٹارٹ کر دی ــــ

گاڑی چلانا سیکھنا وجے کے لئے اِس لئے بھی ضروری تھا کہ اُس نے سوچ رکھا تھا کہ جب لمبا ہاتھ مارے گا تو ایک آدھ گاڑی بھی اُڑا کر لے جائے گا ــــ چار پانچ گاڑیاں، پورٹیکو میں، گیرج میں، کمپاؤنڈ میں کھڑی ہی رہتی تھیں۔ اُن میں فارن کی بھی تھیں، اپنی دیسی بھی ــــ فارن کی لیفٹ ہینڈ ڈرائیو کاروں پر ابھی وجے نے ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ وہ ابھی صرف فیئٹ اور ایمبیسیڈر کار پر ڈرائیونگ کی پریکٹس کر رہا تھا ــــ پھر گاڑی چلانے میں ایک بات اور بھی تھی۔ وہ اپنی ٹولی پر رُعب بھی ڈالنا چاہتا تھا اور انہیں گاڑیوں میں گھما پھرا کر، سیر کرا کے خوش بھی رکھنا چاہتا تھا۔

اُس دن پہلی بار وہ اکیلا گاڑی لے کر اپنے اڈّے کی طرف گیا۔

گاڑی کے ہارن کی آواز سن کر بھولا اور درپن باہر نکلے۔ باہر اندھیرا تھا ــــ وہ پہچان نہ پائے ــــ پھر جب گاڑی کا انجن بند کر کے وجے باہر نکلا تو وہ خوشی سے چلاتے ہوئے اندر کی طرف بھاگے۔

"ارے لال جی ــــ ارے پنٹو! پتہ ہے کون آیا ہے؟"

لال جی اپنا انگوچھا سنبھالتے ہوئے باہر نکلا : "ابے کون آیا ہے؟ کون ہے بے ——؟"

"ارے اپنا وجے ہے ——"

وجے کو 'اپنا وجے' والا تعارف پسند نہیں آیا لیکن نہ ہر بار آکر لڑائی کرکے جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا اس لئے خاموشی سے سامنے آگیا ——

"ارے واہ ! ٹھاٹ ہیں پیاروں کے ! گاڑی میں گھوم رہے ہو سیٹھ —! کیا کہنا ہے —— !"

وجے اُس وقت کڑوے موڈ میں تھا —— اُسے غصہ اس لئے آرہا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا .. وہ سوچ رہا تھا کہ آخر میں کب تک اس طرح آتا رہوں گا ——

لال جی اپنے دانت نکال کر بولا : "کیا لاتے ہو پیارے آج —؟"

"کیوں ——؟ کیا پہلے تم ایسے ہی نواب کی اولاد تھے کہ کنگن اور نیکلس، دونوں ختم کرکے کھائی کر بیٹھ گئے ؟" وہ تلخ لہجے میں بولا۔

"ارے بھائی، بگڑتے کیوں ہو ؟ جب تم غریب تھے تو ہم بھی غریب تھے —— اب تم امیر ہو گئے ہو تو ہم بھی امیر بننا چاہتے ہیں۔ اور یہ کوئی بُرا سپنا تو نہیں ہے نا —— اپنا ہی ایک بھائی بنارہ ڈھن وان ہو جاتے تو کیا یہ آشا بری اور ان ہونی ہے ؟ کیوں مترو —؟" اُس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف تائید طلب نگاہوں سے دیکھا ——

"تم آخر چاہتے کیا ہو —؟ ایک ہی بار مجھے بتا دو ——" وجے نے زچ ہو کر کہا ——

"کتنی چھوٹی بات پوچھ رہے ہو ! ارے بھائی، تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو —— ہاں، ہم میں سے کوئی یہ سوال کرتا تو ایک بات بھی تھی کہ ہم جاہل ہیں —— تم ہمارے سردار تھے —— ٹولی کے کرتا دھرتا —— اب تم ہی ہم سے یہ پوچھو تو بڑی حیرت کی بات ہے ——"

"پیسہ بابا پیسہ ـــــ مایا ـــــ دھن ـــــ تاکہ یہ روز روز کا ٹنٹا ختم ہو کر چھٹا بجا کر گلی گلی، دنار دوار گھوم رہے ہیں، اپنا خون پانی ایک کر رہے ہیں ـــــ"، وجے بات کاٹ کر بولا ـــــ

"لیکن پچھلے کافی دن سے تو میں تمہیں اتنا لالا کر دیتا رہا ہوں کہ تمہیں بھیک مانگنے یا لوگوں کو دھوکا دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی ہوگی"

"اے وجے ـــــ"، پنٹو اپنی پنک میں بولا: "یہ لال جی پیسے لگا کر پتے کھیلنے لگا ہے اب ـــــ کہہ رہا تھا، اب اپنا سا تھی اتنا پیسہ کمانے لگا ہے تو ذرا جوئے کا مزہ بھی اٹھائیں ـــــ"

وجے لال جی کی طرف مڑ کر غصّہ سے دیکھنے لگا تو بھولا کچھ شرما کر بولا "اور وجے، پرسوں لال جی ہم کو سب کو ناچنے والی کے کوٹھے پر بھی لے گیا تھا۔ بہت موج مستی آئی ـــــ ایک دم فٹ تھی سالی ـــــ ایک کنگن دیا اُس کو ـــــ

ورشا کا کنگن کوٹھے والی کو! وجے کا دماغ گھوم گیا۔ اُس نے ایک سرے سے سب کی ٹھکائی کر ڈالی۔ درپن پٹ پٹ کر کہتا رہا:

"اے بھائی وجے، آج اپن ذرا سی نار وپے لاہے نا کہ کے تمہاری مار کھا گیا نئیں تو اپنے کو بھی دُھلائی کرنا آتا ـــــ کہا ـــــ ایسا نئیں سمجھا کہ تو اکیلا ہی پہلوان ہے ـــــ آں ـــــ"

"حرام زادو ـــــ!" وہ باہر نکل کر سب کو مخاطب کر کے بولا "چاہے جو جی میں آئے کرو۔ اب میں تمہارے اڈے پر کبھی نہیں آؤں گا ـــــ"

لال جی دھوتی سنبھالتے ہوئے باہر نکلا اور چِلّا کر بولا: "آئے گا تو تیرا باپ بھی ـــــ تیری پھوٹو تری سُسرال میں رکھی ہوئی ہے نا۔ بھول گیا کیا؟"

وجے گاڑی چلاتا رہا اور سوچتا رہا: 'اگر واقعی میں اِن لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہوں اور یہ پولیس میں میری رپورٹ کر دیتے ہیں تو بھی ان کے یا پولیس کے پاس کیا ثبوت ہوگا کہ ہاں میں وجے ہی ہوں، انیل نہیں ـــــ؟'

وجے پاگل مت بنو — پولیس کے ریکارڈ میں تمہاری ٹولی کے ساتھ تصویر ہے — انیل جیسا بڑے باپ کا بیٹا بھلا چار سادھوؤں کے ساتھ کیا کرنے چلا تھا جو اُس کی تصویر اُن چاروں کے ساتھ ہوتی ؟ ظاہر ہے، وہ کوئی ڈرامہ یا فینسی ڈریس شو کرنے تو نہیں گیا ہوگا — پھر پولیس کے ریکارڈ میں اُس فوٹو کی تاریخ بھی ہوگی جو یقیناً انیل کی موت سے بھی بہت پہلے کی ہے — اگر چاروں نے شکایت کردی تو تمہاری ایسی کڑی انکوائری ہوگی، تمہارے ماضی کی ایسی ایسی باتیں کھود کھود کر پوچھی جائیں گی کہ تم گڑبڑا جاؤ گے — انیل کی بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو تمہیں ابھی تک نہیں معلوم۔ اگر پولیس نے تمہیں انیل مان کر ہی، کھود کھود کر تم سے انیل کے بارے میں بھی پوچھنا شروع کیا تو تم کیا جواب دو گے — ؟"

وہ اُس وقت شدید اعصابی کھنچاؤ میں مبتلا تھا۔ اُس نے سوچا کہ اِس کھنچاؤ سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ کیوں نہ کچھ دن کے لئے ہندوستان سے باہر چل دیا جائے — ویسے بھی ورشا اُس سے تین چار بار امریکہ ہنی مون پر چلنے کے لئے کہہ چکی تھی — ممی بھی کہہ رہی تھیں کہ باہر ہو آؤ — ٹھیک ہے یہی پروگرام بنانا چاہئے۔

دوسرے دن وجے اکیلا ہی ڈاکٹر احمد کے کلینک کی طرف چل دیا — گاڑی پارک کرتے کرتے دو چار آدمیوں نے اُسے "ہائے انیل!" کہہ کر وِش کیا — یقیناً وہ سب انیل کے جان پہچان کے لوگ ہوں گے۔ جنہیں وہ بالکل نہیں جانتا تھا، لیکن وہ تو اُسے انیل سمجھ کر بے حد بے تکلفی اور پیار سے 'وِش' کر رہے تھے۔

"ارے!" ڈاکٹر احمد اُسے دیکھ کر اپنی کُرسی سے اُچھل پڑا "کیسے آگیا تُو؟ فون کر کے بُلا لیا ہوتا یار —"

"ٹھیک ہے یار — کچھ دن سے سر میں درد اور کچھ ٹینشن سا رہتا ہے سوچا، کچھ دوا لے لوں —"

"جوس، انڈے۔ کیبل زیادہ کھا — اور ہاں —" ڈاکٹر ہنسا —

"پہلے' کچھ نہیں اور' بعد' میں ایک دو گلاس دودھ —— بس یہ اصول بتا لے —— ایک دم پہلوان ہو جائے گا ——"

ڈاکٹر احمد کی بے تکلفی سے وجے کو اندازہ ہوا کہ وہ اور انیل بہت گہرے دوست رہے ہوں گے —— وہ کچھ شرما سا گیا۔ "یار تو ڈاکٹر ہو کر بد معاشی کے نسخے بتا رہا ہے ——" وجے دراصل ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہ رہا تھا، لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سرا کہاں سے پکڑے —— "آج تیرے مریض کہاں چلے گئے؟"

"اپنے اپنے گھر کو چلے گئے احمق —— اس وقت ایک بج رہا ہے اور لنچ ٹائم ہونے والا ہے۔ سمجھا —— ؟ اب تو بھی میرے ساتھ گھر چل کھانا کھانے ——"

"ارے نہیں یار، ورنہ اور ممی راستہ دیکھیں گی —— میں کچھ بتا کر نہیں آیا تھا انہیں ——"

ڈاکٹر ہنسا: "یار تو بھی اپنی طرح کا ایک ہی ہے ——"

ایک دم وجے نے بات پکڑ لی: "ڈاکٹر میں اپنی طرح کا ایک ہی ہوں، یہ بات تو طے ہے —— لیکن کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک جیسے دو انسان بھی ہوں ——"

ڈاکٹر اس کی بات شاید سمجھا نہیں، غور سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگا: "تو کیا کہنا چاہتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آیا ——"

"میں صرف یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کسی ماں کے دو جڑواں بیٹے ہوں تو وہ دونوں بالکل ایک جیسے ہی ہوں گے ——"

"نہیں ——" ڈاکٹر نے اس کی بات کاٹی "قطعی ضروری نہیں کہ دو جڑواں بیٹے یا بیٹیاں بالکل ایک سی ہوں —— خود میرے بڑے بھائی کے دو جڑواں لڑکے ہیں لیکن دونوں ایک دوسرے سے بالکل نہیں ملتے ——"

"اچھا چلو جڑواں بھائی ایک جیسے نہیں بھی ہوتے ہوں تو کیا یہ ممکن

ہے کہ دو غیر انسان آپس میں اِس قدر ایک جیسے ہوں جیسے شیشے میں اُسی کا عکس؟ میرا مطلب ہے کیا دُنیا میں کوئی بھی دو صورتیں اِس حد تک ایک جیسی ہو سکتی ہیں کہ اگر جسم پر کہیں تل وغیرہ ہو تو اُس کا بھی فرق نہ ہو ——؟"

ڈاکٹر احمد نے اسٹیتھسکوپ گلے سے اُتار کر ٹیبل پر رکھا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بولا: "دیکھ یار انیل، خدائے بزرگ و برتر کی قدرت اِس قدر عظیم اور ناقابلِ یقین ہے کہ انسانی ذہن سوچ بھی نہیں سکتا —— جہاں سائنس آکر ہار جاتی ہے نا وہاں سے خدا کی قدرت شروع ہو جاتی ہے۔ اپنی پریکٹس کے زمانے میں میرے پاس کئی ایسے کیس آئے ہیں کہ مریض کے عزیزوں کو بتا دیا گیا۔ اِس کی زندگی صرف دو یا چار گھنٹے کی رہ گئی ہے۔ چاہیں تو اسے رشتہ داروں سے ملوا دیں، آخری وقت قریب ہے —— لوگ جمع بھی ہو گئے —— بس مریض میں مرنے کی کسر باقی رہ گئی —— رونا دھونا' ماتم مچ گیا —— لیکن اللہ تعالےٰ کی اِس سمجھ میں نہ آنے والی قدرت نے کرشمہ دکھایا اور مریض اچھا بھلا ہو گیا —— تو پیارے اللہ سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ اِس لئے اللہ پاک سے ڈرو، اُس کی دی ہوئی نعمتیں کھاؤ اور اُس کا شکر ادا کرو —— یعنی اب چند لقمے میرے ساتھ کھا ہی لو ——"

واپسی پر وہ جتنے پہلے سے بھی زیادہ پریشان اور بے چین تھا۔ ڈاکٹر احمد کی باتوں سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اور انیل گہرے دوست تھے۔ اُس نے خود کو یہ کہہ کر دلاسا دیا 'جب وہ تک مجھے نہیں پہچان سکا تو اوروں کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا ——'

اُسے یہ طے کرنے میں کبھی دشواری ہو رہی تھی کہ اُس کی ابھی چند ہفتے پہلے کی زندگی زیادہ اچھی تھی یا یہ زندگی —— تھی تو وہ دھوکے فریب اور لوٹ مار کی دُنیا —— مگر یہ بھی ایک اعتبار سے دھوکہ دھڑی کی ہی زندگی تھی —— یہ اور بات ہے کہ بظاہر اس میں عزت تھی، پیار تھا، ماں تھی، بھائی تھا، باپ تھا،

اور سب سے بڑھ کر ورشا جیسی محبت کرنے والی، حسین اپسرا جیسی پڑھی لکھی، جان چھڑکنے والی بیوی تھی ——

وہ کیا کرے کیا نہ کرے ——؟

اب اگر وہ چاہتا بھی تو اپنی پرانی ٹولی سے جا کر سمجھوتا نہیں کر سکتا تھا۔

دراصل دل سے اپنی اِس نئی زندگی کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

دو باتیں ایک ہی ساتھ ہوئیں، اگرچہ دونوں باتوں میں بظاہر کوئی تعلق نہ تھا ـــــ

پہلی بات تو یہ کہ اُس روز روشا کپڑے سلوانے ٹیلر کے ہاں گئی ہوئی تھی۔

ـــــ پہلے تو اُس نے وجے کو ساتھ چلنے کے لئے اناؤں اور نخروں سے رجھانا چاہا تھا ـــــ وجے ٹس سے مس نہ ہوا تھا "ارے بابا، مجھے لیڈیز کے کاموں سے بے حد وحشت ہوتی ہے ـــــ اِس وقت تو تم اکیلی ہی چلی جاؤ ـــــ مجھے بہت سے کام، کاغذات دیکھنے ہیں ـــــ"

سنیل اُس وقت کالج گیا ہوا تھا ـــــ چاچا جی اپنی فیملی کے ساتھ کہیں گئے ہوئے تھے۔ بس ایک ممی تھیں جو اپنے کمرے میں تھیں۔ نوکر چاکر کچن اور باہر گارڈن میں کچھ سٹریٹر کر رہے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اُس نے ایک فون ریسیو کیا ـــــ

ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ فون وجے کو ریسیو کرنا پڑے ـــــ لیکن اُس دن مسلسل فون کی گھنٹی بج رہی تھی ـــــ جب فون کسی نے نہیں اُٹھایا، کیوں کہ کوئی آس پاس تھا ہی نہیں تو وجے نے اپنے کمرے سے نکل کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ فون

اب ٹیلیفون کاریڈور میں ممی کے کمرے سے قریب تھا، لیکن وہ کبھی فون اٹھانے نہیں آئیں ــــ یعنی وہ کبھی کہیں دور تھیں ــــ اِس لئے وجے نے ہی بڑھ کر فون اٹھالیا

"ہیلو ــــ" وجے بھاری سی آواز میں بولا ــــ

"ہیلو ــــ یہ دینا ناتھ راج کا فون ہے ــــ؟"

"یس ــــ کیا بات ہے؟"

"دینا ناتھ راج جی گھر میں ہیں ــــ؟" اُدھر سے کوئی پاپا کا اکسٹ پلٹ نام لے رہا تھا۔

"جی وہ گھر میں ہیں ضرور، لیکن اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ــــ آپ کون صاحب بول رہے ہیں ــــ؟"

"جی، میں باندرہ پولیس اسٹیشن سے انسپکٹر ترلوک بول رہا ہوں ــــ جی وہ کہنا یہ تھا کہ اب کہیں جا کر چھ سات مہینے کے بعد انیل راج جی کی لاش کھنڈالا کی گھاٹیوں میں پائی گئی ہے ــــ"

وجے کا حلق سوکھ گیا ــــ فون اُس کے ہاتھوں میں لرزنے کانپنے لگا۔

"انیل راج کی لاش؟" وہ اتنا ہی بولا ــــ

"ہیلو ــــ ہیلو ــــ" اُدھر سے انسپکٹر ترلوک کی آواز آتی رہی۔

"اصل میں پولیس پارٹی اسمگلنگ کے سونے کی تلاش میں گھاٹیوں، ٹیلوں میں گھوم پھر رہی تھی کہ ایک ٹیلے کے پیچھے خستہ حالت میں انیل راج کی لاش پائی گئی ــــ ہیلو، آپ سن رہے ہیں نا؟" کچھ رک کر انسپکٹر ترلوک پھر چلایا "میں سمجھ رہا ہوں جناب کہ اِس خبر سے آپ کو بہت تکلیف پہنچی ہوگی، لیکن چونکہ ہمارے تھانے میں یہ رپورٹ درج تھی، اِس لئے ہمارا فرض تھا کہ آپ کو اِس کی اطلاع دیں ــــ ویسے آپ کون صاحب بول رہے ہیں ــــ؟"

"جی، میں انیل کا بھائی ہوں سنیل ــــ" وہ آواز دبا کر بولا ــــ لیکن کیسے آپ یہ بتائیں گے کہ آپ کو کیسے یقین ہے کہ یہ انیل کی ہی لاش ہے ــــ؟"

"جی بات یہ ہے کہ حادثے کے سمے رپورٹ درج کراتے وقت لکھایا گیا تھا کہ اُن کے سیدھے ہاتھ کی کلائی پر ایک فارن کی گھڑی تھی اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں دو ہیرے کی انگوٹھیاں تھیں اور ایک زمرد کی ہرے نگ کی ـــــ تو گھڑی تو بے حد خراب حالت میں ہے ـــــ البتہ سونے کی خاصیت یہ ہے کہ کبھی خراب نہیں ہوتا، اِس لئے انگوٹھیاں جُوں کی تُوں قائم ہیں۔ آپ نے کپڑوں کی جو تفصیل لکھائی تھی، وہ بے کار ہی رہی، صاحب ـــــ کیوں کہ کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا کہ لاش اِس بُری طرح گلی ہوئی ہے کہ کپڑے تو کپڑے جسم پہ ماس کا بھی ٹھکانا نہیں ـــــ"

وجے اچھی خاصی پرسنلٹی کا مضبوط اور توی جوان تھا، لیکن اُس وقت بُری طرح کانپ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی گر پڑے گا۔

"پھر آپ آ رہے ہیں لاش لینے ـــــ؟" اُدھر سے انسپکٹر نے پوچھا۔

"نن ـــــ نہیں، انسپکٹر ـــــ بات یہ ہے کہ اب سب لوگ اِس حادثے کو بڑی مشکل سے بھول پائے ہیں ـــــ لاش دیکھ کر بھولے ہوئے زخموں کے ٹانکے اُدھڑ جائیں گے ـــــ اور سب سے بُری حالت تو میری ممی کی ہو جائے گی، انسپکٹر ـــــ اِس لئے آپ اتنا کرم اور کریں کہ ہاتھ کی انگوٹھیاں بیچ کر جو پیسہ ملے، اُسی سے کریا کرم کر دیں۔ سونے کی انگوٹھیاں ہیں، ہیرے جڑی۔ سات آٹھ ہزار روپیہ تو مل ہی جائے گا۔"

اُس کی آواز کانپ رہی تھی ـــــ

"یہ بات آپ پورے وشواس سے کہہ رہے ہیں؟ بعد میں ہم پر کوئی آفت تو نہیں آئے گی ـــــ؟"

"نہیں، میں پورے وشواس کے ساتھ آپ سے کہہ رہا ہوں کہ میرے بھائی انیل راج کی لاش کا کریا کرم آپ کا ڈیپارٹمنٹ کر دے ـــــ شاکی ہونے کی بجائے ہم سب آپ کے مشکور ہوں گے ـــــ اور پلیز، ایک بہت خاص بات ـــــ اِس سلسلے میں آپ کسی کو کوئی فون نہیں کریں گے اور نہ گھر پہ کسی کو بھیجیں گے ـــــ یہ میں سارے گھر والوں کی جذباتی بھونچال سے بچانے کی غرض سے کہہ رہا ہوں ـــــ

آپ پر کسی طرح کی آنچ نہیں آئے گی، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔۔۔"

"او کے سر ـــــ او کے ـــــ" انسپکٹر بولا۔

"میں ایک بار پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کا پولیس ڈیپارٹمنٹ اب یہ فائل بالکل بند کردے تو ہم شکر گزار ہوں گے۔ ہم لوگ بہت دکھی ہیں، اس ذکر کو اب آپ قطعی ختم کر دیں ـــــ ہمیشہ کے لئے ـــــ"

فون کریڈل میں رکھ کر وجے لڑکھڑا کر وہیں پاس رکھی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

رات آنے تک وجے بے حد پریشان رہا ـــــ کھانے کے لئے بھی، ورشا اُسے بُلانے کے لئے آئی تو وہ ٹال گیا۔

"ڈارلنگ، آج تم اکیلی ہی کھالو ـــــ سر میں بے حد درد ہو رہا ہے۔"

"لائیے، میں دبا دوں ـــــ" ورشا نے اپنی خدمات فوراً پیش کر دیں، اُس کا سر دبانے کے لئے بیٹھ بھی گئی۔

"ارے تم جاؤ ـــــ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہو گا اور سب لوگ تمہاری راہ دیکھ رہے ہوں گے ـــــ"

"نہیں، جب آپ کی طبیعت سنبھل جائے گی تب ہی میں بھی کھاؤں گی ـــــ اور آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گی ـــــ آپ کے بغیر اب دنیا کی کسی بات میں مزہ نہیں ـــــ"

دونوں کا راستہ دیکھتے دیکھتے، ممی خود اٹھ کر اُن کے کمرے میں آ گئیں ـــــ ورشا کو وجے کا سر دباتے دیکھ وہ قریب آ کر وجے کی پیشانی چھو کر بولیں: "بخار تو نہیں لگتا ـــــ کیا بات ہے بیٹا؟ تو کچھ پریشان سا دکھائی دیتا ہے۔"

وجے نے غور سے ماں کے چہرے کو دیکھا اور کہنے لگا: "ممی، ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ـــــ اصل میں آج بہت دیر تک کاغذات سے اُلجھتا رہا تھا، اس لئے۔۔۔"

"کام جان سے بڑھ کر ہے کیا ——؟" وہ غصّے سے بولیں : پھر اتنے نوکر چاکر ہیں آفس میں —— وہ کیوں نہیں دیکھتے ——؟"

" ممی ، جب تک مالک خود دھیان اور دل لگا کر کام نہ کرے ، نوکر بھی نہیں کرتے ——"

" یہ تو ٹھیک ہے بیٹا ، لیکن دیکھ نا ، تو نے اپنی کیا حالت بنا لی ہے —— تجھے ذرا بھی تکلیف پہنچے تو میرا دل دُکھنے لگتا ہے ۔ بھگوان تیرے راستوں کے سارے کانٹے میرے دل میں چبھو دے ، مگر تجھے سُکھی رکھے ——"

ونجے کا جی چاہا کہ چلّا چلّا کر رونے لگے —— وہ کیوں ایسے محبّت کرنے والے لوگوں کے بیچ میں آ گیا تھا ، جن کا وہ کچھ نہیں لگتا تھا اور دل ہی دل میں مسلسل جن کی بربادی کے منصوبے بناتا رہتا تھا —— 'کاش میں اُس دن ورشا کو بچانے آگے نہ بڑھا ہوتا ——'

ممی اُس کی پیشانی پر ہولے ہولے ہاتھ پھیرنے لگیں ۔

'کیا سب کی مائیں ایسی ہی ہوتی ہوں گی ؟' اُس نے دل ہی دل میں سوچا ۔

اُس کے دل سے عجیب سی لہریں اُٹھ رہی تھیں —— کاش وہ اس گھر میں نہ آیا ہوتا —— ویسے بھی تو زندگی پہلے اناتھ آشرم اور بعد میں دوسروں کے ٹکڑے کھاتے گزر رہی تھی —— بھگوان کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ مجھے اِس سنکٹ میں نہ ڈالتا —— لیکن 'کاش' کے آگے اُس کے سوچنے کی ساری راہیں بند تھیں ——

" بیٹا ، تو بہت پریشان ہے —— کچھ دن کے لئے بھارت سے باہر چلا جا ——" ممی نے مشورہ دیا ——

ورشا کا چہرہ کھِل اُٹھا ۔ مگر بولی کچھ نہیں ۔

" ممی ، یہاں اتنے سارے بکھیڑے ہیں —— پھر مجھے کہنا کچھ اچھا تو نہیں لگتا ، لیکن چاچا جی پر مجھے بالکل بھروسا نہیں —— وہ مزدوروں کو بھڑکانے کی فکر میں ہیں ——" ونجے نے ناحق پریشانی سے بولا ۔

"مجھے پتہ ہے مگر مزدور لوگ تیرے پاپا اور تم بھائیوں کے بہت گُن گاتے
کرتے ہیں۔ انہیں اتنی آسانی سے نہیں بھڑکایا جا سکتا ــــ"
"لیکن ممی دیپا تاکھڑ مِل میں اِس سال جو بھرپور پیداوار ہوئی ہے اسی کی
بنیاد بناکر چاچا جی مزدوروں سے کہہ رہے ہیں کہ تنخواہیں بڑھانے کی مانگ کرو۔
پھر یہ ہے ممی کہ مسلسل بوند بوند پانی گرے تو پتھر میں بھی گڑھا پڑ جاتا ہے ــ
یہ تو پھر اِنسان ہیں ــــ کب تک کان نہیں دھریں گے ــ؟" وہ اُٹھ کر بیٹھتے
ہوئے بولا ــــ
"خیر اِس وقت یہ ساری باتیں حل کرنے کا موقع نہیں ــــ میں تو بس اتنا
جانتی ہوں کہ تیرے پاپا نے اپنی محنت اور ارمان سے یہ باغ لگایا ہے تو دُنیا کی
کوئی بھی طاقت اُسے اُجڑنے نہیں دے گی چاہے دشٹ پاپی کتنے ہی منصوبے
بنالیں ــــ" ممی نے ایسے وثوق سے یہ بات کہی کہ وجے کا دِل دہل گیا ــ
وہ کیسے کہتا کہ وشٹ اور پاپی تو وہ خود تھا ــــ سب سے زیادہ وہی تو اس
ہرے بھرے باغ کو اُجاڑنے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔
ماں اور بیٹی کے اصرار پر اُس نے چند نوالے زہر مار کئے اور پھر آکر
اپنے کمرے میں لیٹ گیا ــــ اُس کا دِل بہلانے کے خیال سے ورشا نے ویڈیو
پر اپنی شادی کی فلم چڑھادی ــــ وہ لیٹے لیٹے فلم دیکھتا رہا اور جب کئی مناظر گزر
گئے تو وہ یہ دیکھ کر گھبرا گیا کہ دراصل وہ فلم جو اُس وقت ویڈیو پر چل رہی تھی،
انیل اور ورشا کی شادی کی تھی ــــ تو کیا وہ اِس قدر انیل سے مشابہ تھا کہ
اتنے سارے مناظر گزر جانے پر بھی وہ اپنی دیر کے بعد اندازہ لگا سکا؟ وہ بھی
اِس لئے کہ یہ تو اُسے معلوم تھا کہ جب اُس کی اور ورشا کی شادی کے پھیرے
ہوئے تھے تو صرف گھر کے لوگ موجود تھے، اور یہاں تو سارا شہر اُمڈا پڑا تھا؟
اُس نے جھلا کر ورشا سے کہا: "تم نے یہ فلم کیوں چڑھا دی؟"
وہ ہنسی اور قریب آکر اُس کے جسم پر ڈھیر ہوتے ہوئے بولی: "اِس لئے

کہ اِس میں آپ بے حد اسمارٹ اور ہینڈسم نظر آ رہے ہیں ـــــ" پھر اُس کے ہونٹوں پر اپنی کومل اُنگلیاں پھیرتے ہوتے بولی: "میں ہمیشہ آپ کو ایسا ہی دیکھنا پسند کرتی ہوں۔"
ورشا کی اتنی قربت سے بھی دیجے کے جسم میں کوئی جذبہ یا اُبال نہ اُبھرا ـــــ

"پلیز ورشا، اسے بند کر دو ـــــ" وہ نرمی سے، مگر جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولا ـــــ

وہ گئی، کچھ ٹٹولا اور دوسرا کیسٹ چڑھا دیا۔

اب اُس کی اور ورشا کی اپنی شادی کی فلم پردے پر چل رہی تھی۔

"ارے!" وہ ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہ کِس نے بنا ڈالی تھی؟" اُس کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

"کیوں، گھر میں لوگ نہیں تھے کیا ـــــ؟ اور ویڈیو کیمرہ آپریٹ کرنا ایسی کون سی مشکل بات ہے؟ کیا پروفیشنل کیمرہ مین ہی اُسے ہینڈل کر سکتا ہے؟" ورشا ہنس کر بولی۔

پہلی فلم والے انیل ـــــ اور اِس فلم والے دیجے میں دُنیا کا چالاک سے چالاک انسان بھی فرق نہیں محسوس کر سکتا تھا، لیکن دیجے کو عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی ـــــ

اب فلم میں پھیرے ہو رہے تھے ـــــ

ساتویں پھیرے میں انیل نے کیا کہا ہوگا، دیجے کو پتہ نہیں تھا ـــــ اُس نے پہلی فلم بند کرادی تھی ـــــ لیکن اِس فلم میں وہ تیز دلی عادلگن اور محبت سے کہہ رہا تھا:

"میں اپنی پتنی کی عزت اور جائداد کا ...."

مگر وہ تو اپنی بیاہتا بیوی کی عزت اور جائداد کے ساتھ کیا کر رہا تھا؟ اُس کی معصوم اور پاکیزہ بیوی کے زیور ناچنے والیوں کے جسم کی زینت

بن رہے تھے ——

ساتواں پھیرا، شادی کے پھیروں میں سب سے اہم، سب سے اٹوٹ ہوتا ہے کہ اِس کے ساتھ ہی یہ بندھن عمر بھر کے لئے ایسا پکّا ہو جاتا ہے کہ صرف اور صرف موت ہی اِس اٹوٹ بندھن کو توڑ سکتی ہے —— لیکن وہ ؟ وہ خود کیا کر رہا تھا ؟ کیا یہ سب صحیح تھا ؟ کیا اُسے یہی کرنا تھا ؟

اگر اُس کے ذہن میں پلنے والے پلید خیالات، گندے منصوبوں اور ذلیل پلاننگ کو کوئی کیمرہ اُجاگر کر سکتا تو کیا وہ دُنیا میں کسی کو مونہہ دکھانے کے لائق رہ سکتا تھا ؟

خیالات کی یلغار سے وہ اِس قدر پریشان ہوا کہ خوب زور سے چلّایا "بند کرو یہ بکواس ——!"

ورشا اُس کے ذہن کی گتھیوں سے بے خبر، اُس کے جسم پر لیٹی یہ فلم مزے میں دیکھ رہی تھی —— اُس کے چلّانے پر وہ ایک دَم ڈر کر اُٹھ بیٹھی —— اٹھ کیا بیٹھی، جیسے کسی نے اُسے اٹھا کر پھینک دیا ہو ——

"کیا ہُوا انیل ——؟" وہ گھبراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تمہارا سر ——" وجے نے غصّہ سے غرّا کر کہا۔

ورشا کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا —— وجے غصّے سے اٹھا، کھٹ سے ویڈیو آف کیا اور ساتھ ہی کمرے کی لائٹ بھی آف کر کے بستر پر اوندھا آ گرا۔

اتنے دنوں میں آج تک، اِس بُری طرح ڈانٹنا تو دُور رہا، وجے نے کبھی ورشا سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی تھی۔ اور اُس نے تو خود اپنے انیل کا دِل بہلانے کے لئے ویڈیو پر اپنی شادی کی فلم لگائی تھی —— اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کیا ہو گئی۔ اگر سر میں درد بڑھ رہا تھا تو وہ آسانی اور نرمی سے بھی تو کہہ سکتا تھا کہ "ورشا پلیز، مجھے سونے دو ——" لیکن اُس نے تو ایسا پتھر پھینک مارا تھا جو سیدھا اُس کے دِل پہ جا گرا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو اُس کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا۔
پھر اچانک اُسے رونا آ گیا۔۔۔ پہلے دھیرے دھیرے آنسو گرے، پھر یہ رونا سِسکیوں اور پھر ہچکیوں میں بدل گیا۔۔۔

وِجے کے دل میں اب غصّے کی بجائے عجیب سی بے چینی پیدا ہونے لگی۔ وہ کافی دیر تک یوں ہی اوندھا پڑا ورشا کی ہچکیاں سنتا رہا۔۔۔ وہ اُسے منانا چاہ بھی رہا تھا اور اپنے اندر اس کی ہمت بھی نہیں پا رہا تھا۔۔۔ 'آخر وہ کیا سوچ رہی ہو گی کہ میں کیوں شیر کی طرح دہاڑا۔۔۔ آخر اسے میرے دل کی کشمکش کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے۔۔۔ اُسے کیا پتہ کہ میں کیسی دُبدھا اور اُلجھن کا شکار ہوں۔ کیا میں اُسے سچ مچ سب کچھ بتا دوں؟ کیا میں اُسے اعتماد میں لے کر کہہ دوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو وہ سمجھتی آ رہی ہے؟ اس طرح شاید اُس کے دل میں میرے لئے دُگنا پیار پیدا ہو جائے۔

'پاگل! گدھے! اُلّو! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اُس کے دل میں دُگنی نفرت پیدا ہو جائے کہ جسے وہ اپنا انیل سمجھتی رہی، جس سے وہ پیار کرتی رہی، جس کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی، سوتی رہی، وہ انیل نہیں، کوئی اور ہے۔ اس کراہت بھرے احساس کے ساتھ ممکن ہے اُسے زندگی پھر ایک بوجھ لگنے لگے اور وہ ایک بار پھر خودکشی کرنے کو تیار ہو جائے۔۔۔ اس لئے وِجے، اب جو ہو رہا ہے ہونے دو اور اپنے ہاتھ لگنے والا جتنا بھی مال سمیٹ سکتے ہو، سمیٹ کر چمپت ہونے کی اسکیم سوچو۔۔۔ ناٹک تو بہرحال ناٹک ہی ہوتا ہے، جس کا خاتمہ ہونا لازمی ہے۔ اور خاتمے کے بعد اداکار کے لئے میک اپ اور بہروپ اتارنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ حماقت بھری باتیں چھوڑو اور جس کام کے لئے یہاں ٹِکے ہوئے ہو، اُسے پورا کرنے کی سوچو۔۔۔ ابھی ایکٹنگ جاری رہنے دو۔۔۔'

اُس نے تکیے سے سر اُٹھا کر بلبلا کر روتی ہوئی ورشا کو پیار سے دیکھا پھر اُسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا: "ناؤ کم آن۔۔۔ آئی ایم سوری۔"

اُس کے معافی مانگنے سے ورشا کی ہچکیاں اور تیز ہو گئیں۔
"اب معاف بھی کر دو نا، ڈیر ـــــ پتہ ہے تمہیں میرے سر میں درد تھا۔"
اُس نے ورشا کو اپنے جسم پر اوندھا لیا ـــــ
ورشا نے سپردگی کا کوئی مظاہرہ نہ کیا۔ وجے نے اپنے ہاتھ سے اُس کے آنسو پونچھے تو وہ روتے روتے بولی: "اصل میں میں غریب گھر کی لڑکی ہوں نا ـــــ اور پھر آپ ٹھہرے امیر باپ کے امیر بیٹے ـــــ"
وجے نے اتنی زور کا قہقہہ لگایا کہ ورشا ڈر سی گئی ـــــ 'امیر باپ کے امیر بیٹے ـــــ!' جتنی زور سے وہ اوپر سے ہنسا تھا، اُس سے کہیں زیادہ زور سے وہ اندر ہی اندر ہنس رہا تھا۔
'ارے ایک ڈھونگی، پاپی، بھکاری، پاکھنڈی، سادھو، لٹیرے، بھک منگے کو تم امیر باپ کا امیر بیٹا سمجھتی ہو؟' وہ دِل ہی دِل میں ورشا سے پوچھ رہا تھا۔ تمہیں پتہ ہے اُس کی اصلیت کیا ہے؟ اگر تمہیں پتہ چل جائے تو تم اِس طرح نرمی سے بات کرنے کی بجائے اُسے جوتے مار کر اپنے گھر سے اپنے دِل سے باہر نکال دو ـــــ لیکن اُس نے کہا کچھ نہیں۔ بس ہنستا رہا۔
"آؤ، چھوٹا موٹا ہنی مون یہیں اور اِسی وقت مناتے ہیں ـــــ آں؟"
وہ اُس کی آنکھوں میں جھانک کر شرارت سے بولا ـــــ
"بہت ہو گیا ہنی مون ـــــ" وہ غصہ سے بولی۔ "آپ خوش تو جہان خوش ـــــ اور جہاں خود خفا ہوئے تو ساری دنیا کو لات پہ رکھ کر اُڑا دیا۔ جائیے اب میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی ـــــ"
"آپ بات نہیں کریں گی تو یہ غلام کیا کرے گا ـــــ؟ رو رو کر مر جائے گا۔"
وہ اُسے پٹانے کے لئے خواہ مخواہ رقت طاری کرنے لگا۔ "اور ہم مر بھی گئے تو آپ کے لئے کیا فرق پڑ جائے گا ـــــ؟ اتنی من موہنی اور سُندر اپسرا کے لئے تو ہزاروں دعوے دار لائن میں کھڑے ہو جائیں گے، بس ہم ہی اگلے جہاں میں تڑپتے رہیں گے۔"

پھر اُس کے قریب گھس کر بولا: "اور اِس جہان میں ہی کیا کم تڑپ رہے ہیں؟ ارے یار، یہ تمہارے پاس سے کیسی مدھر خوشبو آتی ہے کہ انسان مدہوش ہو جائے ـــــ"

ورشا تھوڑا سا مسکرائی ـــــ "چلئے ہٹئے، بے کار کی باتیں بنانے کو فوراً تیار ہو جاتے ہیں ـــــ"

"ارے جاناں، ہم تو بس یہ سوچتے ہیں کہ شہد کی مکھیاں آپ پر کیوں نہیں ٹوٹ پڑتیں ـــــ اِس قدر شہد ملے گا انہیں کہیں ـــــ" وہ بظاہر ہنس ہنس کر باتیں مٹھارے جا رہا تھا، اُس کے قریب گھس گھس کر بدن کو جگا تا بھی جا رہا تھا، لیکن اُس کا ذہن کہیں اور بھٹکا ہوا تھا۔

ممّی کے بے حد اصرار پر، سنیل کے بار بار کہنے پر اور خود اپنے ذہن کے سنگین خیالات سے چھٹکارا پانے کے لئے چار و ناچار وہ ورشا کے ساتھ ہنی مون ٹرپ پر امریکہ جانے کے لئے تیار ہو ہی گیا۔

سارے کاغذات کی تیاری کے بعد جب وہ روانہ ہونے لگے تو ورشا بے حد خوش تھی۔

"آپ سوچتے ہوں گے نا اِنیل کہ شادی سے پہلے میں کیسی چپ چاپ، الگ تھلگ رہنے والی، خاموش سی لڑکی تھی ـــــ اور اب کتنی تلا گلا ٹائپ کی ہو گئی ہوں ـــــ"

"دیکھو ڈارلنگ ـــــ" وہ اپنی پیکنگ کرتے کرتے بولا: "رات کے دو بجے ایئر پورٹ پر رپورٹنگ کرنی ہے ـــــ اِس وقت بارہ تو ہو ہی گئے ہیں، ٹھیک طرح سامان پیک کرتے رہو۔ ورنہ یہیں ہنی مون کر دینا پڑے گا ـــــ ایسی موٹی موٹی آنکھوں سے لبھا لبھا کر باتیں مت کرو ـــــ سمجھ گئیں دِل کش لڑکی ـــــ؟"

وہ ہنسی ـــــ کِھل کھلا کر دل سے ہنسنے سے اُس کے چہرے پر گلال سا بکھر گیا ـــــ

"اصل میں آپ نے اپنی محبت سے میرے دِل میں اتنا وشواس بھر دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو اِس دنیا کی لگتی ہی نہیں——"
"ہاں—— اور ویسے بھی آپ اِس دنیا کی نہیں لگتیں—— آسمان سے اتری ہوئی کوئی محا رِق لگتی ہیں—— اور بڑی پیاری لگتی ہیں—— اتنی پیاری کہ آپ کو دیکھ کر بے حد گندے گندے خیالات ذہن میں آنے لگتے ہیں۔"
"بائی گاڈ، انیل آپ سے تو بات کرنا چور ہے——"
"ہاں صاحب، ہم تو ہیں ہی چور——" کہتے کہتے وجے ایک دم خود ہی ہڑبڑا گیا۔
"چور دھیرے دھیرے بن رہے ہیں——" ورشا مسکرا کر بولی۔
"کیا مطلب——؟" وجے گھبرا گیا۔ اُس کا دھیان اُن زیورات اور نوٹوں کی طرف گیا جو وہ چوری چوری اپنی ٹرنک کو پہنچاتا رہا تھا۔
"مطلب یہ کہ ممی کہتی ہیں ہر پتی چور ہوتا ہے—— پہلے تو وہ کسی ماں باپ کی بیٹی چرا کر لاتا ہے۔ پھر اُس بیٹی کا بھی سب کچھ چرا لیتا ہے——" وہ کھن کھناتی ہنسی کے ساتھ شرما کر بولی—— "اب اِس 'سب کچھ' کی تفصیل مت پوچھنے بیٹھ جائیے گا، بُدھو——!"
وجے نے بڑی دیر کی رُکی ہوئی سانس چھوڑی اور بات بناتے ہوئے بولا
"امریکہ چلو—— پکا چور بن کے دکھاؤں گا——"

اور واقعی امریکہ میں وجے نے ورشا کو جی بھر کے پیار کیا—— پیار دیا۔ فلوریڈا، ٹمپا، اسپرنگ فیلڈ، مارگنٹن، چھوٹے چھوٹے امریکی شہروں میں انہوں نے جی بھر کے زندگی کا لطف اٹھایا۔
"اسپرنگ فیلڈ نہ آتے ڈارلنگ تو زندگی بھر غم رہ جاتا—— کوئی حد ہے پھولوں کی! بھگوان ویسٹ پر زیادہ ہی مہربان ہے کچھ——"

"اور یہاں کے پتے کتنے ہرے ہوتے ہیں۔ اور پھول کتنے گہرے رنگ کے ـــــ اگر سُرخ ہیں تو بے پناہ سُرخ ـــــ پیلے ہیں تو سُورج کی کرنوں سے بھی زیادہ پیلے ـــــ گلابی ہیں تو... ..."

وجے اُس کی بات کاٹ کر بولا: "اور گلابی ہیں تو تمہارے ہونٹوں سے کم گلابی ـــــ یہاں زیادہ، شبد استعمال مت کرنا ـــــ"

"آپ اپنی ڈائیلاگ بازی کبھی چھوڑیں گے بھی ـــــ؟" وہ ہنس کر بولی۔

میامی پہنچ کر وہ دونوں جیسے باقی ساری دنیا کو بھول گئے۔

"انیل، یہاں کی سب سے پیاری چیز آب و ہوا ہے ـــــ بالکل ہمارے ہندوستان کی طرح ـــــ اوور کوٹ، پل اوور، سویٹر لادنے کی کوئی ضرورت نہیں ـــــ بس ساڑی بلاؤز، شلوار شرٹ میں گھومو پھرو ـــــ سردی نہیں لگتی نا!"

"ارے یار ـــــ" وہ سر کھجا کر بولا ـــــ "سردی لگتی تو کچھ فائدہ تو ہوتا نا ـــــ"

"چھی! گندے!" وہ شرما کر بولی۔

میامی بیچ پر بیٹھے بیٹھے اچانک وجے نے کہا: "یہ بیچ دُنیا کے چند خوب صورت ترین ساحلوں میں سے ہے ـــــ لوگ یہاں آنے کی حسرت میں مرے جاتے ہیں ـــــ دنیا بھر کے کتنے شادی شدہ نئے جوڑے اِسی جگہ آنا چاہتے ہیں لیکن آ نہیں پاتے ـــــ میں جانے کیسا اتنا لکی ہو گیا کہ یہاں تک پہنچ گیا۔"

ورشا نے اُسے ذرا حیرت اور اُس سے زیادہ غصّہ سے دیکھا: "کیوں، آپ کیوں ایسا سوچ رہے ہیں ـــــ؟ آپ سے زیادہ حق دار کون ہو سکتا ہے ـــــ؟ اصل میں انیل سارا کھیل دنیا میں پیسے کا ہے ـــــ اور آپ تو اتنے امیر ہیں ـــــ سو رِچ!" پھر ہنس کر بولی: "ہاں اگر میں اپنے آپ کو لکی کہوں تو ایک بات بھی ہے۔ اتنے غریب گھر کی میں اور... ..."

"نہیں، تم تو مجھ سے دس گنا زیادہ امیر تھیں۔ میں پٹ لگا کر کہتا ہوں

"وجے شکر کی طرح سفید سفید ریت اپنی مٹھی میں بھر بھر کر گراتے ہوئے بے خیالی میں بولا گیا ——

"کیا بات کر رہے ہیں انیل ——؟" ورشا حیرت سے بولی۔

اُس کے اِس طرح بولنے پر وجے ایک دم چونکا اور بات بدل کر بولا:

"ارے یار ورشا، بھگوان نے سارا حسن اور سُندرتا امریکہ ہی کو بخش دی ہے کیا؟ دیکھو یاد کرو اپنے جُوہو بیچ کی ریت —— کیسی میلی میلی ہوتی ہے۔ اور یہاں یہ میامی بیچ کی ریت دیکھو —— جی چاہتا ہے چینی سمجھ کر چائے میں گھول ڈالیں —— اتنی سفید کہ بس ——"

اور وہ بیچ پر نہاتی ہوئی ہالٹر ٹاپ اور بکنی میں ملبوس لڑکیوں کی طرف بے خیالی میں دیکھنے لگا۔

"اے مسٹر، ذرا اپنی نگاہوں کو روکیے ——" ورشا نے تنبیہہ کی۔

"غلط جگہوں پر پڑ رہی ہیں ——"

"ارے تم کیا سمجھتی ہو کہ تم جیسی الپسرا کو پا لینے کے بعد انسان کسی اور طرف نظر بھی اٹھا سکتا ہے ——؟" وہ سچائی سے بولا۔

"پھر کیا دیکھ رہے تھے آپ ——؟"

"ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ اگر ہم بھی اپنی جل پری کو ایسے ہی لباس میں ملبوس کر دیں تو ہم زندہ رہ بھی پائیں گے یا نہیں ——"

"ارے ارے انیل، اوپر دیکھیے ذرا ——!" وہ چلائی۔

ریموٹ کنٹرول سسٹم سے اوپر چڑھایا ہوا چھوٹا سا جہاز اوپر ہی اوپر چکر کھا کر اب اُن کے سروں پر جھوم رہا تھا۔

"دیکھیے، کہیں ہمارے سروں پر نہ آ پڑے ——"

دو امریکی اُس کی بدحواسی پر لطف اندوز ہوتے ہوتے قریب آ کر بولے:

"ڈونٹ وَری"۔ پھر ریموٹ کنٹرول ڈیوائس بتا کر ہنسے۔ " IT WANT FALL DOWN "

ہوائی جہاز نیچے سے کنٹرول کیا جا رہا تھا ـــــ اتنا چھوٹا بھی نہیں تھا کہ جسے کھلونا کہا جا سکتا ـــــ لیکن ورشا حیران تھی ـــــ امریکہ کتنی چیزوں میں کتنا آگے ہے ـــــ!

"ہم ایسا پلین لے چلیں، انیل ـــــ؟" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

"پہلے بچہ تو پیدا کرو۔" وہ ہنس کر بولا ـــــ پھر خود ہی ڈر گیا۔

"کیوں، یہ اتنے بڑے بڑے انسان اُڑا رہے ہیں تو کیا یہ سب بچے ہیں؟ یہ تو ایک طرح اعجوبہ ہے ـــــ"

"اعجوبہ تو ابھی ہم دیکھیں گے جان ـــــ ذرا ڈزنی ورلڈ چلیں تو پتہ چلے گا کہ دُنیا میں کیسے کیسے اعجوبے ہیں ـــــ"

"کیا آپ اِس سے پہلے امریکہ آ چکے ہیں ـــــ؟" ورشا وجے کے اِس طرح کہنے پر ذرا مرعوب ہو کر بولی ـــــ ابھی وجے کچھ جواب دے بھی نہ پایا تھا کہ خود ہی بولی: "آپ اتنے امیر باپ کے امیر بیٹے ہیں ـــــ آپ کے لئے دنیا کی سیر کون سی اعجوبہ چیز ہو گی ـــــ ہاں، ہم غریبوں کے لئے تو یہ ایک سپنا دیکھنے جیسی بات ہے ـــــ" وجے کو جواب دینے کا موقع دئے بغیر وہ بات پر بات کئے چلی جا رہی تھی ـــــ

"تو اگلی ـــــ میرا مطلب ہے پچھلی بار آپ کس کے ساتھ گئے تھے والٹ ڈزنی ورلڈ دیکھنے ـــــ؟"

وجے ہنس کر بولا: "ارے بابا، میں خود ہی پہلی بار امریکہ آیا ہوں ـــــ ویسے ڈزنی لینڈ اور ڈزنی ورلڈ کے بارے میں صرف رسالوں میں پڑھتا رہا ہوں۔"

"اوہ ـــــ!" ورشا کچھ پُرسکون ہو کر بولی "آپ کی باتوں کے انداز سے میں سمجھی تھی کہ آپ پہلے بھی آ چکے ہیں ـــــ"

"پہلے کبھی شادی کی ہوتی تو آتے بھی ـــــ" وہ اُسے ستانے کے لئے ہنس کر بولا ـــــ "ہماری تو بدنصیبی سے یہ پہلی ہی شادی ہے ـــــ"

ورشا بھی ہنس کر بولی : "پہلی کیوں، دوسری ہے ——"
ایک دم وہ جیسے سناٹے میں آگیا —— پھر سنبھل کر بولا : "وہ تو ممی زیادہ دھرم شاستروں والی ہیں، اِس لئے اُن کے کہنے پر پہلی ہی پتنی سے دوسری بار بیاہ رچانا پڑا —— ہنی مون تو پہلا ہی ہے نا ——"
"آپ تو اِس انداز سے کہہ رہے ہیں جیسے آپ دکھی ہوں کہ ہائے یہ دوسرا ہنی مون کیوں نہ ہوا ——" ورشا اسے مسلسل ستانے کے موڈ میں تھی۔
"ورشا ——" وہ اُس کے قریب گھس کر بولا : "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ ہنی مون پر آخر کیوں جاتے ہیں —— وہ بھی ایسے لوگ جن کی تمہاری طرح سندر پتنی ہو —— ارے تم خود ہنی مون ہو ——" وہ بات کا رُخ بدلنے کے لئے بولا۔
"میں ——؟" ورشا واقعی کچھ نہ سمجھ سکی۔
"اور کیا —— تم ہنی بھی ہو —— شہد بھی اور مون بھی، یعنی چاند بھی —— جب اپنی دُلہن ہی شہد اور چاند کا مکسچر ہو تو اِدھر اُدھر بھٹکنے سے فائدہ ——؟" وہ اپنے ہاتھ اُس کے بدن پر اِدھر اُدھر بھٹکانے لگا۔
"ہٹئے ——! بے شرم کہیں کے ——!" وہ جھلا سی گئی ——
"اچھا، یہ بتاؤ جاناں کہ شادی کے بعد سے یہ جملہ تم نے کتنی بار دُہرایا ہے ——؟"
وہ ہنسی —— "جتنی بار آپ نے بے شرمی کا مظاہرہ کیا ہے —— اچھا، اَب یہ سب بے کار باتیں ختم —— کل صبح کے پلین سے ہمیں کینیڈا چلنا ہے۔ اب سو جائیں ——"

ٹورنٹو (کینیڈا) پہنچ کر وہ شہر کے سب سے شان دار اور اعلیٰ ہوٹل 'فورسیزن' میں ٹھیرے —— اِس قدر خوب صورت اور حسین ماحول تھا کہ کھڑکی کے پاس سے ورشا کا ہٹنے کو جی نہ چاہتا تھا ——

"چلئے، باہر کہیں گھوم آتے ہیں ——" وجے اُس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے بولا ——

"نا بابا، مجھے تو یہاں بیٹھ کر صرف ماحول کو دیکھنا ہی اتنا اچھا لگ رہا ہے کہ کہیں آنے جانے کو جی نہیں چاہتا —— آپ جائیں ——" وہ مسلسل باہر دیکھتے ہوئے بولی ——

"سوچ لو —— یہاں کئی گوری گوری طرح دار لڑکیاں بھی ہیں ——"

"ارے جائیے —— وہ آپ کو گھاس نہیں ڈالنے والیں ——"

"کیوں —— کیوں؟ ہم میں ایسی کیا خرابی ہے صاحب ——؟" وہ ہنس کر بولا ——

"یہاں کی گوریاں، گورے ہی پسند کرتی ہیں —— انہیں بنسی والا شیام پسند نہیں آتا ——"

"اچھا، تو آپ نے مذاق ہی مذاق میں ہمیں سانولا ہونے کا طعنہ دے مارا ——"

"ارے آپ سانولے نہیں بابا، اچھے خاصے گورے ہیں، لیکن اتنے گورے نہیں نا جتنے یہ کنیڈین اور امریکن ہوتے ہیں ——" وہ مسکرائی۔

"چلئے صاحب، آپ تو امریکن ہیں نا ——"

"مجھے اپنے انڈین ہونے پر ناز ہے انیل صاحب —— اور اب آپ تشریف لے جائیں —— میرا موڈ اس وقت صرف چپ چاپ رہ کر بھگوان کی لیلا دیکھنے کا ہے ——" اُس نے دونوں ہاتھوں سے اُسے دھکیلا۔

وجے ہوٹل کے کمرے سے باہر کاریڈور میں نکلا تو سامنے لاؤنج میں خوب گہما گہمی تھی —— وہ چائے پینے کے ارادے سے آگے بڑھا تو کسی نے پیچھے سے اُسے پکارا ——

"مہاراج ——!"

وجے نے پلٹ کر نہیں دیکھا ——
اچانک ایک ہاتھ اُس کی پشت پر آکر ٹھیر گیا ——
"سنئے تو مہاراج ——
اب وجے کو پلٹ کر دیکھنا ہی پڑا ——
آنے والے نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا اور کہا "ارے مہاراج، پہچانا نہیں ——؟ میں ہوں، آپ کا داس۔"
وجے نے دانستہ اُسے نہیں پہچانا —— وہ سمجھا انیل کا کوئی دوست ہوگا جو اُسے یہاں بھارت سے اپنی دُور نورنٹو میں، انیل سمجھ کر مخاطب کر رہا ہے —— وجے آگے پیچھے دیکھنے لگا جیسے کسی اور کو ڈھونڈھ کر اطمینان کرنا چاہتا ہو کہ آنے والا دھوکے میں اُسے مخاطب کر رہا ہے۔
"مہاراج، میں آپ ہی سے مخاطب ہوں ——" وہ شخص اور بھی آنکھ سے بولا: "میں اشوک کوٹھاری ہوں —— آپ بھول گئے۔ بمبئی میں، داور میں آپ نے دو برس پہلے میرا ہاتھ پڑھ کر بتایا تھا کہ میں بہت بڑا آدمی بنوں گا اور فارن بھی جاؤں گا ——"
وجے کا دماغ بھک سے اُڑ گیا —— وہ اپنی ٹولی کے ساتھ گھر گھر جا کر عورتوں کو اُلّو بنایا کرتا تھا —— لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کہیں بھی سڑک کے کنارے بیٹھ کر راہ چلتوں کو لُوٹنے کی خاطر اَنٹ شنٹ باتیں، ہاتھ دیکھ کر بتا دیا کرتا تھا ——
اشوک کہہ رہا تھا: "آپ نے جو جو باتیں بتائی تھیں مہاراج، ساری کی ساری درست نکلیں —— جب اور جس کام میں ہاتھ ڈالتا گیا، فائدہ ہی فائدہ ہوتا گیا —— پھر گلی گلی آپ کو ڈھونڈا کہ آپ کی کچھ تو سیوا کروں، لیکن آپ ملے ہی نہیں ——"
وجے نے سوچا: اوہ گاڈ! شکر ہے، ورشا اندر ہی ہے۔ اُس کے

پیروں کے نیچے سے سُرخ مخملیں قالین جیسے کھسکتا جا رہا تھا ——

اشوک اپنی ہی سُنائے جا رہا تھا —— اُس کے بعد تو میرا جیون ہی بدل گیا —— آپ ہی نے کہا تھا بیاہ جہاں ماں باپ کہیں کر لینا —— شادی کے بعد تو آپ کے کہنے کے مطابق ہن برسنے لگا ——"

اتنے میں وجے کو ڈھونڈتی ہوئی وِرشا بھی اُسی طرف آ نکلی —— وجے کا جیسے دَم نکل گیا —— قریب آ کر وِرشا بولی : " ارے، آپ کے مِتر مِل گئے کیا کوئی بھارت کے —— ؟"

" وہ —— وہ —— وہ —— ہاں —— نہیں —— یہ . . . ." وجے اُکھڑی اُکھڑی باتیں کرنے لگا ۔

" کیسے ہیں آپ —— ؟ اپنے مِترسے پریچے بھی نہیں کراتے اپنی مسز کا ؟" اُس نے شکایت کی ۔

اشوک کو بھاری ہنس کر خود وِرشا سے مخاطب ہو گیا —— " شریمتی جی نمسکار —— نہیں، مہاراج میرے مِتر کیا ہوتے، یہ تو دیوتا سمان ہیں —— اِن ہی کے بھوشیہ کا حال بتانے پر تو میں مَرتے مَرتے دُنیا میں لَوٹا ۔ جو جو باتیں مہاراج نے بتائیں، سب پوری ہوئیں —— ورنہ کہاں دادر، بمبئی کا ایک سڑک چھاپ لڑکا آج ٹورنٹو کے پوش ہوٹل فور سیزن میں ٹھیرنے کا سپنا بھی دیکھ پاتا —— ؟" اُس کی آنکھیں گیلی ہو اُٹھیں ——

وِرشا نے حیرت سے وجے کو دیکھا —— " آپ اور مہاراج —— چکر کیا ہے یہ —— ؟"

وجے کے جاتے ہوئے تر اس لَوٹ آئے : " کمال کرتی ہو تم بھی —— ارے وہ جیون کے چار سنگین مہینے جب میں نے تم سے لڑ کر جوگی کا روپ دھار لیا تھا تو میں نے ایک گرو کے پاس بیٹھ کر واقعی جیوتش وِدیا کا گیان پراپت کیا تھا —— بس کسی ایسے ہی لمحے میں اِن کا ہاتھ دیکھ کر بھوشیہ کی کچھ باتیں بتا

دی ہوں گی جو بھگوان کی کرپا سے ساری کی ساری سچ نکل گئیں۔ اب یہ وہی بتا رہے ہیں ـــــ حالانکہ اس میں میرا کیا ہے ... ..."

اشوک بات کاٹ کر بولا : "ارے نہیں مہاراج، سب کچھ آپ ہی کا ہے ـــــ آپ کی باتوں کو اگر میں سچ نہ مانتا تو جیون میں اتنا دل کیسے لگتا کہ سپھلتا پر سپھلتا ملتی گئی ـــــ" پھر کچھ شرما کر بولا : "بھگوان کی دَیا سے اور آپ کے آشیرواد سے جلد ہی ایک مہمان بھی آنے والا ہے۔"

وجے نے ہاتھ بڑھایا ـــــ "بدھائی ہو ـــــ لیکن بھئی تین کے بعد بس کر دینا ـــــ"

اشوک شرما کر ہنسا، پھر چونک کر بولا : "لیکن مہاراج آپ نے ڈاڑھی واڑھی منڈوا دی، شاید آپ بھی گرہست جیون میں لوٹ آئے ہیں ـــــ" پھر ورشا کو دیکھ کر ہنس کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا : "بنتی پہنچ کر میں آپ لوگوں کے درشن کرنے اور کچھ بھینٹ کرنے ضرور آنا چاہوں گا ـــــ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو آپ کے گھر کا پتہ ... ..."

"ارے نہیں نہیں، بھینٹ وینٹ کی کیا بات ہے۔ بس آپ کا جیون سُدھر گیا، سب سے بڑی بھینٹ یہی ہے ـــــ اچھا نمسکار ـــــ"

اُسی رات وجے نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ ورشا کہتی ہی رہی : "اتنی پیاری جگہ تھی ـــــ ایسا خوب صورت ماحول ـــــ"، مگر وجے نے اُس کی ایک نہ سُنی ـــــ "ارے بابا، اُسکا بورو' اِس سے بھی زیادہ سُندر جگہ ہے ـــــ پاپا نے اپنے دوست کا پتہ دیا تھا ـــــ اگر ہم وہاں نہیں ٹھیرے تو پاپا اور انکل دونوں بُرا مانیں گے ـــــ پاپا نے چلنے سے پہلے فون پر بات بھی کرا دی تھی میری ـــــ"

لیکن اب وجے کا دل ٹورنٹو اور کنیڈا سے بالکل ہی اکھڑ گیا تھا ـــــ پھر بھی نیاگرا فالز دیکھنے گئے ـــــ بے حساب تصویریں بھی لیں ـــــ ورشا بات بات پر

خوش ہوتی رہی، اچھلتی رہی، لیکن وجے کا دِل بے ٹھکانہ تھا۔

"وجے، ذرا سوچو، بھگوان کی کیسی لیلا ہے ـــ جانے کتنے زمانوں سے کتنا بے حساب پانی مسلسل گرا چلا آ رہا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا ـــ" بے پناہ اونچائی سے نیلے، سفید نورانی پانی کے خوب صورت آبشار کو دیکھتے ہوئے ورشا تصویرِ حیرت بنی ہوئی تھی ـــ

"ہوں ـــ" وجے نے فالز کو دیکھتے ہوئے بے دھیانی میں جواب دیا۔

"اور یہ کتنے حیرت کی بات ہے انیل کہ لاکھ ٹمپریچر گر جائے، سردی کتنی ہی بڑھ جائے، سڑکوں پر برف جم جائے، اسنو فال سے راستے بند ہو جائیں، مگر یہ نیاگرا فالز بہتے ہی رہتے ہیں، کبھی نہیں جمتے ـــ بس مسلسل اوپر سے نیچے گرے چلے آ رہے ہیں ـــ اور اتنا سارا پانی بہہ کر جاتا کہاں ہے، یہ بھی کسی کو نہیں معلوم ـــ"

"صرف بھگوان ہی کو معلوم ہے ورشا کہ اُس کے اپنے کیا راز ہیں ـــ" وہ اپنے حالات کے بارے میں سوچتے ہوئے بولا۔

اُن کی واپسی امریکہ سے طے تھی۔ اِس لئے وہ واپس پھر ٹسکاگو پہنچے ـــ وہاں مشہورِ زمانہ سیرس بلڈنگ دیکھی۔ سووینیرز خریدے ـــ خوب صورت اور شان دار بازار میں جی بھر کے شاپنگ کی ـــ لیکن وجے کا دِل اُڑا اُڑا ہی رہا۔

فلوریڈا پہنچ کر وہ کار سے ڈزنی ورلڈ پہنچے ـــ ورشا ایک ایک چیز کو بچوں کی طرح حیرت سے دیکھتی رہی اور لطف اٹھاتی رہی ـــ 'خلائی پرواز' میں IF I HAD WINGS ('اگر میرے پر ہوتے') والے حال میں پہنچے تو انہیں بتایا گیا: "گھبرانے کی کوئی بات نہیں ـــ آپ لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر ہی بیٹھے رہیں گے ـــ نام ہوگا خلائی پرواز، لیکن آپ اُڑیں گے نہیں ـــ صرف یہ احساس ہوگا کہ آپ خلا میں اُڑ رہے ہیں، ستارے آپ کے قریب سے گزرتے ہیں، آپ بادلوں کے بیچ میں خود کو محسوس کرتے ہیں ـــ ایک حد یہ آجاتی ہے کہ آپ کو ستارے تو ستارے،

چاند تک اپنے ہاتھ کی رسائی میں محسوس ہوتا ہے ـــــ آپ کو صرف یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ "اگر آپ کے پر ہوتے تو ـــــ تو آپ کیا محسوس کرتے ؟"

جب روشنی ہوئی تو اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے وجے نے برابر میں بیٹھی ہوئی ورشا کو دیکھا ـــــ وہ ابھی تک خلا کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔ اور وجے ؛ وجے خود یہ سوچ رہا تھا کہ کاش کوئی ایسا جادو بھی ہوتا کہ وہ خلا سے واپس ہی نہ آتا، وہیں کہیں کھو جاتا۔

اُس نے اپنے آپ کو سمجھایا :

"وجے پیارے، تمہیں نہ صرف یہ کہ اسی دنیا میں جینا ہے بلکہ وہ ساری کٹھنائیاں اور اُلجھاوے جو تمہارے بھاگیہ میں ودھاتا نے لکھ دئے ہیں، یہیں رہ کر سلجھانے ہیں ـــــ اب فرار کی کوئی راہ نہیں ـــــ"

بھارت واپسی پر زندگی پہلے ہی کی طرح رواں دواں اور اتنی ہی پریشانیوں سے بھری اور نکھری تھی ——— لیکن کھنگوان کو اتنی پریشانیاں شاید مجھے کے لئے کم لگ رہی تھیں کہ ایک دن صبح ہی صبح ۵ بجے کے دماغ پر جیسے بم آ گرا۔

وہ اپنے مخملیں بیڈ کے نرم نرم گدیلوں میں ورشا کے بدن کی لذتوں کے مزے لوٹنے کے بعد پڑا تھا۔ ورشا خود باتھ روم میں تھی کہ اچانک زور زور سے ورشا کے اُلٹیاں کرنے کی آواز سے وہ چونک اُٹھا۔

لحاف پھینک کر وہ تیزی سے اندر لپکا ———

"کیا ہوا ڈارلنگ؟ بدہضمی ہو گئی ہے؟ ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

ورشا کُلّی کر کے منہ پونچھتے ہوئے بدحال، بدحواس سی آئی اور بیڈ پر ڈھیر ہو گئی، لیکن اُس کے چہرے پر گلال برس رہا تھا۔

"احمد کو فون کر دوں ——— یا پاپا کے ڈاکٹر داس کو بلا لوں ———؟"

وہ مسکرائی "کسی لیڈی ڈاکٹر کو بلا سکتے ہیں تو بلا لیں ——— لیکن وہ بھی کیا کر لے گی ———؟" وہ ہنسی۔

"کمال ہے تمہاری طبیعت خراب ہے اور اوپر سے ہنسے بھی جا رہی ہو —— ممی کو بلاؤں —— ؟" وہ سخت پریشان لگ رہا تھا۔

"دیکھئے انیل ——" وہ شرارت کے موڈ میں تھی —— "میں عامیانہ ہندی فلموں کی طرح ایک بات آپ کو سنانے جا رہی ہوں انیل، میں آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں ——"

"ماں —— ؟" وجے چلایا —— ک —— کون ؟ ک —— کس کا بچہ —— ؟"

"مگر ہندی فلموں کی طرح یہ حرام کا یا ناجائز بچہ نہیں ہے جو میں پریشانی کے ساتھ فریاد کروں کہ انیل اب کیا ہوگا —— ؟ یہ تو ہمارے پیار کا پہلا پہلا پھول ہے —— ممی سنیں گی تو خوشی سے بے حال ہو جائیں گی —— میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے انیل کہ میں یہ خوشی کیسے برداشت کروں ——"

وجے پاگلوں کی طرح دیدے پھاڑے ورشا کو گھورے جا رہا تھا۔ ورشا کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ خوشی کیسے برداشت کرے —— اور وجے کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ یہ صدمہ، یہ دھچکا کیسے برداشت کرے —— وہ پتی بنا —— ٹھیک تھا —— پتنی کو چھوڑ کر، لوٹ کر بھاگ جانا ایسی کوئی بڑی مہم نہیں تھی —— لیکن اب باپ بن کر، اپنی ہی اولاد کو چھوڑ کر کیا وہ جا سکے گا —— ؟ یہ —— یہ کیسی آزمائش میں تم نے مجھے ڈال دیا بھگوان! مجھے کیا پتہ تھا تم ایسے بھی جال کس سکتے ہو —— تمہارے پاس ایسی بھی زنجیریں ہیں، یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا ... ...'

ورشا اسے یوں آنکھیں پھاڑے بیٹھے دیکھ کر ہنسی سے بے حال ہو گئی۔

"ارے ٹھہریئے، میں آئینہ لا کر آپ کو آپ کی شکل دکھاتی ہوں —— کیسے جوکر لگ رہے ہیں —— ارے کیا لوگ باپ نہیں بنا کرتے —— ؟ ایسا بدحواس کوئی ہوتا ہے کیا ؟ ذرا ... ..."

اوـــ اوـــ اوـــ اوـــ کر کے اُسے پھر زور کی اُبکائی آئی۔ اور وہ بے حال ہو کر پھر باتھ روم کی طرف بھاگی۔ وجے بدحواسی میں اُٹھا ـــ دھڑ سے دروازہ کھول کر باہر بھاگا اور سیدھا ماں کے کمرے میں جا کر رُکا۔

"ممّی ـــ م ـــ م ـــ ممّی ـــ!" وہ ہکلایا ـــ

"کیا ہے بیٹا ـــ؟" ممّی پریشانی سے بولیں۔ "کیا بات ہے؟ نائٹ سوٹ بھی نہیں بدلا ـــ ہُوا کیا ـــ؟"

"ب ـــ بب ـــ بچّہ ـــ" وہ گھبراہٹ میں بات بھی پوری نہ کر سکا ـــ

"بچّہ ـــ کس کے ہُوا ـــ؟" وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکیں ـــ

"ورشا کے ـــ و ـــ ورشا کے بچّہ ہو رہا ہے ـــ وہ اُلٹیاں کر رہی ہے ـــ"

ممّی مالا جپتے جپتے، خوشی سے بے حال ہو کر اُٹھیں اور وجے سے زیادہ تیزی سے بھاگتی دوڑتی بیٹے، بہو کے کمرے میں پہنچیں ـــ ورشا پلنگ پر بے سُدھ سی پڑی تھی ـــ ممّی وہیں دروازے میں ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئیں ـــ اُن کے چہرے پر خوشی ہی خوشی تھی ـــ

"ورشا ـــ بیٹی ـــ" انہوں نے دھیرے سے پکارا، ایک درد کا سایہ سا اُن کے چہرے پر آ کر گذر گیا ـــ 'اب یہ بھی اُسی کڑوے درد سے گزرے گی جو بھگوان نے ہر استری کے بھاگیہ میں جنم دیتے سمے لکھ دیا ہے'۔"

ورشا نے شرما کر ساس کو دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے مونہہ چھپا لیا ـــ ماں نے بناوٹی غصّے سے بیٹے کو دیکھا: "اور تو ـــ اسے مصیبت میں ڈال کر خود یہاں چین سے کھڑا ہے ـــ بے شرم! جا، جا کر ڈاکٹر سُدھا کو فون کر۔ وہی تو میں کہوں کہ ٹیبل پر کھانے کو یوں بیٹھے۔ یوں اُٹھ جانے۔ بہو کو ہُوا کیا ہے ـــ؟ اب پتہ چلا یہ ہُوا ہے ـــ اور دونوں کی ملی بھگت تو دیکھو کہ میں جو سب سے

زیادہ خوش ہونے والی تو مجھ کو ہی خبر نہیں —— اب دیکھتی ہوں نا کیسے یہاں سوتا ہے —— آج سے ورشا میرے کمرے میں سوئے گی۔"

وہ پیار سے، دُلار سے، محبت بھری ڈانٹ سے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ ورشا خود کو پھولوں میں محسوس کر رہی تھی۔ صرف ایک ہی بدنصیب تھا جو کانٹوں میں گھِر کر رہ گیا تھا ——

ڈاکٹر سُدھا نے آکر اعلان کیا کہ ورشا کو تیسرا مہینہ ہے تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی —— سنیل وجے کو پکڑ کر ناچنے لگا۔

"ہیاؤں —— ہیاؤں —— بھیّا، اب آپ فوراً بچے پالنے سکھانے والی کسی کلاس میں داخلہ لے لیجئے ——"

"اے لو —— وہ کیوں داخلہ لینے لگا؟" ماں پیار سے ہنس کر بولیں "کیا بچہ سنبھالنا اِس کا کام ہے؟"

"اور کس کا کام ہے ممّی؟ بھابھی تو خود گڑیا جیسی ہیں —— وہ کیا جانیں بچہ سنبھالنا ——"

"کیوں، کیا دادی نہیں ہے ——؟" وہ فخر سے بولیں۔

"اور کیا چچا نہیں ہے ——" سنیل سینہ پھُلا کر فخر سے بولا "ارے ہم تو ایسے چچا ہیں کہ ایک منٹ کو بھی باپ کے حوالے اولاد نہیں کریں گے —— ارے ممّی، میں اُسے سو ٹرنگ سکھاؤں گا ——"

سب زور سے ہنس پڑے —— وجے احمقوں کی طرح سب کا مونہہ دیکھ رہا تھا ——

"ارے یار بھیّا، آپ ذرا تو ہنس دیں، ورنہ سب کہیں گے کہ بھابی کے بچہ ہو رہا ہے تو اسنیل جل گیا۔"

سب اور زیادہ زور سے ہنس دئے۔ وجے کھسیانا ہو کر رہ گیا۔ ممّی نے

وجے کی طرف داری کرتے ہوئے سنیل کو ڈانٹا : "چپ رہ بے شرم! میرا بیٹا تیری طرح نرلج نہیں ہے کہ پٹر پٹر اپنی اولاد کے بارے میں باتیں کرے گا۔"

"پاپا ـــــ آپ نے پوتے کا نام سوچا یا نہیں ـــــ" سب دینا ناتھ کے کمرے میں ہی جمع تھے ـــــ سنیل نے باپ کو چھیڑا۔

"اور جو پوتی ہوئی تو ـــــ؟" چاچی جل کر بولیں۔

"ہمیں پوتی بھی اتنی ہی پیاری ہوگی، دیورانی جی ـــــ پوتی کون دیتا ہے اور پوتا کون دیتا ہے، سب بھگوان کے یہاں سے آتے ہیں ـــــ بلکہ ہم تو زیادہ خوش پوتی کے آنے سے ہوں گے کہ بھگوان نے سب کچھ دیا، مگر لکشمی کی کمی سدا کھٹکتی رہی ـــــ"

دینا ناتھ کم زور آواز میں بولے : "میں تو اس دن کی آس میں جی رہا ہوں جب وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے میری انگلیاں پکڑ کر کھینچے ـــــ"

دھن راج نے معنی خیز انداز میں کہا : "بھگوان اس دن تک آپ کو زندہ رکھے ـــــ"

اس کی بات میں ایسی کمنی کاٹ تھی کہ کوئی چونکا، نہ چونکا، وجے بری طرح چونک گیا ـــــ اس نے غور سے دھن راج کے چہرے کو دیکھا ـــــ پتہ نہیں کیوں اسے ایسا لگا جیسے دھن راج نہیں چاہتا کہ پاپا زندہ رہیں اور خوشیاں سمیٹیں ـــــ

رات کو جب وجے سونے کے لئے لیٹا تو نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اب کیا ہوگا ـــــ اب کیا ہوگا ـــــ؟ بس ایک ہی ایک سوال اس کے دماغ میں گھومے جا رہا تھا۔

ورشا اپنے آپ میں مگن تھی، ورنہ اسے یوں گم صم اور پریشان دیکھ کر

وہ اُس سے پوچھتی ضرور کہ 'انیل' آپ یوں پریشان اور کھوئے کھوئے سے کیوں ہیں ــــ؟'

بہت سی اسکیمیں اُس کے دماغ میں آ آ کر نکل جاتیں۔ کچھ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے کہیں اُس کی آنکھ لگی۔

جب وہ جاگا تو دن کے بارہ بج رہے تھے ــــ اور وہ بے حد خوش اور مطمئن تھا ــــ

ورشا اسے جاگا دیکھ کر ہنسی۔ "بچپن میں کہانیوں میں پڑھا تھا کہ سوداگر گھوڑے بیچ لیتے تھے تو بے حد اطمینان کی نیند سوتے تھے۔ آج پتہ چلا کہ لوگ باپ بننے والے ہوتے ہیں تو بھی بڑے چین کی نیند سوتے ہیں۔

وہ کل سے مسلسل بے حسی اور پریشانی کا ہی مظاہرہ کرتا آ رہا تھا۔ لیکن اب اپنی پیاری، بلکہ دُنیا کی سب سے پیاری خبر سُن کر وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا ــــ خوشی سے بولا: "ہم تو جس دن پتی بنے تھے نا، اُس دن زیادہ چین کی نیند سوتے تھے۔"

"جھوٹے!" ورشا ہنسی ــــ "اُس رات تو ساری رات سوئے ہی نہیں تھے۔"

"آپ غور نہیں فرما رہی ہیں ــــ ہم نے کہا ہے، جس 'دن' پتی بنے تھے ــــ اُس دِن ــــ ظاہر ہے ہم دِن بھر سوتے رہے تھے ــــ دراصل ہم اُس رات کچھ اتنی پی گئے تھے کہ ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ آج تک ہوش میں آئے ہی نہیں ــــ"

"آپ شراب بھی پیتے ہیں!" وہ حیرت سے بولی۔

"جی نہیں ہم نے یہ بوتل والی گھٹیا شراب نہ کبھی پی ہے نہ پئیں گے ــــ ہم تو آپ کی آنکھوں والی شراب کی بات کر رہے تھے۔ ویسے سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اُس رات اور بھی بہت کچھ پیا تھا۔"

"ہٹ ــــ بے شرم!" وہ تکیے میں منہ چھپا کر اوندھ گئی۔

"بے شرم ہم ہیں یا آپ ــــ؟" وہ اُس کا چہرہ اٹھا کر بولا: "ہمیشہ ہمیں بے شرم کہتی رہتی ہیں۔ لیکن اب بتائیے بے شرمی کا مظاہرہ کس نے کیا

ہے ـــــ بچہ ہماری کوکھ میں ہے یا آپ کی ؟ مطلب یہ کہ جس نے بے شرمی کی، اُسی کے بچہ ہو رہا ہے نا ـــــ صاف بات ہے ـــــ"

"انیل، میں سچ مچ آپ کو مار بیٹھوں گی ـــ" وہ شرما کر جھلا کر بولی ۔

"آپ کی مار ہم پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے سے لگالیں گے ـــــ" وہ اُس کو لپٹاتے ہوئے بولا۔ پھر سر کھجا کر کہنے لگا : "یہ ڈاکٹر سُدھا آپ کی بڑی ہمدرد معلوم ہوتی ہیں ـــــ ساری دشمنی بس ہم سے ہے اُن کی۔ چاہتی ہیں کہ کچھ دِن آپ کو دُور ہی دُور سے پیار کریں۔ یہ سالا بچہ نہیں ہوا مصیبت ہو گئی۔

" ارے رے رے !" وہ اُس کے مونہہ پر ہاتھ رکھ کر بے حد پیار سے بولی : "وہ تو ہمارے جیون میں خوشیاں بکھیرنے آ رہا ہے ـــــ وہ تو چاند بن کر اُجالے پھیلانے آ رہا ہے ـــــ شبھ شبھ بولئے ـــــ"

'ٹھیک کہتی ہو، جاناں !' وہ دِل ہی دِل میں بولا ـــــ 'وہ سچ مچ چاند ہے، جس نے میری راہوں کے اندھیروں میں روشنی کر دی ہے !'

شام کو وجے گاڑی لے کر اپنی ڈیوٹی کے اڈّے پر پہنچ گیا۔ اُس کی گاڑی کی آواز سُنتے ہی لال جی باہر نکلا اور وجے سے کہنے لگا :

"تم اندر بیٹھو ـــــ میں بس ابھی پانچ منٹ میں آیا ـــــ"

وجے کے اندر جاتے ہی لال جی تیزی سے گیا اور ایک ٹیکسی پکڑ لایا۔

"دیکھیو ـــــ" وہ ٹیکسی والے کو سمجھاتے ہوئے بولا : "ابھی ابھی جو بابو اندر گئے ہیں، جب وہ باہر نکل کر اپنی گاڑی اسٹارٹ کریں تو تم اپنی ٹیکسی اُن کے پیچھے لگا دینا ـــــ میں ٹیکسی میں رہوں گا ـــــ انہیں پتہ نہیں چلنا چاہیئے کہ کوئی اُن کا پیچھا کر رہا ہے ـــــ"

"ٹھیک ہے، پر تم ویٹنگ کا ڈبل چارج مانگے گا ـــــ"

"ٹھیک ہے ـــــ" لال جی اطمینان سے بولا : "مل جائے گا ـــــ

جانا نہیں ——— ہم ابھی آتے ہیں ———"

"کیا سوچا ہے بھائی ؟ بہت دن بعد پلٹے ہو ——— خوب سُرخ سُرخ ہو رہے ہو ——— کھلائی پلائی خوب چل رہی ہے ——— ہے نا ؟" اندر پہنچ کر لال جی بدتمیزی سے کہنے لگا۔

وجے اپنے امریکہ جانے کی بات چھپا گیا۔ جواب میں بولا : "ہاں بہت دن کے بعد آنا ہوا ہے ——— اصل میں حسابات کی جانچ پڑتال میں لگ گیا تھا ———"

لال جی ٹھیک اُس کے سامنے آ کر، گالوں پر دونوں ہاتھ ٹکا کر اُکڑوں بیٹھ گیا۔

"حسابات کی جانچ پڑتال ؟ پھر کوئی گھپلا کیا یا نہیں ؟ یاروں کا حصّہ نکالا یا نہیں ؟" اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں ———

"نہیں ———" وجے مضبوط لہجے میں بولا ———

"کیوں کیوں ——— آخر کیوں بھائی ——— ؟" لال جی غصّے میں آگیا۔

"اِس لئے کہ ———" وجے نے ایک ایک لفظ تول تول کر کہا : "میں نے اب عہد کر لیا ہے کہ میں ایک اچھی، نیک زندگی گزاروں گا اور ہر بُرے کام سے توبہ کر لوں گا ———"

"ہا ——— ہا ہا ! نیک زندگی ! ارے یار وجے، تمہاری ساری زندگی حرامی پن میں گذر گئی ——— کیا کیا ڈھونگ، دھوکا دھڑی، پاکھنڈی پن تم نے ہمارے ساتھ رہ کر نہیں کیا ——— اب اچانک یہ نیک زندگی کی تمہیں آخر کیا سوجھی ؟"

"دیکھو لال جی ———" وجے اپنے غصّہ پر قابو پاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا : "انسان پاپوں کی گٹھری ہے، خطاؤں کا پُتلا ہے۔ لیکن اِسی انسان میں بھگوان نے پاپ اور پُن دونوں کا حصّہ رکھا ہے، ——— اور اب میرے لئے پاپوں کے پرائشچت کرنے کا وقت آگیا ہے۔

"بڑے سادھو مہاتما بن رہے ہو ـــ آخر ہُوا کیا ـــ ؟" لال جی بات کو مذاق سمجھتے ہوئے بولا۔

"دیکھو بھائی، بھگوان نے ہی اب میرے لئے سیدھی راہ لکھ دی ہے تو میں اپنے آپ ٹیڑھی راہ پر چلنے سے رہا ـــ کیوں کہ بہر حال ہم بھگوان کے لکھے کو ہی پورا کرتے ہیں ـــ ؟"

"وہ تو ہم نے مانا، لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ پری ورتن آخر تم پر سوار کیسے ہُوا ـــ ؟"

وجے کے دِل میں آیا کہ وہ بتا ہی دے کہ اب وہ ایک معصوم سے بچے کا باپ بننے جا رہا ہے، لیکن اُس نے سوچا ایسا نہ ہو بات بگڑ جائے، اِس لئے ٹال کر کہنے لگا: "دیکھو لال جی، ایک ہی بات میں کتنی بار اور کب تک دُہرائے جاؤں کہ مجھے یہ راستہ خود بھگوان نے سُجھایا ہے۔"

لال جی اُٹھ کھڑا ہوا، اور ایک ایک لفظ کو الگ الگ کرتے ہوئے بولا:
"تو یہ بھی سُن لو کہ یہ بھی شاید بھگوان نے ہی تمہارے لیکھ میں لکھ دیا ہے کہ اب تم حوالات کی سیر کرو ـــ"

"خیر، جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا ـــ ویسے آج میں صرف یہ کہنے کے لئے آیا تھا کہ آج سے تمہارا میرا ساتھ ختم ـــ"

چاروں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ـــ مُنہ سے کوئی کچھ نہ بولا ـــ مگر لال جی کے چہرے پر عیّاری تھی۔ کچھ لمحے بعد وہ ہنس کر بولا: "یہ تو تم کہہ رہے ہو نا کہ تمہارا ہمارا ساتھ ختم! مگر ہم ایسے نردئی نہیں ہیں کہ اتنے پیارے ساتھی کو ادھر بیچ میں چھوڑ دیں ـــ تم لاکھ ہمارا ساتھ چھوڑ دو، ہم ساتھ نہیں چھوڑیں گے ـــ"

وجے کچھ نہ سمجھا۔ اُس نے رُک کر ایک لمحے کو غور سے لال جی اور دوسرے تینوں ٹولی والوں کی طرف دیکھا اور جانے کے لئے مُڑ گیا۔

اُس وقت وجے ڈارک چاکلیٹی سُوٹ میں ملبوس تھا۔ شاید نہا کر آیا تھا' بال بھُورے بھُورے سے تھے، رنگ بھی نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ اُس کی صحت بھی پہلے سے اچھی ہو گئی تھی ـــــ اونچے پورے قد کا یہ نوجوان اُن چاروں کو بہترین کپڑوں میں ملبوس کوئی صاحب بہادر لگا۔ اُس نے جانے کے لئے قدم اُٹھائے تو لال جی دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے طنز سے کہنے لگا: "صاحب، ہم غریبوں سے ایسی بھی کیا ناراضگی ـــــ"

وجے کچھ نہ بولا تو لال جی نے ہنس کر کہا "خیر آپ نہ آئیں نہ آئیں، ہم ہی اپنے بھگوان کے درشن کرنے کو حاضر ہو جائیں گے ـــــ"

وجے دل ہی دل میں ہنسا ـــــ 'بیٹا اِسی لئے تو میں نے تمہیں اب تک اپنے گھر کا پتہ نہیں بتایا ہے آؤ گے کِدھر اور کہاں ـــــ؟'

وہ پیچھے دیکھے بغیر تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے جھاڑیوں کے پاس کھڑی ٹیکسی دیکھی ہی نہیں۔ اور دیکھتا تو شاید توجہ بھی نہ دیتا۔

جیسے ہی اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی، اڈّے سے تیزی سے لال جی نکلا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی گاڑی کا پیچھا کرنے لگی۔

بہت دُور چلنے پر جیسے ہی وجے کی گاڑی ایک بڑے سے بنگلے کے اندر داخل ہوئی، لال جی نے سر ذرا باہر نکال کر بورڈ پڑھا ـــــ انگلش میں تو خیر کیا خاک اُس کی سمجھ میں آتا، ہندی میں اٹک اٹک کر پڑھنے لگا:

"دینا ناتھ راج نواس ـــــ" اُس نے جل کر زور سے کہا: "اچھا تو بیٹا تم اس محل میں ٹھاٹ کر رہے ہو ـــــ ٹھیک ہے، تمہیں اِس محل سے اٹھا کر پھر اسی اڈّے پر نہ لا پٹخا تو لال جی میرا نام نہیں ـــــ اور اڈّے پر نہ لایا تو حوالات کی سیر تو مدتوں تک کے لئے کرا دوں گا ـــــ"

سر اندر کر کے اُس نے جلے ہوئے لہجے میں ٹیکسی والے سے کہا "بھائی' اب جہاں سے لایا تھا، وہیں چھوڑ دے۔ ٹیکسی کا کچھ اور مزہ تو لے لوں"

دوسرے دن ناشتے سے فارغ ہو کر وجے بڑے سے ڈرائنگ روم میں اخبار پڑھنے کی غرض سے داخل ہوا تو اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ سامنے سادھوؤں کے گیروے لباس میں، کمنڈل برابر میں رکھے لال جی صوفے پر مزے سے بیٹھا تھا۔

"تم ——!" وجے کے مونہہ سے بس اتنا ہی نکلا ——

"ہاں —— میں، لال جی ——" لال جی ہنس کر بے شرمی سے بولا۔

"لیکن تم یہاں آئے کیسے ——؟" وجے نے آواز دبا کر سختی سے پوچھا۔

"اُس بڑے سے گیٹ سے ——" لال جی نے ہاتھ لمبا کر کے گیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔" ویسے گورکھا اندر آنے تو نہیں دے رہا تھا، لیکن میں نے کہا کہ بھائی ہم دین دھرم والے، آ کے کچھ آشیرواد ہی دے جائیں گے۔ ٹوٹیں گے تو نہیں —— تو پھر اُس نے آنے دیا —— بڑے مورکھ ہیں یہاں کے نوکر۔ ایک ہی ٹولی کے ایک سادھو کو تو صاحب، صاحب کہہ کر نچھے جاتے ہیں اور دوسرے کو دُھتکارتے ہیں کم بخت ——"

وجے کی کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا —— آخر لال جی کو اس گھر کا پتہ دیا کس نے ——؟ لال جی اس کے چہرے سے اُس کی اُلجھن کو بھانپ گیا اور چڑانے والے انداز میں بولا:" بچہ، یہ سوچنے کا کشٹ نہ اٹھا کہ ہمیں یہاں کا پتہ کس نے دیا —— پہنچے ہوئے سادھو ہیں —— بس آنکھیں بند کر کے گیان دھیان میں مگن ہوئے اور بھگوان نے سیدھا یہاں پہنچا دیا ——"

وجے نے سوچا کہ اسے نوکروں کی مدد سے اٹھا کر باہر پھنکوا دے، پھر جو ہوگا بعد میں دیکھا جائے گا —— لیکن ابھی وہ کچھ طے بھی نہیں کر سکا تھا کہ اخبار ڈھونڈتے ہوئے چاچا جی اُدھر آ نکلے —— وجے کا دل بیٹھ گیا ——

"تم کون ہو بچے ___؟" لال جی چاچا جی سے مخاطب ہو گیا۔
"چاچا جی ___" وجے سخت آواز میں بولا "آپ شاید اخبار لینے آئے ہیں ___ یہ لیجئے ___"

دھن راج نے بھانپ لیا کہ وجے انہیں وہاں سے بھگانا چاہ رہا ہے ___ وہ وہیں لال جی کے برابر میں آسن جماتے ہوئے کہنے لگے: "ارے بھائی۔ فقیروں سادھوؤں کا آشیرواد ملنا تو بڑے بھاگیہ کی بات ہے۔ اخبار کون سا بھاگا جا رہا ہے ___ بعد میں خبریں پڑھ لیں گے ___ ہاں تو مہاراج کس تیرتھ سے پدھارے ہیں آپ ___؟"

"ارے بچے، بس بھگوان جدھر اشارہ کر دے، ہم تو اُدھر ہی چلے جاتے ہیں ___ آج اِدھر کا اشارہ ہو گیا تو ہم اِدھر چلے آئے ___" پھر وجے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: "یہ بالک کون ہے آپ کا ___ بیٹا؟"

دھن راج نے غصے سے ناک بھوں چڑھا کر کہا: "میرا کوئی بیٹا ویٹا نہیں ہے ___ یہ میرے بڑے بھائی کا بیٹا ہے ___"

"تو بھائی کا بیٹا بھی تو اپنا ہی بیٹا ہوتا ہے بچے ___" لال جی جان بوجھ کر ٹوہ لے رہا تھا۔

"ارے مہاراج ___ آج کے کلجگ میں اپنی سنتان اپنی نہیں ہوتی تو بھائی کی کیا اپنی ہو گی۔ سارا چکر موہ مایا، دھن دولت کا ہے:" وجے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اُس وقت کیا کرے ___ مصیبت اُس وقت قیامت بن گئی جب ورشا بھی چائے کا کپ اٹھائے ڈرائنگ روم میں آ گئی ___

"ارے آپ یہاں ہیں! میں سارے میں آپ کو ڈھونڈتی پھری ___ آپ دوسرا کپ پینے کے بھی عادی ہیں نا ___ لیجئے ___" پھر اچانک صوفے پر ایک جٹا دھاری سادھو کو بیٹھے دیکھ کر پہلے تو وہ کچھ ٹھٹھکی، پھر آنکھوں میں شناسائی

کے سائے سے لہرائے ـــــ پھر وہ نمسکار کرتی ہوئی عقیدت سے بولی: "نمستے مہاراج ـــــ بڑے بھاگیہ ہمارے جو آپ نے درشن دیئے ـــــ"

کافی دیر بعد وجے کو یاد آسکا کہ جس دن اُس نے ورشا کو خودکشی کرنے سے بچا لیا تھا، اُس روز لال جی ہی اُس کے ساتھ تھا اور دُور سے اُس نے ورشا کو لال جی کے درشن بھی کرائے تھے اور بعد میں اپنی فرضی کہانی میں یہ بھی بتایا تھا کہ زندگی سے اکتا کر اُس نے جس ٹولی میں پناہ ڈھونڈھی تھی، لال جی اُس کا ایک ساتھی تھا۔ اب اگر وہ ممنونیت کی نگاہوں سے لال جی کو دیکھ رہی تھی تو کیا بُرا تھا ـــــ وہ تو اِس خیال میں تھی کہ وہی لوگ تھے جنہوں نے اُس کے انیل کے بُرے دنوں میں اُس کا ساتھ دیا تھا۔

وجے کو مجبوراً اپنے غصّے کو دبانا ہی تھا۔

"مہاراج، آپ چائے لیں گے؟" اُس نے ورشا کا دیا ہوا کپ لال جی کی طرف بڑھایا۔

'یہ بات ہوئی نا بیٹا: لال جی دل ہی دل میں ہنسا 'اب آتے نہ راستے پر؟ ارے یہ کھاٹ کیا تمہارے اکیلے کے لئے رہیں گے؟ یہ اونچی حویلی ـــــ یہ بڑے بڑے کمرے ـــــ اُن میں سجاوٹ کا سامان ـــــ سامنے کئی کئی گاڑیاں کھانے پینے کی ریل پیل۔ پھر یہ ایسرا جیسی کنیا۔ ارے واہ! ہم نے کون سے پاپ کئے تھے کہ اِس عیش سے محروم رہتے۔ اور تم نے کون سے پُن کئے تھے کہ یہ سورگ تمہیں نصیب ہوتا ـــــ'

کپ ابھی تک وجے کے ہاتھ میں تھا ـــــ لال جی ہنس کر بولا: خالی پیٹ چائے نقصان کرتی ہے۔ بچّے ـــــ کچھ پوری کچوری۔ حلوے کا بندوبست ہو جاتا تو ـــــ" لال جی نے مسکرا کر ورشا کو دیکھا۔

ورشا فوراً مارے عقیدت کے سر کو ساڑی کے پلّو سے ڈھانپتے ہوئے، تقریباً بھاگتے ہوئے بولی: "ارے یہ تو ہمارے سو بھاگیہ ہوں گے

کہ ہمارے ہاں آپ جل پان کریں ——"

لال جی نے مسکرا کر وجے کو دیکھا —— وجے نے سر جھکا کر چائے کا گھونٹ بھرا ——

"مہاراج، آپ کو جیوتش ودیا تو آتی ہی ہوگی ——" دھن راج نے اپنی ہتھیلی لال جی کی طرف بڑھا کر درخواست کی: "ذرا یہ بتائیں میرے بھاگیہ میں دھن ہے بھی یا نہیں ویسے ماں باپ نے نام تو دھن ہی رکھا تھا ——" وہ غصّے سے وجے کی طرف دیکھ رہا تھا —— "لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ مونہہ کا نوالہ لوگ چھین لیتے ہیں ——" دھن راج کو پارٹی والے دن کا واقعہ رہ رہ کر یاد آتا تھا جب دینا ناتھ راج بس کا غذات پر سائن کرنے ہی والے تھے کہ وجے آ ٹپکا تھا۔

لال جی وجے کی طرف معنیٰ خیز انداز میں دیکھ کر کہنے لگا —— "ارے بچّہ، جیوتش ودیا کی بات مت پوچھو —— یہ تو ہاتھ ہاتھ پر نر بھر ہوتا ہے —— بعض لوگوں کی تو ہتھیلی دیکھ کر ہی ہم ایک دم اُس کا پورا پچھلا، موجودہ، اگلا، سارا آیت ورتمان اور بھوشیہ ایک ساتھ بتا سکتے ہیں —— جیسے ہم نے ابھی ابھی اِن بالک کا ہاتھ دیکھا —— دیکھا کیا بس ایک جھلک دیکھی اور آپ کہیں تو ہم کتاب کی طرح پڑھ کر سُنا دیں —— اور ختم لے بھگوان کی جو ایک شبد بھی جھوٹا نکل آئے ——"

وجے اٹھ کر جا بھی نہیں سکتا تھا —— اگر دھن راج کو لال جی کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیتا ہے تو پتہ نہیں وہ اُس کے اپنے متعلق کیا کیا بکواس دھن راج سے کر دے۔ اور دھن راج اِس گھر میں ایک ایسا زہریلا سانپ تھا کہ وہ تو خیر غیر تھا ہی، پر اُس کے اپنے سگے بھائی، دینا ناتھ راج بھی اُس کے زہر سے محفوظ نہیں تھے۔

وجے کئی بار یہ بات محسوس کر چکا تھا کہ دھن راج، دینا ناتھ کو زندہ ہی نہیں دیکھنا چاہتا تھا —— بات کچھ ٹھیک نہیں کتی، لیکن اُس کی نظر پڑ ہی گئی

جس کے لئے وہ خود کو خطاوار بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا، حالانکہ وہ یہ بات جانتا تھا کہ کسی بھی انسان کی پرائیویٹ جگہ الماری، تجوری، دراز وغیرہ میں تاک جھانک کرنا غلط بات ہے ـــــ لیکن ایک دن وجے کو مل کے کچھ بے حد اہم کاغذات نہیں مل رہے تھے۔ اُس نے سنیل کے کمرے میں ڈھونڈے، خود پاپا کے کمرے میں دیکھے، ممی سے پوچھا، بھنایا بھی کہ جب اتنے بڑے بنگلے میں ایک باقاعدہ آفس، مل کے کام اور معاملات کے لئے وقف ہے تو ساری چیزیں اور کاغذات آفس ہی میں کیوں نہیں رکھے جاتے؟ اِدھر اُدھر کیوں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ دھن راج کی حیثیت چونکہ مینیجر کی سی تھی، اِس لئے کاغذات کی تلاشی میں وجے آخر میں اُس کے بیڈروم میں بھی جائزہ لینے کے لئے چلا گیا۔ وہ صرف مل کے مطلوبہ کاغذات ڈھونڈھنے کے لئے پہنچا تھا، لیکن جب اُس نے الماری کھولی تو وہ دنگ رہ گیا ـــــ ساری الماری بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیوں سے کھسا کھس بھری ہوئی تھی۔ وجے کا اوپر کا سانس اوپر، نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ چابیاں وہیں تھیں، نوٹوں کے ڈھیر میں کاغذات نہیں ملے تو اُس نے تجوری کی چابیاں اٹھا کر تجوری میں بھی دیکھ لینا چاہا۔ تجوری کھولتے ہی اُس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں ـــــ اُس نے پہلی بار جب ورثہ کے زیورات کی الماری دیکھی تھی تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا ـــــ اتنے سارے زیورات اس نے فلموں میں بھی نہیں دیکھے تھے ـــــ اور وہ کئی دن تک مسلسل اِسی فکر میں کھویا رہا تھا کہ کیسے اتنی بڑی دولت کو ٹھکانے لگائے ـــــ لیکن جب اُس نے دھن راج کی تجوری میں جھانکا تو اُس کے ہوش ہی اُڑ گئے ـــــ ورثہ کے پاس تو اُس کے مقابلے کچھ بھی نہ تھا ـــــ اگر ورثہ کے پاس پیسہ تھا تو دھن راج کے پاس نہ ہی تھی۔

یہ ساری دولت، زیورات دھن راج کی اپنی کمائی کے تو ہو سکتے نہیں ـــــ یقیناً انیل کی موت کے بعد سے دھن راج مسلسل چوری اور بلیک میں لگا ہوا ہوگا کہ بوڑھے، بیمار اور کبھی بڑے بھائی کو کسی بھی طرح ٹھکانے لگا کر ساری دولت ہتھیا لے۔

سنیل ٹھیرا بچہ، اسٹوڈنٹ ـــــ بھابھی تھیں، مگر نہ ہونے کے برابر تھیں۔ رہی بہو ورشا، تو وِدھوا ہونے سے ویسے ہی اُس کی قدر کون سی رہ گئی تھی، یہ سارے خیالات وجے کے ذہن میں گردش کر رہے تھے اور تجوری کی چکا چوند خود اُسے بھی کچھ کر گزرنے پر اُکسا رہی تھی ـــــ دھن راج کی کہانی میں دراصل وہ خود ایک ویلن تھا۔ لیکن وجے کی اپنی سوچ کے مطابق دھن راج اُس کے لئے ویلن بنا ہوا تھا ـــــ اچھا خاصا وہ اُس گھر کا بیٹا۔ وہ بھی بڑا بیٹا تھا، مر کے پھر زندہ ہو کر اُس گھر کی رونقیں لے کر پلٹ آیا تھا۔ اُس کی محبت بھی پہلے سے زیادہ ہو رہی تھی، اُن کی ساری چیزوں اور دولت کا حق دار بھی وہی تھا ـــــ یعنی وجے۔ پھر یہ دھن راج کیوں بیچ میں آ ٹپکا تھا؟

لیکن یہ خیالات اُس وجے کے تھے جو اُس وقت تک خود کو محض ایک لُٹیرا سمجھتا تھا، جو قسمت کی مہربانی سے اس گھر میں اس لئے پہنچ گیا تھا کہ اپنی ہو بہو شکل کا سہارا لے کر گھر والوں کو دھوکے دے اور ان کا مال دولت بٹور کر چمپت ہو جائے، لیکن اب ـــــ اب وہ ایک بالکل بدلا ہوا انسان تھا ـــــ وہ مال جو اُسے ہر ہر قدم پر نہارتی تھی، پیار سے مخاطب کرتی تھی، کھانے بیٹھتا تھا تو اس کی تھالی میں بار بار پروسے جاتی تھی، اُسے نظر اٹھا کر دیکھتی بھی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ محبت کے بے پناہ گہرے ساگر ہیں جو اس کی آنکھوں سے چھوٹے پڑ رہے ہیں ـــــ وہ مال اسے اب اپنی حقیقی، اصلی سچی اور سگی مال لگتی تھی اور اسے وہ اب سچ مچ مال ماننے لگا تھا ـــــ

وہ باپ جو مجبور تھا، معذور تھا، جو سہاروں کا محتاج تھا، پھر بھی اس کا سہارا بنا ہوا تھا، وہ باپ، جو جب بھی نظر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھتا تھا تو ممنونیت کے احساس سے، جو یہ صحیح معنوں میں سمجھتا تھا کہ ہاں یہی میرا بڑا بیٹا انیل ہے جو میرے بڑھاپے کی لاٹھی ہے۔ میرا سہارا ہے ـــــ اب واقعی وجے کا باپ تھا ـــــ اب لُوٹ کر، دولت چُرا کر بھاگ جانے کے سارے ناپاک خیالات وجے اپنے

ذہن سے، دل سے مٹا چکا تھا —— ایسے باپ کو، جسے اس کی اتنی ضرورت تھی، وہ کبھی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ کبھی نہیں —— کسی حالت میں نہیں۔

پھر سنیل تھا، جو وجے کو بھیا، بھیا کہہ کر اپنی زبان سکھاتا تھا، جس نے اُس کی واپسی کے بعد سے کبھی ایک لمحے کو بھی شک نہیں کیا تھا کہ وہ انیل نہیں ہے —— ایسے بھائی کو، جس کا وہ بازو تھا، سہارا تھا کیسے چھوڑ کر چلا جاتے؟

پھر ورشا تھی، جو اتنی بڑی لمبی چوڑی وسیع دنیا کی سب سے خوب صورت سب سے محبت والی، سب سے پیاری، سب سے جدا، سب سے انوکھی، صرف محبت سے بنی ہوئی لڑکی تھی، جسے تقدیر کے ایک ہی اشارے نے اُسے اُس کی باقاعدہ پتنی بنا دیا تھا، جس کے ساتھ شادی ہو جانے پر اُس نے اپنا سر پیٹ لیا تھا کہ میں کہاں پھنس گیا، جسے چھوڑ کر بھاگ جانے، جس کا سارا زیور اور دولت ہتھیا کر فرار ہو جانے کے دن رات وہ منصوبے بنایا کرتا تھا، جس کی بے پناہ محبت سے گھبرا گھبرا کر وہ اس سے الگ الگ رہنے کی اسکیمیں بناتا تھا، جس نے کبھی وجے کی محبت پر ایک لمحے کو بھی شک نہیں کیا؛ جس کے زیورات پتی نے غائب کئے تو اس نے بھول کر بھی پتی پر کبھی نظر نہیں ڈالی، پتی کے سر میں ہلکا سا درد بھی ہوا تو اپنی جان اس پر نچھاور کر دینے کو تل گئی، جس کو برباد اور بے سہارا کر کے بھاگ جانے کے بارے میں وہ مسلسل سوچتا رہا، یا پنی ذہن سے سوچ کر پلید پلاننگ کرتا رہا اور وہ ست داکھیوں کی طرح اس سے لپٹتی رہی، اس کے کھانے پینے کا خیال اس کے سونے کا خیال، اس کی طرف دیکھتی بھی تو اس قدر پیار سے کہ جسم لرز اُٹھے۔ ایسی ستی ساوتری دیوی کو چھوڑ کر وہ جانے کی بات اب سوچ بھی سکتا ہے؟ —— نہیں نہیں کبھی نہیں۔

دل کی تیز ہوتی ہوئی دھڑکنوں کے ساتھ وجے سوچتا رہا: 'وہ جس نے اپنا سب کچھ مجھے سونپ دیا۔ اور اب —— اب جب کہ میں دنیا کے سب سے سُندر سب سے خوب صورت، سب سے پیارے حادثے سے دوچار ہونے جا رہا ہوں'

اب جب کہ میں باپ بن رہا ہوں ـــــ یہ احساس ایک ایسا احساس ہے کہ دُنیا کی کوئی خوشی، کوئی غرور، کوئی محبت، کوئی لمحہ اِس احساس کی برابری نہیں کرسکتا۔

وہ ننھا سا وجود ـــــ بیٹا ہو یا بیٹی ـــــ اپنے گلابی گلابی ننھے ننھے ہاتھ پاؤں لئے چھوٹا سا دہانہ، ننھی منی ناک، چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھیں لئے۔ اس کی پیاری پیاری آوازیں، سارے میں گونجیں گی ـــــ سارا گھر خوشیوں سے بھر جائے گا ـــــ میری ورشا کی کوکھ سے نکلا ہوا وہ موتی، وہ پھول، وہ میرا اپنا خون، وہ میری اپنی زندگی، وہ میری اپنی جان اور اس کے ساتھ ممی کی جان، پاپا کی جان، سنیل کی جان، اور سب سے بڑھ کر ورشا کی جان ـــــ کیا میں اتنا مغرور، اتنا ظالم، اتنا جلاد ہوں کہ اِن سب کی جان چھوڑ کر چلا جاؤں ـــــ؟ دولت تو آنی جانی چیز ہے ـــــ انسان خالی ہاتھ آیا ہے، خالی ہاتھ جائے گا ـــــ اصل چیز تو یہ پیار محبت ہے جو باقی رہ جاتی ہے ـــــ میں ساری کی ساری دولت سمیٹ کر چلا بھی جاؤں گا تو یہ دولت کب تک میرا ساتھ دے گی ـــــ؟ اور جب میں مر جاؤں گا تو پھر دوسرے ہی تو اس کے حق دار اور وارث بنیں گے ـــــ شاید یہ وہی دھوکے باز، گم راہ کر دینے والے چاروں ساتھی ـــــ تو پھر میں اپنے اصلی وارث کو کیسے چھوڑ جاؤں، جو دولت رہے نہ رہے، میرا ہی رہے گا ـــــ میرا پیارا لال، میرا بیٹا، میری زندگی۔

'نہیں نہیں، میں ان سب کو چھوڑ کر کبھی کہیں نہیں جاؤں گا ـــــ؟

چاہے مجھ پر کچھ بھی گزر جائے ـــــ اور اے بھگوان، تو گواہ رہنا، میں سچے دل سے عہد کرتا ہوں کہ اس نہ جانے کے میرے فیصلے میں کسی دولت، کسی دھن اور کسی لالچ کو دخل نہیں ہے ـــــ دخل ہے تو صرف اس محبت کو، اس موتیوں کی طرح سانچی ہیروں کی طرح جھلمل جھلمل، جگ مگ کرتی محبت کو جو اب مجھے واشنی اپنی ماں سے ہے، اپنے باپ سے ہے، اپنے بھائی سے ہے اپنی بیوی سے ہے اور ـــــ اپنے ہونے والے بچے سے ہے ـــــ میں تیرے سامنے سر جھکا کر عہد کرتا ہوں میرے بھگوان، میں کبھی نہیں جاؤں گا ـــــ میں یہیں رہوں گا، یہیں جیوں گا اور

یہیں مرؤں گا——'

یہ سارے خیالات اس کے ذہن میں اُس دن آتے تھے جب ورشا نے اُسے باپ بننے کی خوش خبری دی تھی——

اب اُس کے سامنے دھن راج بیٹھا تھا، لال جی بیٹھا تھا اور وہ خود بیٹھا تھا جس کی زبان پر مصلحت کے تالے پڑے ہوتے تھے۔ اُس وقت وجے کی زبان سے نکلا ہوا غصّہ کا ایک لفظ بھی اس کے اپنے دل پر مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کر سکتا تھا، کیوں کہ دشمن خود چل کر گھر تک آ گیا تھا۔

اتنے میں ورشا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ پیچھے پیچھے نوکر کھانے کی ٹرے اُٹھائے ہوئے آ رہا تھا اور نوکرانی دودھ کی کٹیا—— وجے دل ہی دل میں بہت خوش ہوا—— اِس طرح کم سے کم وقتی طور موضوع بدل گیا تھا—— اور ساتھ ہی ماحول بھی—— لال جی کے کھانے پینے سے فارغ ہونے تک وہ کچھ اور سوچ سکتا تھا——

لال جی کھانا کھا رہا تھا اور وجے سوچ رہا تھا: 'ایک بات طے ہے۔ لال جی اب میرا دشمن ہے اور دھن راج تو پہلے سے ہی بیری تھا—— یہ دونوں دشمن یقیناً آپس میں دوست بن جائیں گے—— جب دھن راج، جو میری اصلیت سے بے خبر ہے اور مجھے اصل ہی سمجھتا ہے، مجھے سگا بھتیجا سمجھنے کے باوجود مجھ سے خار کھاتا ہے تو لال جی کے بتا دینے پر کہ میں اصل انیل نہیں ہوں بلکہ اُسی کی شکل و صورت کا دوسرا آدمی وجے ہوں تو پھر تو دھن راج کھل کر سامنے آ جائے گا—— اور ایسے ایسے داؤ پھینکے گا کہ ایک سرے سے ماں جی، پتا جی، سنیل، ورشا سب ہی کو میرے خلاف کر دے گا—— اور سب میرے خلاف آخر ہوں گے بھی کیوں نہیں۔ ایک غیر ہی تو ہوں میں۔ یہ تو حقیقت میں یا میرا بھگوان جانتے ہیں کہ زندگی کے اس موڑ پر آ کر اب میں ضرورت پڑے تو اپنی جان بھی اِن لوگوں کے لئے مٹا سکتا ہوں—— لیکن اُن سب کو جب یہ ذہن نشین کرا دیا جائے گا کہ اس گھر

میں میرے آنے کی شروعات کس نیت سے ہوئی، یعنی لوٹنے اور مال دولت غبن کرنے کی نیت سے تو انہیں مجھ پر یقین بھلا آنے ہی کیوں لگا اور سچ بھی تو یہی ہے، ورشا کو خودکشی کرنے سے بچانے کا خیال تو مجھے آیا ہی اس لئے تھا کہ اگر یہ امیرزادی نکلی تو ہاتھ اس کی دولت پر صاف کر دوں گا۔ یہ تو اتفاق تھا کہ مجھے دیکھتے ہی اس کے مونہہ سے 'سوامی آپ!' اور پھر 'انیل آپ—!' نکلا، جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ اس کا پتی انیل ہی ہوگا— اور پھر بعد میں ہوش میں آنے پر اس نے جو واقعات بتائے تو حالانکہ میں نے زندگی کا اتنا بڑا جوکھم مول لے لیا کہ شاید پہلے ہی ہلّے میں سیدھا جیل پہنچ جاتا لیکن گھر پہنچنے پر جب ماں جی بھی نہ پہچان سکیں اور کڑی سے کڑی ملتی گئی تو ایسی مضبوط زنجیر بنی کہ میں اس میں بے ارادہ جکڑتا چلا گیا— اور یہ زنجیر پھر پیار کی زنجیر بن گئی— اب تو اگر کوئی چاہے بھی کہ مجھے ان زنجیروں سے آزاد کرے تو میں بھگوان سے یہی پرارتھنا کروں گا کہ ہے بھگوان، مجھے یہ قید پیاری ہے— اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری ہے— لیکن میرا شواس کون کرے گا—؟'

'ٹھیک ہے،' خیالات کی رو میں اس نے اپنے آپ کو سمجھایا— 'کوئی میرا وشواس کرے نہ کرے۔ لیکن میں ایک بوڑھے اور لاچار، مہربان، دیوتا سمان انسان کی دولت ایک پاکھنڈی کو چاہے وہ اُن کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو، ہڑپ نہیں کرنے دوں گا۔ میں خود جا کے اس گھر سے، ان مجبتوں سے دُور کر دیا جاؤں، میں نا انصافی اور زیادتی کبھی نہیں ہونے دوں گا— ممکن ہے بھگوان نے خود مجھے اس گھر میں ان حالات میں اسی لئے پہنچایا ہو کہ میں دُکھیوں کا بھلا کروں، ان محبت کرنے والے پیارے لوگوں کی نجات کا باعث بنوں جو ایک ذلیل انسان کے ہاتھوں دَر دَر بھٹک کر ان کے ایک ایک دانے کو محتاج ہو جاتے— سب سے پہلے میں پاپا کے نام پر جتنی پراپرٹی ہے، گھر

ہے، جائداد ہے، ملیں ہیں، سب کو ماں جی اور سنیل کے نام ٹرانسفر کراؤں گا کہ اگر کل کلاں کو بھگوان نہ کرے پاپا کی جان کو کچھ ہو بھی جاتا ہے تو کم سے کم جائداد کی وارث ہے سنیل، وہ تو مالک بن جائے۔ اور ماں جی کے نام پر جو کاغذات ٹرانسفر ہوں گے، آوں یا آخر وہ بھی سنیل کے ہی ہونے والے ہیں ـــ میں اپنے نام ایک پائی کی بھی پراپرٹی نہیں کراؤں گا ـــ جس طرح اِس گھر میں آیا تھا، اُسی طرح خالی ہاتھ چلا جاؤں گا ـــ ہاں اتنا ضرور ہے کہ بہت بھرا ہوا دل لے کر جاؤں گا۔ یادوں سے، آنسوؤں سے، محبتوں سے بھرا ہوا دِل۔

یہ سوچ کر وجے اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا لگا اور کھلانے پلانے کے بعد اُس نے خود لال جی کو گیٹ تک لے جا کر چھوڑا۔

وجے نے اگرچہ گورکھوں کو تاکید کر دی تھی کہ اب سے کوٹھی میں کسی بھی سادھو، فقیر وغیرہ کو داخل نہ ہونے دیا جائے، لیکن ایک اعتبار سے یہ بے کار ہی تھا ـــ لال جی بہت پہنچا ہوا تھا ـــ جاتے جاتے وہ دھن راج کو اپنے اڈے کا پتہ دے گیا تھا۔ بہانہ یہ کیا تھا کہ "ہم ایکانت میں اپنی کٹیا میں آپ کی جنم پتری دیکھ کر، آپ کی ہتھیلی دیکھ کر، آپ کا ماتھا دیکھ کر سکون سے آپ کا بھوشیہ پڑھ سکیں گے ـــ" اور پتہ بتاتے ہوئے ایسی نظروں سے اُس نے وجے کو دیکھا تھا کہ وجے کا جی چاہا تھا کہ اُس کا گلا گھونٹ دے ـــ لیکن وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔ وہ اکیلا ہوتا تو کچھ بھی کر سکتا تھا۔ مگر اب وہ ایک بیٹا تھا، ایک بھائی تھا، ایک پتی تھا اور سب سے بڑھ کر ایک باپ ہونے جا رہا تھا۔

جاتے جاتے لال جی بڑے معنی خیز انداز میں وجے کو سُنا گیا تھا:

"بھئی دیکھو، دن بھر تو پنچھی اِدھر اُدھر چُگتے پھرتے ہیں ہی لیکن رات ہونے پر اپنے گھونسلے پر ضرور آ جاتے ہیں۔ اب تمہاری بھی رات ہونی ہی سمجھو۔"

"ہاں، میری رات تو ہوئی ہی سمجھو لیکن سویرا تیرا بھی نہیں ہونے والا۔"

وجے نے دل ہی دل میں کہا تھا۔

دھن راج، لال جی کی کُٹیا میں بیٹھا ہوا تھا اور بڑے غور سے لال جی کی باتیں سُن رہا تھا۔

"اچھا ـــــ تو آپ لوگ سادھو وغیرہ نہیں ہیں ـــــ"

"اجی کہاں کے سادھو اور کہاں کے فقیر ـــــ چھٹے ہوئے غنڈوں کی ٹولی تھی ہماری ـــــ"

"اور یہ وجے؟" دھن راج کا چہرہ خوشی کے مارے جگمگا رہا تھا "وجے ہی نام تبایا نا آپ نے اس پاکھنڈی کا؟"

"ہاں ہاں، وجے ـــــ" لال جی اطمینان سے آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے بولا: "وہ قصہ یہ ہے جی کہ وہ اصل میں پڑھا لکھا بہت ہے ـــــ کیا کہتے ہیں جی، بی ـــــ او ـــــ"

"بی۔ اے ـــــ" دھن راج نے تصحیح کی۔

"ہاں ہاں، بی۔اے پاس ہے ـــــ سارے آئیڈیئے اُسی کی کھوپڑی کے ہوتے تھے ہماری ٹولی میں ـــــ وہ جب تک نہیں آکر ملا تھا ہم سے، ہم تو ایسے ہی گلی کے کتے سمان تھے۔ ویسے آج بھی کتے تو ہیں، پر نتو کچھ عزت آدر سمان، سادھو ہونے کے ناطے مِل جاتا ہے ـــــ"

"یہ آپ لوگوں میں آکر کیسے مِلا تھا ـــــ؟" دھن راج نے بڑے تجسس سے پوچھا۔

"ارے صاحب، اُس کو خود اپنے ماں باپ کا پتہ ٹھکانا نہیں معلوم ـــــ بتاتا ہے کہ ایک انا تھ آشرم میں دس گیارہ سال کی عمر تک رہا ـــــ انا تھ آشرم والے تو ہتیارے ہوتے ہی ہیں، مارنا پیٹنا، بھیک منگوانا، جو نہ

کروائیں سو کم ـــــ اوپر سے دَھن وان لوگ کسی بھی منت مراد کے پورا ہو جانے پر اچھا اچھا بھوجن، پکوان، حلوہ پوری جو بھی بھجواتے ہیں، اُس کے لئے یہ آشرم والے ہوٹلوں سے سانٹھ گانٹھ کئے رکھتے ہیں۔ وہاں بیچ کر خود پیسے کھرے کر لیتے ہیں۔ اور صاحب بات بات پر بچّوں کو مارتے بھی بہت ہیں۔"
پھر دھیرے سے کان کے قریب ہو تہہ لاکر بولا: اور چھوٹے چھوٹے چھوکروں سے غلط کام بھی لیتے ہیں ـــــ خیر! اور سنئے، چندہ مانگنے کے لئے ڈھول باجے بجاتے ہوئے آپ نے بھی تو لمبی لمبی لائنوں میں اناتھ بچّوں کو جاتے دیکھا ہوگا سڑکوں، بازاروں سے ـــــ تو ایسے ہی ایک دن بازار اور ٹریفک کی بھیڑ بھاڑ میں سے اناتھ بچّوں کی لائن گزر رہی تھی کہ دیے موقع پا کر بھاگ نکلا۔
"اور بھاگ کر آپ لوگوں میں آن ملا ـــــ" دَھن راج نے اتاوَلا ہو کر

پوچھا ـــــ

"ارے سنئے نا ـــــ جب بھاگا تو دس گیارہ سال کا تھا ـــــ یہ کہانی تو اُس نے اپنے بچپن کی ہم لوگوں کو سنائی تھی ـــــ ہم سے تو وہ جوان ہونے کے بعد آکر ملا ـــــ ہاں، تو وہاں سے موقع ملنے پر وہ بھاگا اور پھر اناتھ آشرم والوں کے ہاتھ نہیں آیا ـــــ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد، ایک دن ـــــ! وہ ایک دکان پر بھیک مانگنے لگا ـــــ دکان والا کوئی بھلا آدمی تھا ـــــ بولا: "بھیک کیوں مانگتے ہو میاں ـــــ ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو کچھ کام کرو۔" اُس نے کہا: کام کوئی دیتا نہیں، صاحب ـــــ آپ دیں گے تو ضرور کروں گا ـــــ دکان دار بولا: "ٹھیک ہے، تم میری دکان میں کام کرو ـــــ اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا ـــــ"
وہ دکان دار مسلمان تھا ـــــ لیکن صاحب، اولاد سا کر پالا۔ اِسی لئے بہت بن ٹھن کر رہتا ہے ـــــ ہندی کم، اُردو زیادہ ـــــ" دَھن راج ناک سکوڑ کر بولا۔
"پھر ـــــ؟" دَھن راج نے پوچھا۔
"پھر اُس بھلے آدمی نے اُسے دکان پر کام سے بھی لگایا اور نائٹ اسکول

میں پڑھنے بھی بٹھایا ـــــ دماغ کا بہت تیز ہے صاحب یہ وجے ـــــ پڑھتا گیا، پڑھتا گیا ـــــ بی۔اے کر لیا ـــــ"

"بی۔ اے ـــــ" دھن راج نے پھر تصحیح کی ـــــ

"ہاں وہی وہی ـــــ پھر بے چارے بوڑھے آدمی کا دیہانت ہو گیا ـــــ اور یہ پھرانا کھ ہو گیا ـــــ"

"اور اُس کی دکان ؟" دھن راج کے لالچی ذہن نے فوراً پوچھا۔

"ارے اُس کے مرتے ہی دس بارہ رشتہ دار پیدا ہو گئے ـــــ لے لی دکان ـــــ"

"اور اُس وجے نے ہاتھ سے دکان آسانی سے جانے دی ـــــ؟"

"آپ پوری اسٹوری سنو نا صاحب ـــــ اُس وقت تک یہ بہوت سیدھا سچا جوان تھا ـــــ لیکن اِتا پڑھ لکھ کر بھی نوکری نہیں ٹی، روزگار نہ ملا، دکان ہاتھ سے چلی گئی تو پھر وہ اتنا بُرا سے سہہ کر دادا گیری پر اُتارو ہو گیا ـــــ ہم نے اُس کو دیکھا ہے صاحب، لڑائی کرتے ہوتے ایسی ایسی مارمارتا ہے کہ بس، چاہے دس جنن ہوں سامنے ـــــ"

دھن راج نے ذرا گڑبڑا کر بات کاٹی "ہاں تو پھر وہ آپ سے کیسے ملا ـــــ؟"

وہ اتنی ضروری بات نہیں ہے، صاحب ـــــ ہم سے وہ تو کیا آکر ملتا، ہم خود ہی اُس سے جا ملے ـــــ وہ اس طرح کہ ایک دن گلی میں کسی اِستری کو کسی بدمعاش نے چھیڑا ـــــ لوگ چھُڑانے کی بجائے مزہ لینے لگے، دو چار اور اُس بدمعاش کے ساتھ ہو گئے ـــــ بس وجے سے عورت ذات کی بے عزتی برداشت نہ ہوئی۔ جا کر اُس بدمعاش کو، حالانکہ اچھا خاصا موٹا تگڑا آدمی تھا، ایسے پٹخ دیا جیسے دھوبی کپڑا پٹختا ہے ـــــ اُس کے ساتھی وجے سے لپٹ گئے۔ وجے نے ایک ساتھ سب کی وہ دُھلائی کی کہ بس فلمی سین لگتا تھا، صاحب ـــــ

سب سالے دُم دبا کر بھاگ گئے ـــــ پھر ہم چاروں گئے، اپنا پرتچے دیا اور کہا :
"ہم آپ کے داس، آپ ہمارے گرو ـــــ آج سے ہمیں اپنی رکشا میں لے لو ـــــ
بس تب سے ہماری خوب بھی ـــــ اور بنتی ہی رہتی اگر اُس دن وہ سُندر سی چھوکری
آتم ہتیا کرنے سمندر کنارے نہ آ ٹپکتی ـــــ"

دھن راج بڑے غور سے ایک ایک بات ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

"کبھی مار دھاڑ یا کسی اور سلسلے میں پولیس کیس بھی بنا ہے اُس پر ـــــ ؟"

اُس نے لال جی کے سامنے نوٹوں کی ایک گڈی رکھ دی ـــــ

"اجی ہاں ہاں ـــــ بلکہ پولیس میں اُس کی فوٹو بھی ہے آپ کی دعا سے"

"اچھا ـــــ ؟" دھن راج نے بنا دلی حیرت سے پوچھا۔ "وہ کیا چکر تھا ـــــ ؟"

لال جی نے خود کو اور تینوں ساتھیوں کو صاف بچا لیا اور رازداری سے باندرہ والے جوہری کا پورا قصہ سُنا دیا۔

"ٹھیک ہے مہاراج ـــــ بڑے بھاگ میرے جو آپ کے درشن ہوئے ـــــ کبھی ضرورت پڑی تو گواہی کے لئے آپ کو لے جاؤں گا ـــــ"
وہ اُٹھتے اُٹھتے بولا۔

"ضرور ـــــ اوشیہ، اوشیہ ـــــ" لال جی ہاتھ جوڑ کر ہنستے ہوئے بولا ـــــ پھر جیسے اُسے کچھ یاد آیا "ارے صاحب، آپ نے اپنا ہاتھ تو دکھایا ہی نہیں ـــــ"

"ہاتھ دیکھے بغیر ہی آپ نے مجھے میرا پورا بھوشیہ بتا دیا ہے مہاراج"
دھن راج دل ہی دل میں ہنس کر بولا : "اچھا، آپ آنے کا کشٹ نہ کریں، میں خود ہی آپ کی سیوا میں حاضر ہو جاؤں گا ـــــ"

وکیل کی موجودگی میں وجے نے جائداد کے سارے کاغذات سنیل اور

سنیتا دیوی کے نام منتقل کروالئے۔

"بٹیا، یہ کیا کررہا ہے تو ——؟" پاپا کمزور سی آواز میں بولے۔ "ایسا بھی تیاگ اور قربانی کس کام کی —— ارے کم سے کم یہ کوٹھی تو اپنے نام رکھ لے بیٹا ——"

"پاپا، یہ سب ویسے بھی میرا ہی تو ہے —— کیوں ممی ہے نا؟"

آنکھوں میں آنسو لئے سنیتا دیوی صوفے پر مورت کی طرح چُپ چاپ بیٹھی تھیں —— یہ سارا کام بند کمرے میں ہو رہا تھا —— پھر بھی کسی نہ کسی طرح چاچی کو بھنک پڑ گئی —— جا کے پتی دیو کے کان بھر دیئے۔

"ارے اُس اپیل کے بچّے سے تو میں سمجھ لوں گا ——" دھن راج نے لفظ 'اپیل' پر زور دیتے ہوئے کہا: "حرام زادہ خود تو جیل جائے گا، میرا بھرتا گھر کیوں اُجاڑ رہا ہے ——"

چاچی خوشی سے بولیں: "اے ہے، سچ مچ وہ جیل جائے گا؟" پھر قریب آکر کہنے لگیں: "مگر اس پر دوش کیا لگاؤ گے؟"

"ابھی تو دیکھتی جا —— فلموں کی بہت شوقین ہے نا تو؟ تجھے گھر میں ہی فلم دیکھنے کو ملے گی ——"

وجے چاچا جی کے کمرے کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ انہوں نے دبی آواز میں اُسے پکارا۔

"وجے ——!"

وجے چونک اٹھا —— جب سے وہ اُس گھر میں آیا تھا، ہر بڑا اُسے انیل کہہ کر پکارتا ہے اور وہ اِس نام کا عادی بھی ہو گیا تھا، لیکن جب مدتوں بعد کسی نے اسے اُس کے اصلی نام وجے سے مخاطب کیا تو وہ ٹھٹھک گیا —— لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا ——

"جی فرمایئے ——" وہ اُن کے کمرے میں داخل ہوتے ہوتے اپنے اُڑے ہوئے حواس پر قابو پا چکا تھا۔

"آپ نے مجھے میرے اصلی نام سے پکارا ہے، میں خوش ہوا کہ آپ کو میری اصلیت معلوم ہو گئی —— مجھے پتہ تھا لال جی آپ کو سب کچھ بتا دے گا ——"

دھن راج ذرا حیران بھی ہوا کہ کیسا شاطر چور ہے کہ چوری پکڑی جانے پر بھی نادم نہیں یا ڈرا ہوا نہیں ہے۔

"پتہ چلا ہے کہ تم نے دینا ناتھ راج کی ساری دولت ٹھکانے لگا دی"۔

دھن راج زہریلے لہجے میں بولا۔

وجے بھاری آواز میں، انگلی اٹھا کر بولا " دو باتیں سن لو دھن راج —

ایک تو یہ کہ پاپا تمہارے بڑے بھائی ہیں، اس لئے عزت سے اُن کا نام لو۔ دوسرے یہ کہ دولت میں نے ٹھکانے نہیں لگائی۔ حق داروں کو پہنچا دی ہے، کیوں کہ اس ساری دولت اور جائداد کے اصل حق دار تو سنتیل اور ممی ہی ہیں —"

" ممی کے بچے —!" دھن راج آگے بڑھا : " تجھے کیا حق تھا کہ میرے حق پر ڈاکہ مارا —؟"

وجے نے آگے بڑھ کر مضبوطی سے دھن راج کا ہاتھ پکڑ لیا۔

" ایک بات اور دھن راج — جب سامنے والا اپنے سے زیادہ — طاقت ور ہو تو سر جھکا کر بات کرنی چاہئیے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری گردن ضرورت سے زیادہ تنی ہوئی ہے —"

" م — م — میں تجھے پولیس میں دے دوں گا حرام زادے — زندگی بھر چکی پیسے گا —" دھن راج تلملا کر بولا —

" دھن راج —" وجے مضبوط لہجے میں بولا — اس کا جواب میں تمہیں بعد میں دوں گا، پہلے تم اپنی الماری اور تجوری کھولو —"

دھن راج نے دل ہی دل میں ڈرتے ہوئے، لیکن بظاہر بہادر بنتے ہوئے کہا : " میں تمہاری دھمکیوں میں نہیں آنے والا — اور پھر تم ہوتے کون ہو مجھ پر حکم چلانے والے —؟"

" تمہارا باپ —! وجے غصے سے بولا " اب الماری کھولو —"

دھن راج لال جی کی زبانی وجے کی دادا گیری کے قصے سن چکا تھا — مصلحت اسی میں تھی کہ چپ چاپ حکم پر عمل کرتا —

الماری اور تجوری کے کھلتے ہی جیسے کمرے میں اُجالا بھر گیا۔

" تمہاری تنخواہ کتنی ہے، دھن راج —؟"

"م ـــ م ـــ میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں، کمینے ـــ" وہ ہکلا کر بولا ـــ

"کمینہ کون ہے۔ یہ تو ابھی پتہ چل جائے گا ـــ مجھے ابھی صرف یہ پوچھنا ہے کہ تمہاری تنخواہ کتنی ہے ـــ؟" وجے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"ایک ـــ ایک ہزار ـــ" دھن راج نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ ایک ہزار کے حساب سے تم اپنی ساری زندگی کی کمائی کا حساب جوڑو تو تمہیں خود پتہ چل جائے گا کہ اس رقم سے صرف زندگی گزاری جا سکتی ہے، اس طرح سونے کی اینٹیں نہیں کھڑی کی جا سکتیں ـــ" وہ گرج کر بولا: "ذلیل انسان! جس بھائی نے تجھے روزی سے لگایا، اپنی کوٹھی میں جگہ دی، گھومنے پھرنے کو موٹریں دیں، دنیا بھر کے عیش دیئے، اسی بھائی کے ساتھ یہ وشواس گھات ـــ!"

دھن راج اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وجے دھیرے دھیرے آگے بڑھا اور ایک ایک لفظ کو تولتے ہوئے کہنے لگا: "لوگ جب پہلے پہل لکھنا سیکھتے ہیں تو اوم لکھتے ہیں، بھگوان لکھتے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تم نے لکھنا سیکھا ہوگا تو سب سے پہلے 'پیسہ' لکھا ہوگا۔ اور تم نے ضرور کسی نہ کسی غریب اور مظلوم کے خون میں اپنا قلم ڈبو کر یہ لفظ لکھا ہوگا ـــ تم جیسے لوگوں کو سیاہی کی ضرورت ہی کہاں پڑتی ہے؟ یہ کام تو غریبوں کے خون سے بڑی اچھی طرح انجام دیا جا سکتا ہے نا ـــ؟ پیسے کی تمنا اور خواہش کوئی بُری چیز نہیں ہے، دھن راج ـــ ہماری دیوی ہی خود لکشمی ماتا ہے ـــ ہماری پوجا اور شردھا میں لکشمی دیوی کا بڑا اونچا استھان ہے، لیکن خود لکشمی دیوی کے دل سے اگر پوچھا جائے تو وہ بھی تم جیسے ذلیل اور پاکھنڈی انسان کے پاس رہنا پسند نہیں کریں گی ـــ کیوں کہ تم نے انہیں قید کر رکھا ہے ـــ اپنی منحوس تجوریوں میں، لوہے کے قفل اور چابیوں میں بند کر کے مجبور بنا رکھا ہے۔

وہ تو ایسی دیوی ہیں جو ہر دم سفر کرنا پسند کرتی ہیں اور تم نے انہیں زبردستی قید کر رکھا ہے ـــــ دھن راج! دیوی ماں کو تمہاری قید سے میں رہائی دلاؤں گا ـــــ میں ـــــ وجے ـــــ اور تم جانتے ہو وجے کے معنی جیت ہوتے ہیں ـــــ تمہیں ایک بات اور بتا دوں دھن راج ـــــ اگر ہمارے خاندانوں کی تحقیقات کی جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہمارا سلسلہ کہیں نہ کہیں سانپوں سے ضرور جا ملتا ہوگا۔ تم میں سانپوں کی یہ صفت ہے کہ بار بار کینچلی بدل کر لوگوں کا خون چوسنے کو تیار ہو جاتے ہو ـــــ اور میں بھی سانپوں ہی کے خاندان کا ہوں، لیکن سانپوں سے بھی بڑھ کر زہریلا۔ میں ـــــ میں ناگ ہوں ـــــ سمجھے تم؟ میں ناگ ہوں، جو بارہ برس کے بعد بھی اپنا انتقام لینا نہیں بھولتا ـــــ اور مجھے تو ابھی یہاں آئے بارہ مہینے بھی نہیں ہوئے ہیں ـــــ"

کچھ رک کر وہ ذرا طنز سے مسکرا کر بولا: "میں جب سے یہاں آیا دیکھ رہا ہوں کہ تم صرف اپنے لئے جیتے ـــــ میرے لئے لفظ 'میں' بے معنی ہے۔ میں 'ہم' میں یقین رکھتا ہوں، اسی لئے سب میرے ہیں اور میں سب کے لئے ہوں ـــــ اور جس کے پاس انسانوں کی طاقت ہو، محبت کی طاقت ہو، اسے تلواروں کی، ہتھیاروں کی اور پیسے کی ضرورت نہیں پڑتی ـــــ میں مانتا ہوں، تم ایک بہت بڑے، گھنے اور مضبوط درخت کے مانند ہو، لیکن ایک چھوٹی سی بات تمہیں اور یاد دلا دوں دھن راج کہ جب آندھی چلتی ہے نا ـــــ تو مضبوط اور گھنے درختوں ہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے، قدموں میں پھیلی گھاس کا وہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی ـــــ"

پھر وہ دھیرے دھیرے مگر مضبوط قدموں سے چل کر عین دھن راج کے سامنے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اور میں یہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا کہ میں گھاس کی طرح حقیر ہوں ـــــ کیوں؟ اس لئے کہ گرے ہوئے درخت کے مقابلے میں سر اٹھا کر جینے والی گھاس زیادہ قابلِ عزت ہوتی ہے ـــــ سمجھ

گئے نا ۔۔۔۔ ؟''

دھن راج ذرا سنبھل کر طنز سے بولا: "اتنے لمبے لمبے ڈائیلاگ بول لیتے ہو! کمال ہے ۔۔۔۔! فلموں میں ٹرائی کرو ۔۔۔۔ خوب چل نکلو گے ۔۔۔۔ دیکھنے دکھانے میں بھی بھگوان کی دیا سے چار پر بھاری ہی ہو ۔۔۔۔ تم سے کم ایسی بے ایمانی کی روٹی کھانے سے اچھا تو یہی رہے گا کہ فلم کی کمائی کھاؤ ۔۔۔۔"

"نصیحت کا بہت بہت شکریہ ۔۔۔۔ بہت بہت دھنیہ واد! اب ایک بات اور سُن لو ۔۔۔۔ آج اصل میں ایسا دن نکلا ہے کہ تمہیں بہت ساری باتیں سننی پڑ گئیں ۔۔۔۔ شاید یہ آخری بات ہے ۔۔۔۔ ابھی ابھی تم جو مجھے پولیس کے دینے، اور جیل میں چکی پسوانے کی بات کر رہے تھے نا ۔۔۔۔ تو ایک چھوٹا سا واقعہ تمہیں یاد دلا دوں ۔۔۔۔ یہی پندرہ بیس دن پہلے کا واقعہ ہے ۔۔۔۔ یاد کرو دھن راج، رات کے دو یا تین بجے کا وقت ہوگا ۔۔۔۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ باہر موسم بڑا پیارا تھا ۔۔۔۔ میں نے سوچا، چل کر کچھ تصویریں ہی اُتار لیتے ہیں پاپا کے کمرے کے سامنے سے گزرا تو ایک ایسا منظر دیکھا جسے کیمرے میں بند کر لینے کو جی چاہا ۔۔۔۔ تم ۔۔۔۔ دھن راج تم ۔۔۔۔ پاپا ۔۔۔۔ بیمار پاپا کے چہرے پر زور سے تکیہ دبائے پوری طاقت سے، انہیں ختم کر دینے کی دُھن میں لگے ہوئے تھے ۔۔۔۔ تھوڑا تا، بربریت اور گھناؤنے پن کی اِس سے بُری مثال میں نے کہیں نہیں دیکھی تھی ۔۔۔۔ تم اِس لئے انہیں مار رہے تھے کہ قانوناً مرنے بعد اُن کی جائداد جلد سے جلد تمہیں مل جاتی ۔۔۔۔ میں نے اُس نایاب منظر کو اپنے کیمرے میں بند کر لیا تھا ۔۔۔۔ کیمرے کی کلک کرنے کی آواز سے تم نے گھبرا کر پلٹ کر دیکھا تو تمہیں دروازے کے پاس ایک ہیولا نظر آیا تھا ۔۔۔۔ تم تکیہ وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ۔۔۔۔ میں اگر فوراً جا کر پاپا کے مونہہ پر پانی کے چھینٹے نہ دیتا تو شاید وہ کبھی ہوش میں نہ آتے ۔۔۔۔ پھر میں نے انہیں گلوکوز پلایا تھا، اُن کے ہاتھ پاؤں پر مالش کی تھی، تب کہیں جا کر اُن کے ہوش بحال ہوئے

تھے —— اور دَھن راج اس دِن میں نے طے کر لیا تھا کہ مجھے یہیں رہنا ہے ۔ اِسی گھر میں ، اِن ہی پیارے اور محبت کرنے والے لوگوں کے بیچ میں ، تاکہ تم جیسے ذلیل اِنسان کے وار سے اِن معصوموں کو بچاؤں ——"

دَھن راج زہریلی ہنسی ہنسا —— "تم ؟ تم انہیں بچاؤ گے ؟ ایک ڈاکو لٹیرا ، پاکھنڈی ؟ تم کیا ہو ، یہ میں اچھی طرح جان گیا ہوں ——"

"مجھے پتہ ہے ، لال جی نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے —— اُس ذلیل کا نام اس کے ماں باپ لالچی رکھتے تو زیادہ اچھا ہوتا —— لیکن اُس کے بتانے اور تمہارے جان جانے سے میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا ——"

"ہاں صرف تمہارے جان جانے سے تو واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ فرق تو اُس وقت پڑے گا جب میں سارے زمانے کو بتاؤں گا ۔ اور سب سے پہلے تمہاری ماں کو بتاؤں گا —— کہ تم انیل نہیں ، وجے ہو وجے ——"

"میں جانتی ہوں کہ یہ انیل نہیں ، وجے ہے ——" پیچھے سے سُنیتا دیوی کی محبت بھری آواز اُبھری اور وجے اور دَھن راج دونوں ہی چونک کر اُدھر دیکھنے لگے ۔

"ک —— ک —— کیا —— !" دَھن راج چلاّیا ۔

"ہاں جس دِن جس لمحے یہ میرے گھر آیا اور مجھ سے مِلا ، اُسی لمحے سے مجھے سب کچھ معلوم ہے ۔ اور جب مجھے سب کچھ معلوم ہے تو دَھن راج سُن لو ، مجھے کو ڈرانے دھمکانے سے کوئی فائدہ نہیں ، کیوں کہ وہ میرا بیٹا ہے —— میرا اپنا ——" وہ ممتا سے بھرپور لہجے میں بولیں ——

وجے اور کچھ نہ سُن سکا —— وہ تیزی سے دَھن راج کے کمرے سے نکلا اور باہر برآمدے میں جا کر سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا —— اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں ۔

پیچھے سے کسی نے آکر محبت سے اُسے تھام لیا —— اُس نے پلٹ کر

بے تابی سے دیکھا ——
"ممّی ——!" اور وہ اُن سے لپٹ گیا —— اُس کی آنکھیں بے تحاشا برس رہی تھیں ——
"میرے بچّے ——!" ممّی اپنے لہجے میں دُنیا بھر کا پیار سموتے کہہ رہی تھیں ——
"جِس دِن تُو پہلی بار آیا تو میرے گلے سے لپٹ کر تو نے ممّی نہ کہا۔ انیل تو سدا مجھے ممّی کہتا تھا —— احمد کے ساتھ وہ بچپن سے رہا، پلا، بڑھا کھیلا۔ وہ کہتا تھا، احمد اپنی ماں کو ممّی کہتا ہے، میں بھی آپ کو ممّی ہی کہوں گا —— تو نے مجھے 'ماں جی' کہا تھا۔ لیکن بیٹا جب تو انیل کی شکل و صورت لے کر، انیل بن کر میرے آنگن میں چاند بن کر جگمگا ہی اُٹھا تھا تو میں کیسے اپنے آنگن کو، اپنے گھر کو، اپنے دل کو اندھیر رکھتی ——؟ انیل کی موت کا یقین تو بیٹا مجھے اُسی دن آگیا تھا جب اُس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، کیوں کہ موت کی خبر جھوٹی نہیں ہوا کرتی بیٹا —— پھر ماں جب بچّے کو جنم دیتی ہے اور جس درد سے تڑپتی ہے، اولاد کی موت پر بھی وہی درد اُسے بے حال کر دیتا ہے —— میں وہ آگ، وہ درد کبھی نہیں بھول سکوں گی جو انیل کی موت کی خبر سُن کر میری کوکھ میں اٹھا تھا —— لیکن تو آیا تو میں بھگوان کے دیالو ہونے پر نئے سِرے سے ایمان لے آئی۔ لیکن بیٹا، میں نے تیرے چہرے پر محبت کی وہ گہرائی نہیں دیکھی جو تجھے ورثا پر، اِس ماں پر، اِس گھرانوں پر مر مٹنے پر مجبور کر دیتی —— تیرا چہرہ کہیں نہ کہیں اُس دھوکے کی چغلی کھا رہا تھا جسے دل میں پال کر تو اِس گھر تک چلا آیا تھا —— اور میں ممتا کی ماری ماں جو چار مہینوں سے رو رو کر اندھی ہوئی جا رہی تھی، تیرے وجود کو دیکھ کر جی اٹھی ——"
"ممّی —— ممّی ——!" وجے ماں کی گود میں سر چھپا کر روتے ہوئے بولا: —— "میں ... ..."

"مجھے کہہ لینے دے بٹیا۔ روک مت ـــــ میں نے سوچا، ماں کو تو اولاد نو مہینے کی کڑی تپسیا کے بعد ملتی ہے، مجھے تو بھگوان نے چار مہینے کی بپتا کے بعد ہی دوبارہ پلا پلایا بیٹا دے دیا ـــــ میں کتنی بھاگیہ شالی ہوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میری بیٹی ورشا، جس نے ابھی دُنیا کا کوئی سُکھ ہی نہیں دیکھا، جس کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ تک ابھی نہیں اُترا، جس کے سُہاگ کے کپڑے تک ابھی پورے پہننے میں نہیں آئے، جس کی مانگ کی افشاں تک ابھی تکیوں بستر سے نہیں اُتری، اُس کے چہرے پر تیرے آنے سے کیسا گلال بکھر گیا ہے۔ تو میں ایسی ارمان بھری جوانی کا دِل کیسے توڑوں؟ میں نے اُسی لمحے سوچ لیا تھا کہ یہ انیل نہیں ہے۔ لیکن اُسے میں اپنی محبت اور ممتا سے انیل بنالوں گی ـــــ اِسی لئے میرے لال، گھر میں تیرے داخل ہوتے ہی میں نے شادی اور پھیروں کی بات کی تھی ـــــ ویسے بٹیا کسی دھرم اور کسی شاستر میں نہیں لکھا کہ ایک لمبی مدت کے بعد پتی لوٹے تو دوبارہ پتنی کے ساتھ پھیرے کرانے چاہئیں۔ یہ تو میرے دِل کے شاستر نے مجھے سجھایا تھا ـــــ اور وہ ساتوں وچن بھی میرے دل کے شاستر نے سکھائے تھے ـــــ پھر میں بہانوں بہانوں سے تیری پریشانیوں کا حل ڈھونڈتی رہتی تھی۔ اپنا نام اور تیرے پتا کا نام میں نے ہی تجھے بتایا تھا، ورنہ تو ورشا سے کیسے میرا اور اُن کا نام پوچھ پاتا ـــــ پھر انیل کے پُرانے کاغذات تجھے دیئے کہ تو اُس کے دستخط کرنا سیکھ لے ـــــ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی کتنی ہی باتیں تھیں جو میں چاہتی تھی کہ تو جہان جائے اور اِس گھر سے اپنا سچا رشتہ جوڑ لے۔ پھر جس دِن انیل کی لاش کے مِل جانے کا پولیس تھانے سے ٹیلی فون آیا، میں برابر کے کمرے میں ہی تھی۔"

اچانک وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں ـــــ پھر سنبھل کر بولیں: "لیکن بٹیا مجھے تو ـــــ تُو مِل گیا تھا نا ـــــ مجھے ذرا بھی بُرا نہ لگا کہ تُو نے لاش کا کریا کرم ان ہی لوگوں کو کرنے کو کیوں کہہ دیا۔ اُس دن تو جتنا پریشان تھا میرا دل تیرے

لئے اتنا ہی کڑھ رہا تھا، لیکن میں بتا بھی تو نہیں سکتی تھی۔

"ممی ـــــ آپ سچ مچ دیوی ہیں ـــــ" وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا ـــــ "میں آپ کے احسان کیسے اتار پاؤں گا ـــــ"

"چل پگلے ـــــ! مائیں کہیں اپنے بچوں پر احسان کرتی ہیں ـــــ بس تو سُدھر گیا، ہمیں مل گیا اور کچھ نہیں چاہیئے ہمیں ـــــ مجھے پتہ ہے بیٹا، ورثا کے زیور تو ہی لے جاتا تھا ـــــ بڑے لوگوں سے تیرا ناطہ اور واسطہ تھا، لیکن مجھے اپنے بھگوان اور اپنے پیار پر پورا بھروسہ تھا کہ تو لوٹ آئے گا ـــــ اور دیکھ میرا وشواس کتنا پکا تھا ـــــ جس دن تو نے سنیل کے اور میرے نام پر جائداد کے کاغذات ٹرانسفر کرائے، میں نے پورا یقین کر لیا کہ تو نے میری ہی کوکھ سے جنم لیا ہے ـــــ"

وجے کچھ نہ بولا ـــــ بس اس کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔

"بیٹا، تجھے کس بات نے ہم سے جوڑا، یہ تو بتا ـــــ" سیتا دیوی پیار سے اسے گلے لگا کر بولیں۔

"ممی، جب پہلے ہی دن آپ نے میرے پھیرے کرا دیئے تو وواہ منڈپ میں ساتویں پھیرے کے سمے جو وچن آپ کے کہنے پر پنڈت نے مجھے دلوایا کہ اپنی بہو کی ہمیشہ رکھشا کروں گا اور اس کی جائداد کو کبھی برباد نہیں کروں گا، اس کی سنتان کی میں ایسی رکھشا کروں گا جیسی اس کی اپنی ـــــ تو ممی اس وچن کے بولوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا ـــــ پھر جب کبھی میں کوئی غلط کام کرتا، مجھے ایسا لگتا کہ کوئی اندر سے آواز دے رہا ہے کہ ساتواں پھیرا پورا نہیں ہوا ـــــ پھر جب میں زیور لے جاتا، پیسے لے جاتا اپنی ٹولی کے بدمعاشوں کا موہنہ بند کرنے کے لئے تو کبھی اندر کی آواز مجھے ڈستی کہ ساتواں پھیرا لیتے سمے تم نے کیا وچن دیا تھا ـــــ؟ آخر میں نے طے کر لیا کہ یہاں سے بھاگ جاؤں گا، جو کبھی ہاتھ لگا، لے کر چلتا بنوں گا ـــــ لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ میں ایک پھول سمان ننھی سی جان کا باپ

بننے جا رہا ہوں ـــــ پھر مجھے ساتویں پھیرے کے لیے کہے ہوئے وچن کے بول یاد آئے : اُس کی سنتان کی بھی میں ایسی ہی رکھشا کروں گا جیسی اُس کی اپنی۔"

"نہیں میرے لال، تُو صرف اِس وجہ سے نہیں سنبھلا، صرف اِس لئے محبت کی ڈور میں نہیں بندھا کہ تُو باپ بننے والا ہے، بلکہ تُو سدا سے محبت کا بھوکا تھا تُو چندن کے اُس پیڑ کی طرح تھا بیٹا جس سے سانپ دِن رات لپٹے رہتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اُن کا اثر قبول نہیں کرتا۔ اُس کی تاثیر میں اُس کی پوتر تا میں کوئی بھی فرق نہیں پڑتا ـــــ سانپوں کا زہریلا پن اسے بگاڑ نہیں سکتا ـــــ اُس کا تلک بھگوان کو چڑھایا ہی جاتا ہے ـــــ جب ساتویں پھیرے کے بعد تو بے ہوش ہو کر گرا تھا، میں اُسی پل جان گئی تھی کہ تیرا ضمیر ابھی مرا نہیں ہے ـــــ دیکھ لے میرے چندا، ایک ماں کا اَٹوٹ وشواس بھگوان نے کیسے پورا کیا ـــــ"

وجے ماں کے دونوں ہاتھ، اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنی آنکھوں سے رگڑنے لگا ـــــ اُس کے آنسو بھی بہتے جا رہے تھے اور دل بھی ہنستا جا رہا تھا۔

ایک دم اُسے ورشا کا دھیان آیا ـــــ

ممی ـــــ آپ تو سب پہلے دن سے ہی جانتی تھیں لیکن ورشا . . . ."

"ہاں بیٹا، ورشا بھولی بھالی معصوم بچی ـــــ وہ ان تمام باتوں سے بے خبر ہے ـــــ دراصل ماؤں کو بھگوان اوپری آنکھیں بھی دیتا ہے اور آتما میں بھی کئی کئی آنکھیں دیتا ہے ـــــ مجھ کو ہی اُس نے یہ گیان دیا تھا کہ دیکھ تیری اُجڑی ہوئی کوکھ میں نے پھر آباد کر دی ہے ـــــ"

"لیکن ممی اگر ورشا . . . . . "

ماں نے اُسے پیار سے ڈانٹا "تو بھی کیا ہُوا ـــــ؟ کیا اُس کے ساتھ تیرے پھیرے نہیں ہو گئے ـــــ؟ نہ دنیا کی نظر میں نہ بھگوان کی نظر میں، کوئی ناجائز کام تو تم دونوں نے کیا ہی نہیں ـــــ اور بیٹا، یہ ہمارے ریت رواج جو ایک جوان ودھوا کو زندگی بھر رونے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں، میں انہیں نہیں مانتی

شاستروں کے غلط سلط مطلب نکال کر جاہل پنڈتوں نے کتنی دکھیاری لڑکیوں کو نرک میں جھونکا ہے، یہ سوچ کر ہی میں لرز اٹھتی ہوں ——"

وجے نے ماں کی گود میں دُلار سے سر رکھ دیا اور وہ اُس کا سر تھپکتے ہوئے بولیں : "بیٹا، میں تو اِس قدر خوش ہوں کہ میری بیٹی کو بھگوان نے پھر خوشیاں لوٹا دیں —— تو ذرا بھی اس بارے میں چنتا نہ کر —— کیا انسان اپنے بھاگیہ اپنے ہاتھ سے بنا سکتا ہے؟ ارے یہ تو خود بھگوان نے لکھ دیا تھا کہ ہم سب تیری وجہ سے خوشیوں کے جھولوں میں جھولیں۔"

اُسی لمحہ تیزی سے چلتی ہوئی ورشا آئی اور گھبرا کر بولی : "ممی! ممی!! ابھی ابھی چاچا جی بہت سارے سوٹ کیس بھر کر، اپنی نیلی کو لے کر نئی والی ٹیوٹا میں بیٹھ کر کہیں چلے گئے ہیں —— بڑے گھبرائے سے لگتے تھے —— آپ سے کچھ کہہ کر گئے —— ؟ میں سامنے کھڑی تھی، پھر بھی نہیں ملے۔ کہاں گئے ؟"

وجے نے ماں کو، ماں نے وجے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ ممی، دھیرے سے بولیں : "بچّہ، جب بہار آتی ہے نا تو سڑے ہوئے پتے آپ ہی آپ اُڑ کر دُور چلے جاتے ہیں ——"

ورشا کچھ بھی نہ سمجھی —— لیکن وجے کے چہرے پر اطمینان کے ساتھ ایک اور رنگ بھی آ کر گذر گیا ——

"ممی ——!" وہ ذرا غصّے سے بولا " وہ کافی مال دولت ساتھ لے کر گئے ہیں —— یہ تو زیادتی ہے۔ پاپا کی اتنی محنت کی دولت . . . . . ."

"دیکھ بیٹا، احمد ہمیشہ کہتا ہے کہ جان کا صدقہ مال دولت ہی ہوتا ہے۔ یہ سمجھ لے کہ آج ہم سب کی جانوں کا صدقہ اُتر گیا ——" پھر وہ ورشا کی طرف دیکھ کر پیار بھرے غصّے سے بولیں : "اور بیٹی، میں نے تجھ سے کتنی بار کہا ہے کہ اِن دِنوں میں آرام اور دیکھ ریکھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ سہج سہج چلنا پڑتا ہے۔ تو ابھی اتنی تیزی سے چلتی ہوئی کیوں آئی ——؟"

ورشا نے ذرا سہم کر انہیں اور وجے کو دیکھا تو وہ بولیں : "میرے پوتے کو ذرا سنبھال کر رکھ پگلی ——" پھر وہ مسکرا کر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں : "میں ذرا چلوں —— آج مجھے کچھ خاص پکوان پکوانے ہیں —— اور آج گھر، مندر دونوں جگہ میں بھگوان کی زوردار پوجا کرواؤں گی"

"کیوں ممی، آج کوئی خاص بات ہے ——؟" ورشا اُن کے پیچھے پیچھے لپکتے ہوئے بولی ——

وجے نے لپک کر ورشا کا ہاتھ تھام لیا اور اُسے قریب کھینچ کر اُس کے کان میں شرارت سے بولا : "ارے آج بہت خاص بات ہے جانِ من"

"کیا ——؟" وہ کچھ نہ سمجھی ——"

"ارے جانم، آج ساتواں پھیرا پورا بھی ہوا ہے اور پکا بھی —— اور تم جانتی ہو نا کہ ساتواں پھیرا پورا ہونے کے بعد ہی لڑکا لڑکی دولہا دلہن بنتے ہیں، پتی پتنی بنتے ہیں ——"

"ہاں تو پھر ——؟" ورشا حیرت سے بولی ——

"اور دولہا دلہن بنے بعد وہ کیا کرتے ہیں ——؟" وہ اُس کے بالوں کے آبشار میں اپنا سر ڈبوتے ہوئے بولا ——

"چھی ——! بدمعاش! گندے ——!"

"ارے صاحب، بدمعاش اور گندے نہ ہوتے تو آپ کو ماں کیسے بناتے —— بتائیے، بتائیے ——" وہ اُس کے اور قریب گھسنے لگا۔

"ارے! ارے ——!" وہ چلائی۔ "ممی اگر پلٹ کر دیکھ لیں تو کیا کہیں گی ——؟"

"وجے مسکرا کر بولا : "یہی کہیں گی بس کہ کتنا پیارا بیٹا اور کیسی سندر بہو ہے اور کیسی اچھی بدمعاشی کر رہے ہیں۔ بس خوش ہو جائیں گی دیکھ کر ——"

ممّی کے کانوں میں یہ سرگوشیاں خوشیوں کی پھوار بن کر گریں اور اُن کے
چہرے پر خوشیوں کی مسرّتوں کی چاندنی کھِل اٹھی ——

www.taemeernews.com

حرفِ آخر

میں اپنی کہانیوں کے مجموعوں یا ناولوں کے شروع یا آخر میں، کچھ لکھنا غیر ضروری سمجھتی ہوں، اِس لئے کہ پڑھنے والوں کی رائے اُس تحریر سے متاثر ہو سکتی ہے اور میں اپنے پڑھنے والوں کو ذہنی اُلجھن میں ڈالنا پسند نہیں کرتی ـــــ ہاں کبھی کبھار کچھ کہانیاں CONTROVESIAL ہوتی ہیں اور اُن کا مجموعہ چھپے تو کچھ نہ کچھ کہنا ناگزیر ہو جاتا ہے ۔ لیکن اس بار بات کچھ اور ہے ۔

جو ناول "ساتواں پھیرا" آپ ابھی پڑھ چکے ہیں ۔ اس کے بارے میں، میں شروع سے سُن رہی ہوں کہ واحدہ تبسم نے بھی اب فلمی ٹائپ کی کہانیاں اور ناول لکھنے شروع کر دئے ہیں ـــــ

ایک بات جو میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کی حقیقتوں سے ہی یہ کہانیاں بنتی ہیں ـــــ چاہے وہ ادبی بنیں یا فلمی ـــــ اور یہ بات بھی طے ہے کہ حقیقت، کہانی سے زیادہ دل کش اور پُر اثر ہوتی ہے۔

زیرِ بحث ناول "ساتواں پھیرا" ایک عجیب و غریب تجربہ ہے ـــــ پچھلے سال ۳۔ ستمبر ۱۹۸۵ کے "ٹائمز آف انڈیا" میں، میں نے ناگپور کی ایک خبر پڑھی ـــــ خبر عجیب و غریب اور چونکا دینے والی تھی ۔

www.taemeernews.com

ایک آدمی ایک نرسری لیڈی ٹیچر کے CONTACT میں آیا اور کہا کہ آٹھ سال پہلے ہماری شادی ہوئی تھی ـــ شادی کے تین سال بعد عجیب حالات میں، میں غائب ہو گیا تھا۔ اب میں واپس آگیا ہوں اور میں وہی گم شدہ شوہر ہوں۔"

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جو عورت مسلسل تین سال تک ایک شوہر کے ساتھ رہی، اس نے شخص کی ہیئت سے اس حد تک دھوکہ کھا گئی کہ پھر سے ۶ ماہ تک اُس کے ساتھ "باقاعدہ" بیوی کی طرح رہی اور پھر بھی پہچان نہ پائی ـــ بہر حال چھ مہینے جیسی لمبی مدت کے بعد، کسی نہ کسی طرح اُس عورت اور ماں کو یہ لگا کہ یہ آدمی فراڈ ہے اور ان لوگوں نے پولیس میں شکایت درج کی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ خود پولیس بھی یہی کہتی رہی کہ "نہیں یہی تمہارا اصلی شوہر ہے۔"

میں نے سوچا کہ کتنی عجیب و غریب بات ہے کہ ایک بیوی اور ماں دونوں اِس حد تک دھوکہ کھا جائیں کہ مسلسل چھ ماہ۔ آدھا سال ساتھ رہ جائیں! مطلب، وہ شخص کس حد تک، یعنی دھوکا کھا جانے کی حد تک ہم شکل رہا ہوگا کہ سگی ماں اور اپنی بیوی تک چھ ماہ تک پہچان نہ پائیں ـــ؟!

آگے خبر یہ تھی کہ وہ شخص واقعی دھوکے باز تھا اور صرف اُس عورت کی دولت (چاہے وہ کتنی ہی کم تھی) ہڑپ کرنے کی خاطر، اُس نے یہ چکر چلایا تھا ـــ بعد میں اُس کی قلعی اُتر گئی۔ وہ پکڑا بھی گیا۔ اور آج کل تین سال کی قید دھوکہ دہی اور زنا بالجبر کے جرم میں بھگت رہا ہے۔

یہ نیوز پڑھ کر فوراً میرے ذہن میں بھی ایک کہانی ترتیب پا گئی۔ لیکن اپنی ذہنی صلاحیتوں کو POSITIVE WAY میں بروئے کار لاتے ہوئے میں نے اس ہم شکل کو شروع میں ایک غنڈہ اور بدکردار بتایا ـــ ہیروئن سے ملایا اور اس کے گھر میں اینٹری دی۔ لیکن سماجی بندھنوں کا بھی خیال رکھا اور یہاں ماں کا عظیم کردار پیش کیا، جو اپنے دل

www.taemeernews.com

سے ایک مسئلہ اُٹھا کر اُس کا حل پیش کرتی ہے کہ "کافی دنوں کی جُدائی کے بعد اگر دولہا دُلہن پھر سے ملتے ہیں تو پھر سے سات پھیرے لینے ضروری ہیں"

اب بھگوان اور دنیا والوں کی نظر میں بھی وہ دونوں واقعی میں لیگل میاں بیوی بن چکے ہیں ـــــ اب کہانی یہاں سے آگے بڑھنا شروع ہوتی ہے۔ وہ شخص جو کہ یقیناً بدکردار اور غنڈہ ہے، جب اُس گھر کا فرد بن جاتا ہے تو پہلے پہل تو وہ اپنی اُسی غلط روش پر چلتا ہے، لیکن ایک محبت بھری ماں اور جاں نثار بیوی کو پاکر اس کے خیالات میں CHANGE آنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ وہ خود REALIZE کرتا ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے واقعتاً ہو رہا ہے۔

اخبار میں جو نیوز میں نے پڑھی تھی اس میں پولیس میں سگی ماں اور بہو نے ہی شکایت کی تھی، لیکن "دل میں" میں نے ماں کے کردار کو بہت اُونچا کر دیا ہے اور جیسی کہ ایک ماں ہوتی ہے ـــــ عظیم، محبت بھری اور ہر خطا کو معاف کر دینے والی ہر بھول کو درگزر کرنے والی ـــــ ایسا ہی اِس ماں کو پیش کیا ہے ـــــ ناول کے آخر میں پڑھنے والوں پر یہ بات کھلتی ہے کہ ماں کو تو شروع ہی سے ہر بات کا پتہ تھا!!

اب اگر پڑھنے والے کہیں کہ یہ تو سراسر فلمی کہانی ہے تو یہ نیوز THE TIMES OF INDIA کی کٹنگ جوں کی توں چھاپی جا رہی ہے۔ آپ لوگ خود اندازہ لگائیں کہ اُس پاک پروردگار کی کیسی عظیم قدرت ہے کہ دنیا میں کروڑوں چہرے بنائے، لیکن ہر چہرہ دوسرے سے مختلف! اور جب مماثلت کر دینا چاہے تو اتنی ملتی جلتی صورتیں بنا دے کہ سگی ماں اور بیوی تک دھوکہ کھا جائیں ـــــ اور وہ بھی مسلسل چھ ماہ تک دھوکے میں مبتلا رہیں!!

سب سے بڑا رائٹر اور ڈائریکٹر بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور CREATOR وہ ہے ہی۔

www.taemeernews.com

میں نے فلمی ناول لکھا ہے یا ادبی ۔۔۔ مجھے پتہ نہیں ۔۔۔ مجھے اللہ کے پیدا کئے ہوئے ان دو
ایک جیسے ہم شکل چہروں نے یہ ناول لکھنے کی ترغیب دی، جن کا ثبوت یہ نیوز ہے ۔

واجدہ تبسم
بمبئی جوہو ۲۰-۶-۸۵

16 THE TIMES OF INDIA, TUESDAY, SEPTEMBER 3, 1985

Man who posed as missing husband

NAGPUR, September 2.

A MAN who posed as the missing husband of a nursery teacher and cohabited with her for six months has been sentenced for a three-year term on the charge of cheating and rape.

In a jam-packed court at Yavatmal yesterday, the additional sessions judge, Mr. S. J. Deshmukh, delivered the judgment convicting him and some others to various terms of imprisonment and fines.

This bizarre case originated from Wani tehsil in Yavatmal district. Ms Lata Mude, the teacher, was tricked into believing by a "godman" that he was the man she married eight years ago. Lata's husband, Gopal, a gramsewak, disappeared one morning, three years after marriage and all efforts to trace him failed.

Mayabai Mahadeo, an accomplice of the imposter husband, Ramchandra Pedam, alias Nateshwar, got in touch with Lata and her mother-in-law, Anjanbai, and managed to convince them Gopal had turned a saint and was none else but "nateshwar" camping in a nearby village temple.

Lata and Anjanbai ceremoniously brought "nateshwar" to "his" house in March last year. But they realised after six months that they had been taken for a ride. Nateshwar started harassing them to grab Anjanbai's property.

Initially, the police had refused to entertain the complaint of Lata saying that Nateshwar was in fact her husband. But Lata's brother lodged a complaint with the higher authorities, leading to the arrest of Nateshwar and his three accomplices.

District News

Current Topics

…PPILY, the junior engineers …rking in telecommunications …

government's court.

…s only about six weeks ago … ior Engineer…